إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا

سیرۃ العباس

حصہ اول

جس میں سیدنا حضرت ابو الفضل عباس بن عبد المطلب القرشی الہاشمی
عم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے حالات وقت ولادت سے
وقت وفات تک اور آپکے ذاتی اخلاق وعادات اور خانہ کعبہ کی بنا
اور اسکے متولیوں اور آپکی تولیت کی خدمات اور اسلامی جانثاریاں
اور نیز آپکے صاحبزادوں کے حالات کا تفصیلی بیان ہے

مؤلفہ

جناب مولانا مولوی حکیم سید نذیر احمد صاحب عباسی
الامروہی طبیب ریاست بھیکم پور ضلع علی گڑھ

باہتمام خاکسار رشید احمد انصاری

مطبع احمدی علی گڑھ میں طبع ہوئی ۱۹۱۲ء

تعداد طبع ۱۰۰۰ جلد کتبہ اقتدا علی

قیمت فی جلد ایک روپیہ علاوہ محصولڈاک

پبلشر مصنف مقام اشاعت

انتساب

سیرۃ العبّاس اُس برگزیدہ ذات کے نام سے شائع
کیجاتی ہے جو نہ صرف اہل اسلام کے لیے بلکہ کل
ملک کے لیے ایک بے بہا نعمت ہے، وہ کون ہے یعنی عالیجناب
معلّی القاب منبع الفضل والکمال مرجع ارباب الافضال
جامع علوم المعقول والمنقول حاوی جمیع الفروع
والاصول علّامۂ زمان حضرت اُستاذی حاذق الملک
حکیم مولوی حافظ محمد اجمل خاں صاحب احراری

رئیس دہلی مدظلہم العالی۔

خاکسار مصنّف کو امید ہے کہ یہ مبارک نسبت ہی

اس کتاب کے حق میں مقبولیت عام اور بقائے

دوام کا باعث ہوگی۔ ؎

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند

آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

خاکسار

فرید احمد عبّاسی

بھیکم پور ۱۷ جون سنہ ۱۹۱۲ء

۷۸۶

فہرست کتب جن سے حضرت امام ابوالفضل عباس بن عبدالمطلب القرشی الہاشمی عم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات اقتباس کیے گئے ہیں، وہ حسب ذیل ہیں:-

۱۔ بخاری
۲۔ مسلم
۳۔ ترمذی
۴۔ ابوداؤد
۵۔ نسائی
۶۔ ابن ماجہ
۷۔ مشکوٰۃ
۸۔ تہذیب الاسماء
۹۔ سیرۃ النبوۃ
۱۰۔ مجمع البحار
۱۱۔ تاریخ کامل ابن اثیر
۱۲۔ الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ
۱۳۔ الاستیعاب
۱۴۔ خصائص الکبریٰ
۱۵۔ المعارف ابن قتیبہ
۱۶۔ کتاب الدرر المکللہ
۱۷۔ ترجمہ طبری فارسی
۱۸۔ حبیب السیر
۱۹۔ روضۃ الصفا
۲۰۔ ناسخ التواریخ
۲۱۔ کنز العمال عربی
۲۲۔ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی الاطہار

٢٣ اسعاف الراغبين

٢٤ عبقات الانوار

٢٥ مدارج النبوة

٢٦ المختصر فی اخبار خیر البشر

٢٧ تاریخ الخلفاء

٢٨ تفسیر کشاف

٢٩ تفسیر کبیر

٣٠ تفسیر بیضاوی

٣١ مغازی صادقہ ترجمہ مغازی رسول اقدس

٣٢ فتوحات نمبر

٣٣ ترجمہ ابن خلدون

٣٤ تہذیب الاعمال قلمی امام حافظ ابو الولید محمد بن عبد اللہ بن الولید متوفی سنہ ٣٤٢ھ

٣٥ نزہة المجالس عربی

٣٦ شمس التواریخ

٣٧ ینابیع المودة

فہرست مضامین

تمت

فی فتح مکہ، تفسیر بیضاوی، تفسیر کشاف، تفسیر کبیر۔ المختصر فی اخبار خیر البشر۔ مجمع البحار، تاریخ الخلفا طبری، ترجمہ طبری فارسی، مدارج النبوت فارسی، تہذیب الاسما، حبیب السیر۔ سیرۃ النبوۃ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی الاطہار و اسعاف الراغبین وغیرہ۔ حضرت عباس کی سوانح عمری لکھنے سے پہلے میں یہ دکھلانا چاہتا ہوں کہ حضرت عباس اور اُن کے آباؤ اجداد کی عرب میں جو عزت تھی اسکا کیا باعث تھا اور کیا وجہ تھی جو اُن کے خاندان کی تمام عرب ایسی تعظیم کرتے تھے جیسی سلاطین کی کی جاتی ہے۔ خصوصاً اُس جہالت کے تاریک زمانہ میں کہ جس میں عرب ہمیشہ آپس میں جنگ و جدال کیا کرتے تھے اور ذرا ذرا سی بات پر برسوں لڑائی کا سلسلہ رہتا تھا اور تمام معاملات تجارتیں بند رہتی تھیں سوائے اشہر حرام کے یعنی چار مہینے البتہ امن رہتا تھا۔ بقول مولانا حالی ؎

نہ ٹلتے تھے ہرگز جو اڑ بیٹھتے تھے
سلجھتے نہ تھے جب جھگڑ بیٹھتے تھے
جو دو شخص آپس میں لڑ بیٹھتے تھے
تو صدہا قبیلے بگڑ بیٹھتے تھے

بلند ایک ہوتا تھا گر واں شرارا
تو اُس سے بھڑک اُٹھتا تھا ملک سارا

وہ بکر اور تغلب کی باہم لڑائی
صدی جس میں آدھی انھوں نے گنوائی
قبیلوں کی کر دی تھی جس نے صفائی
تھی اک آگ ہر سو عرب میں لگائی

نہ جھگڑا کوئی ملک و دولت کا تھا وہ
کرشمہ اک ان کی جہالت کا تھا وہ

کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا
کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا
یونہی روز ہوتی تھی تکرار اُن میں
یونہی چلتی رہتی تھی تلوار اُن میں

مگر حضرت عباس کے قبیلہ خاندان کے بچے بچے کے لیے برس کے بارہ مہینے اشہر حرام تھے۔ اور سارا ملک دار الامن جب چاہیں اور جہاں چاہیں چلیں پھریں کوئی ان سے متعرض

نہوتا تھا چنانچہ کلام پاک میں اس انعام کی طرف اشارہ ہے لایلف قریش ایلافھم رحلۃ الشتاء والصیف فلیعبدوا رب ھذا البیت الذی اطعمھم من جوع وآمنھم من خوف

(یعنی قریش کے مانوس کرنے کے لیے یعنی اُن کے جاڑے گرمی کے سفر کے مانوس کرنے کے سبب سب لوگوں کو چاہیے (کہ اس نعمت کے شکریہ میں) اپنے مالک کی عبادت کریں جس نے اُن کو بھوک میں کھانا دیا اور خوف سے امن بخشا)

امام بخاری نے کتاب الادب میں اور حاکم اور بیہقی نے ام ہانی سے روایت کیا ہے۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم فضل اللہ قریشاً بسبع خصائل لم یعطھا احد قبلھم ولا یعطیھا احد بعدھم فضل اللہ قریشاً بانی منھم وان النبوۃ منھم وان الحجابۃ فیھم والسقایۃ فیھم ونصرھم اللہ علی الفیل وعبدوا اللہ عشر سنین لا یعبدہ غیرھم وانزل فیھم سورۃ من القرآن لم یذکر فیھا احداً غیرھم لایلف قریش۔ (یعنی سات باتوں سے اللہ تعالیٰ نے قریش کو فضیلت عنایت فرمائی کہ ان سے کسی کو یہ باتیں عطا نہیں ہوئیں (۱) میں اُن میں سے ہوں (۲) نبوت اُن میں ہے (۳) حجابت یعنی دربانی بیت اللہ اُن میں ہے (۴) سقایہ اُن میں ہے (۵) خدا نے اصحاب فیل پر اُن کی مدد کی (۶) دس برس خدا کی عبادت کی کہ اور کوئی نہیں کرتا تھا (۷) خدا نے اُن کی تعریف میں ایک سورۃ قرآن میں اُتاری کہ اس میں سوائے اُن کے اور کسی کا ذکر نہیں ہے۔

(اسعاف الراغبین صفحہ ۱۱۱)

پس اس عزت کا باعث بیت اللہ کی خدمات تھیں جن کی وجہ سے متولی خانہ کعبہ کی عزت سلاطین کی عزت کے ہم پلہ بلکہ اس سے زیادہ تھی۔ لہذا اول میں بنا کعبہ کے مختصر حالات لکھ کر خانہ کعبہ کے متولیوں کا ذکر کروں گا اس کے بعد ظاہر کروں گا کہ حضرت عباس کے آباؤ اجداد میں تولیت کب سے مستقل طریقہ سے آئی اس کے بعد اُن لوگوں کے مختصر

حالات لکھ کر فضائل بنی ہاشم لکھوں گا۔ اس کے بعد حضرت عباس کے حالات جب سے پیدا ہوئے اور تا وفات۔ پھر اُن کی اولاد کے مختصر حالات لکھ کر پہلے حصہ کو ختم کرونگا۔ دوسرے حصہ میں ان کی اولاد کی ترقی و تنزل کے حالات لکھوں گا۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت وعلیہ فلیتوکل المتوکلون۔

خاکسار

فرید احمد عباسی امروہی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بنای کعبہ

اِنَّ اول بیت وضع للنّاس للّذی ببکّۃ مبارکاً وھدی للعلمین فیہ آیات بینات مقام ابراھیم من دخلہ کان آمنا وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ط ومن کفر فان اللہ غنی عن العلمین ط

یعنی بیشک پہلا گھر جو ٹھہرایا گیا لوگوں کے واسطے بغرض عبادت یہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور ذریعہ ہدایت جہان والوں کے لیے۔ اس میں نشانیاں کھلی ہوئی ہیں، مقام ابراہیم ہے۔ جو اسکے اندر آیا اسکو امن ملا۔ اور خدا کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا جو کوئی پاوے راہ اور جو کوئی منکر ہوا تو خدا جہان والوں کی پرواہ نہیں کرتا

حضرت حبر امتہ بحر العلم عبد اللہ ابن عباس ہاشمی فرماتے ہیں کہ پہلا گھر جو خدا کی عبادت کے لیے دنیا میں بنا خانہ کعبہ ہے پہلے بانی اسکے حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ حضرت ولایت مآب علی ابن ابی طالب فرماتے ہیں کہ یہ پہلا گھر جس میں خدا کی نشانیاں ہیں یعنی اس کے پاس مریضوں کو شفا حاصل ہوتی ہے۔ پرند اسکے اوپر سے نہیں گزرتے اور جو ہتک حرمتہ کعبہ کرتا ہے وہ جلد تباہ ہوجاتا ہے اور اس کے پاس دعا مقبول ہوتی ہے۔ اصحاب فیل اسی کی ہتک حرمت کے قصد سے ہلاک ہوئے۔ مقام ابراہیم ہے۔ یعنی جس پتھر پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم نے خانہ کعبہ بنایا تھا وہ موجود ہے اور اثر قدم مبارک کا اُس پر ہے یہاں بھی دعا قبول ہوتی ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

مشاہیر اسلام اور بالخصوص بزرگان خاندان نبوی کے حالات اور واقعات زندگی کو جس قدر کاوش و کوشش، تحقیق و تدقیق کے ساتھ کتابی صورت میں جمع کرنے میں علماء اسلام نے اپنی زندگیاں وقف کی ہیں، وہ محتاج بیان نہیں حقیقت میں دنیا کی کوئی قوم اپنے رسولوں اور بانیان مذہب، پیشوایان دین اور مقتدیان ملت کے حالات زندگی کو، ایسی جامعیت اور سچائی کے ساتھ، پیش کرنے کا دعویٰ نہیں کرسکتی جیسے کہ شرح و بسط اور تفصیل کیساتھ مسلمانوں نے ان مقدس حالات کو تمام و کمال کتب سیر و تاریخ کی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔

رسولوں، نبیوں اور انکے حواریوں کے کارنامے اور ان کے پاک مشن (مقصد) کے حالات اور واقعات تو درکنار، وہ صحائف ربانی، جو وقتاً فوقتاً خداتعالیٰ نے اپنے بندوں کی صلاح و فلاح اور نجات ابدی کے لیے اپنے برگزیدہ پیغمبروں اور رسولوں پر نازل کیے تھے، آج وہ بھی مشکوک، مشتبہ اور تحریف شدہ نظر آتے ہیں لیکن کوئی مقدس کتاب اگر خدائی آواز اور کلام ربانی

ہونے کا دعویٰ کر سکتی ہے، اور جو شکوک و شبہات اور تحریف سے پاک ہے وہ قرآن ہی جو تیرہ سو برس سے دنیا کے سامنے بجنسہٖ موجود ہے اور انشاء اللہ اسی صداقت کے ساتھ باقی رہیگی اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔

یہ مذکور تو الہامی اور ربّانی کتاب مقدس کا ہے جس کی حفاظت کا مدعی خود وہ ذات اطہر ہے جسکا یہ پاک کلام ہے، لیکن ہم اس موقع پر ذکر کر رہے ہیں اُن کتب تاریخ وسیر کا، جو اسلاف کرام کے حالات میں علمائے اسلام کی اُن تھک محنتوں اور مساعیٔ جمیلہ کی بدولت مدوّن ہوئی ہیں جس دقّتِ نظر کے ساتھ ہر حالت اور ہر واقعہ کی تحقیق، تدقیق، اور تفتیش میں بال کی کھال نکالی گئی ہے اور بزرگانِ دین کی زندگی کے، روشن اور تاریک، ہر پہلو کو جس طریقے سے دنیا کے سامنے پیش کرنے میں اہتمام کیا گیا ہے، اور اُنکی پاک تعلیم اور افعال و اقوال حکیمانہ کو صداقت اور سچّائی کی کسوٹی پر غیر طرفدارانہ طور پر کسا گیا ہے، حقیقت میں یہ حالات اور واقعات ہیں جنکے باعث دنیا میں علم و عمل کی، روحانیت و صداقت کی، اور تہذیب و تمدن کی روشنی پھیلی۔ علماء اور حکماء اسلام ہی نے تاریخ نویسی کے فن کو مکمل اور جامع حیثیت میں ایجاد کیا۔ ایک ایک روایت کی صحت اور تلاش میں بحر و بر کو چھان مارا، اور تحقیق حالات اور درایت کے متعلق جو اصول و قواعد مقرر و منضبط کیے اور اسماء الرجال کے مستقل علم کی بنیاد ڈالی آج اس ترقی یافتہ زمانہ میں بھی ایک بڑی سے بڑی تعلیم یافتہ قوم ایسے اہتمام، ایسی محنت و جانفشانی کے ساتھ اپنے بزرگوں کے حالات زندگی پیش کرنے سے عاجز نظر آتی ہے۔

مسلمانوں میں بھی بالخصوص عرب علم انساب کے محفوظ رکھنے میں جیسا اہتمام کرتے تھے، اور نسبی جوہر اور خاندانی شرافت کے کھرے اور کھوٹے میں امتیاز کرنے کے لیے جس طرح اُن کا ایک ایک فرد ہمہ وقت تیار رہتا تھا دنیا کی اور قومیں

اسطرح اپنے سلسلہ نسب کو پیش کرنے میں اقوام عرب کے ساتھ مقابلہ میں عہدہ برآ نہیں ہوسکتیں
مگر افسوس ہی کہ بزرگان اسلام نے جو سرمایہ دولت، آئندہ نسلوں کی بصیرت
کے لیے، اس فوق العادۃ محنت، کوشش اور کدّ و کاوش سے تیار کیا تھا،
مسلمانوں نے خود اس خزانہ پر مہر لگادی اور آج ہمیں خبر تک نہیں
کہ اسلاف کرام کے نقش قدم پر چلنے، انکے سبق آموز حالات زندگی سے استفاع
حاصل کرنے اور اپنی افراد قوم میں وہ عالی صفات پیدا کرنے کے لیے جن سے
قرن اول کے مسلمان متصف تھے، ہمارے پاس کیسی کچھ دولت موجود ہی۔
کیونکہ یہ تمام انمول اور قیمتی خزانہ عربی زبان کی کتابوں میں ہی اور ہم ہندوستان کے
مسلمان روز بروز انکے دیکھنے، پڑھنے اور سمجھنے سے معذور و مجبور ہوتے چلے جاتے
ہیں۔ جو شمع ہدایت ہماری رہنمائی کے لیے روشن کی گئی تھی اُسے ہمنے سمجھ لیا ہی کہ وہ
گل ہوگئی، اور جو نقش قدم ہمکو منزل مقصود تک پہنچانے کے لیے برقرار رکھے گئے تھے
اُنسے ہم نے مُنہ موڑ لیا ہی۔ آج ہم وہ روایتیں اور نقلیں، جو قوم میں حمیت اور غیرت
بلند خیالی اور عالی حوصلگی پیدا کرنے کا ذریعہ ہوسکتی ہیں اپنے نوجوانوں کی زبان سے
اقوام غیر کے مشاہیر کی نسبت منسوب کرتے اور اُن ہی کے کارناموں کو مثالاً
پیش کرتے ہوئے سنتے رہتے ہیں، اور ان نوجوانان قوم کو اپنے گھر کی خبر تک نہیں،
اور انکو اُس دولت اور اُس نعمت کی مطلق پروا نہیں جو بزرگان اسلام نے اپنے ترکہ
میں سے ہماری بہبودی و فلاح دارین کے لیے چھوڑی ہی، اور یہی سبب ہی کہ دینی
اور دنیوی کمالات کی تمام خوبیوں سے مسلمانوں کی قوم، الا ماشاء اللہ، معرّا نظر
آتی ہی۔

یہ سچ ہی کہ زمانہ بدل گیا ہی، دنیا کی تاریخ کا نیا ورق الٹا گیا ہی۔ پیٹ کے دھندے
نے ہر شخص کو مجبور کر دیا ہی کہ وہ علوم جدیدہ کی طرف رجوع کرے۔ آج یہ توقع کرنی

کہ تمام افراد قوم علوم عربیہ کے حصول میں مشغول و مصروف ہوں محالات سے ہے۔ عربی دانی اگر اسیطرح مسلمانوں میں باقی رہی جس طرح آ رہے ہیں تمام تو بھی غنیمت ہے، ورنہ ہمیں تو رفتار زمانہ سے یہ بھی امید نہیں۔ آیندہ لوگ عربی پڑھیں یا نہ پڑھیں، اور پڑھکر وہ اس مذاق کے ہی پیدا ہوں جسکی ہمکو آرزو ہے، یہ تو خدا ہی کو معلوم ہے کہ ہم میں عربی دانی کا مستقبل کیا ہوگا، بظاہر تو یہ حالت ہے کہ خدا کے فضل سے اسوقت بھی متعدد مدارس عربیہ قائم ہیں، ہر سال ایک جماعت کی جماعت ان درسگاہوں سے دستار فضیلت حاصل کر کے نکلتی ہے، لیکن اُنکی ذات سے وہ مقصد اور وہ توقع بہت کم پوری ہوتی ہے، جو اُنکے علم اور فضیلت سے قوم کو اس زمانہ اور اس ملک میں ہے۔

بڑی ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم میں جو اصحاب عربی داں ہیں وہ اس طرف توجہ کریں کہ اخلاق و خصائل برگزیدہ اور صفات عالیہ کے وہ خزائن دولت جو عربی زبان کی کتابوں میں بشکل سیرت بزرگان اسلام موجود و محفوظ ہیں، اُنکو عام مسلمانوں کے فائدہ کی غرض اردو زبان میں مہیا کر دیا جاوے۔ اسلاف کرام کے واقعات حیات قلمبند کر لینے اور اُنکو ایک علیحدہ رسالہ یا کتاب کی شکل میں شائع کرنے سے آیندہ کے لیے معلومات کا ذخیرہ اور روایات و خصوصیات قومی کا کافی سرمایہ قوم کے ہاتھ میں موجود ہو جائیگا، جو آج بھی ہم میں زندگی کا وہی جوش پیدا کر سکتا ہے اور ہماری قومیت کے خط و خال میں وہی دلاویزی آسکتی ہے جسکے لیے امت مرحومہ کے افراد اپنے آپ نظیر تھے۔ ہم میں اگر پستی اور تنزل ہے، اور ہماری قوم پر افسردگی اور مردنی کا عالم اگر طاری ہے تو اسکا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ہمارے جذبات قومیت کو جائز طریق پر جوش میں لانے، ہم میں غیرت اور حمیت اسلامی پیدا کرنے، اُخوت اور ایثار کی روح پھونکنے کی وہ برقی قوت ہم میں سرد پڑ گئی ہے، جس سے

آج متمدن اقوام فائز المرام ہیں۔

ہمارے بچوں کو نہیں معلوم کہ حضور سرور کائنات علیہ التحیات و الصلوٰۃ (روحی فداہ) کی پاک تعلیم اور پاکیزہ و برگزیدہ اخلاق نے دنیا کی تسخیر میں کسقدر حصہ لیا تھا، جہالت و باطل پرستی کے کن کن قلعوں کو کن کن مشکلات اور حالات میں فتح کیا تھا۔ ہمارے بچوں کو نہیں معلوم کہ حضرت فاروق اعظم کے اعلیٰ تدبر، فراست، ملک داری اور جہانبانی نے تاریخ عالم کے صفحات پر کیسے نقش و نگار چھوڑے ہیں، اور باوجود اسقدر سطوت و جلالت کے انکی پرائیویٹ زندگی کیسی سادہ، بے تکلف تھی اور بنی نوع انسان اور مخلوق الٰہی کی خدمت میں ایثار علی النفس کا کسقدر آپ سے ظہور ہوتا تھا۔ ہمارے بچے لاعلم و بے خبر ہیں کہ حضرت عباس عم رسول اللہ صلعم کی سبق آموز زندگی میں کن کن صفات کا پتہ چلتا ہے۔ انکی حسن سیرت، فیاضی، مہمان نوازی، اور اسلامی خدمات اور اصابت رائے سے ہم کیا کیا کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔ ہمارے بچے ناواقف ہیں کہ ولایت مآب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے علم و اتقا، شجاعت و پرہیزگاری نے دنیا میں کمالات انسانی کی نہ مٹنے والی یادگاریں کس رتبہ اور پایہ کی چھوڑی ہیں۔ ہمارے بچے انکو نہیں معلوم کہ حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت حسن بصری، حضرت امام ربیعہ کیسے امام اور مجتہد، عبداللہ بن زبیر، خالد بن ولید، اور حضرت طلحہ کیسے کیسے بہادر اور شجاع جنرل اسلام نے پیدا کیے۔ انکو نہیں معلوم کہ طارق فاتح اسپین کا دنیا کے فاتحوں میں کیا درجہ اور کیا رتبہ ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ امام اعظم ابو حنیفہ اور امام شافعی وغیرہ حضرات نے اسلامی مسائل فقہ کی تدوین اور کمالات انسانی کے مدارج اعلیٰ پر پہنچنے کے لیے کس قسم کی محنتوں اور کوشش پر عبور حاصل کیا ہے۔ امام بخاری جیسے محنتی اور سچائی و صداقت کے شیدا اور علم کے پیاسے کتنے عالم اور فاضل

اسلام نے پیدا کیے ہیں۔ الغرض بڑے بڑے خلفاء اسلام اور مشاہیر خاندان نبوت کے علاوہ علماء و فضلاء و حکماء اسلام اور اولیاے کرام کی اگر کوئی شخص فہرست مرتب کرنے بیٹھے تو بجاے خود وہ ایک مطول کتاب بن سکتی ہے۔ خدا بھلا کرے حضرت علامہ شبلی کا جنہوں نے اردو زبان میں اس کام کی بنیاد ڈالی اور جن کے طفیل سے دو چار مشاہیر اسلام کے کارنامے ہماری نظر کے سامنے آ گئے۔ دوسرے بزرگوں نے بھی اس صنف میں تالیفات کی ہیں جو بجاے خود نہایت مفید ہیں، لیکن جو کوشش کہ اسوقت تک ہوئی ہے وہ ہمارے مرض کے ازالہ کے لیے کافی نہیں اور نہ ہمارے درد کی دوا ہے۔ ضرورت ہے کہ ہر ہیرو اور ہر بزرگ کے حالات میں نہایت تحقیق اور صداقت کے ساتھ اس کی تمام زندگی کا کارنامہ ایک مجموعہ کی صورت میں مرتب کرنے کے علاوہ نصاب تعلیم کا ایک ایسا مکمل مجموعہ قوم کے چھوٹے چھوٹے لڑکوں اور لڑکیوں کے ہاتھ میں دیا جاوے جو تاریخانہ صحت و صداقت کے لحاظ سے کمال تحقیق پر مبنی ہو، جس کی زبان عام فہم ہو اور جس کے مطالب ایسے دلاویز ہوں جو ہماری قوم کے بچوں کے دل و دماغ پر اثر کرنے والے ہوں، جنکے پڑھنے اور دیکھنے سے اُنکے معصوم دلوں میں مذہب کی عظمت، بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کا خیال ہو، دماغوں میں روشنی اور دلوں میں صفائی ہو، ارادوں میں ہمت اور جوش ہو، مصیبت میں صبر و استقلال، صلح کلی، ہمت و جفاکشی، ایثار و شجاعت کا مادہ پیدا ہو۔ اور خیالات میں بلندی، عالی حوصلگی، قوم کی محبت کا جذبہ پیدا ہو، وہ شروع سے سمجھیں کہ ہم کون ہیں، کن اسلاف کے اخلاف ہیں اور کن بزرگوں سے ہم کو نسبت ہے۔ وہ کیسے تھے اور ہمکو کیا بننا چاہیے۔ کیا وہ نصاب جس میں چڑے چڑیوں کی کہانیاں، بندر اور کووں کے قصے، دال اور چپاتی کے جھگڑے، پن چکیوں کی داستانیں ہوں وہ ہمارے درد دل

کا علاج ہو سکتا ہی؟ نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہی کہ جو کتابیں ابتدائی تعلیم
کے لیے اسوقت رائج ہیں اُن میں تقریباً اسی قسم کی مزخرفات پائی جاتی ہیں۔ ہم
دریافت کرتے ہیں علماء ندوۃ العلماء اور علماء دیوبند سے کیا ان باتوں پر توجہ کرنیکا
ابھی وقت نہیں آیا؟ کیا محض اس وجہ سے کہ ابتدائے عمر سے بچوں کو اپنے اسلاف
کرام کے کارناموں اور اُنکے سبق آموز زندگی کی خصوصیات سے آشنا نہیں
کیا جاتا ہمارے نوجوان اپنے قومی کیرکٹر اور شعار سے بے خبر نہیں ہوتے جاتے؟۔
ایسی حالت میں اگر قوم کے بچے مذہبی حیثیت سے جاہل اور بے خبر رہجائیں
قومی خصوصیات اور اسلامی کیرکٹر سے ناآشنا ہوکر دوسری قوموں کے مشاہیر
کو یاد کریں، مجالس و مجامع عام میں انکی مثالوں کو پیش کریں اور اپنے کلام کی تائید میں
ان ہی غیر اقوام کے بزرگوں کے اقوال کو سند لائیں اور اسطرح رفتہ رفتہ کسی دوسری
قومیت میں جذب ہو جائیں تو تعجب کی کونسی بات ہوگی۔ اگر اس خطرہ سے بچنے
کی کوئی تدبیر ہو سکتی ہی تو وہ یہی ہی کہ شروع سے ہم کو ابتدائی تعلیم اس طریقہ
پر دینی چاہیے اور اپنے بچوں کے ہاتھوں میں اس قسم کی کتابیں دینا چاہییں
جو ہمارے اسلاف کرام کے نقش قدم پر چلنے کا طریقہ بتلا سکیں اور جنکے
ذریعے سے عام طور پر افراد قوم اپنی خصوصیات اور اصول کو فراموش نکر سکیں
جو لوگ اس ضرورت کو پورا کرنے والے ہونگے یا اس ضرورت کے پورا کرنے
کی کوشش کرینگے وہی اس سیلاب مصیبت کے روکنے والے اور امت مرحومہ
کو تباہی سے بچانیوالے سمجھے جائینگے۔ مبارکبادی ہی قوم کو کہ حال میں حضرت علامہ شبلی
نے سیرۃ نبوی پر ایک مجموعہ تیار کرنے کی قوم کو بشارت دی ہی۔ یہ ارادہ قوم کی زندگی
کا پیام ہی خدا کرے کہ علامہ موصوف اپنے ارادہ میں جلد کامیاب ہوں۔ اسیطرح
خدا کا شکر ہی اور مجھکو نہایت مسرت ہی کہ میرے برادر معظم و مکرم جناب مولوی حسن حکیم

فرید احمد صاحب عباسی نے حضرت عباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی میں "سیرۃ العباس" قوم کے سامنے پیش کی ہے۔ آج لاکھوں پڑھے لکھے مسلمان ایسے ہیں جو یہ بھی نہیں جانتے کہ حضرت عباس کون بزرگ ہیں، اُنہوں نے اسلام کی کیا خدمات انجام دی ہیں، انکے ذاتی اوصاف اور قابلیتوں، اور انکی اولاد کی کوششوں اور محنتوں نے اسلام کی تبلیغ، علوم اسلام کی ترویج و اشاعت میں کیسا کچھ نمایاں حصہ لیا ہے۔ حالانکہ ہر جمعہ کو دنیا کی ہر مسجد میں حضرت عباس کا نام خطیب بآواز بلند خطبہ میں پکارتا ہے مگر ہم ایسے کتنے ایسے مسلمان ہیں جنہوں نے کبھی اس امر کی کوشش کی ہو اور کسی سے یہ بھی دریافت کیا ہو کہ یہ کون بزرگ ہیں، اور آخر وہ کونسی خوبی اور خصوصیت انکی ذات والا صفات میں ہے جو ہر خطبہ میں انکے نام کے لینے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

"سیرۃ العباس" ہم کو تعلیم دیتی ہے استقلال کی، صبر کی، اصابت رائے کی، سیر چشمی کی، فیاضی کی، صلہ رحمی کی، مہمان نوازی کی، خاندان کی عزت کے خیال کی، علاوہ اسکے وہ بہت سے ایسے مفید سبق بھی دیتی ہے جنکا پڑھنا اور اُن پر عمل کرنا انسان کو انسان بنا سکتا ہے، اور قوم میں وہ کیرکٹر اور وہ صفات پیدا کر سکتا ہے جو قوم میں زندگی اور تر و تازگی کا باعث ہو سکتی ہیں، اور جن کی ہماری قوم کو اس زمانہ میں بہت ضرورت ہے۔

یہ مقولہ بالکل سچ ہے کہ قصص الاولین مواعظ الآخرین بزرگوں کے تذکرے اور حالات سے ہدایت اور بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس لحاظ سے "سیرۃ العباس" کا مطالعہ خاندان عباسیہ کے اُن حضرات کے لیے خاص کر مفید ہوگا جو اس ملک کے متعدد مقامات پر آباد ہیں، تاکہ وہ اپنے جد امجد کے نقش پا کو، اپنی زندگی اور طرز عمل کا رہنما قرار دیکر اس زمانہ اور اس ملک

ہیں اُس تنازع البقا کے لئے تیار ہوں جو تمام اقوام عالم میں زندگی کی کشمکش کے بیٹے درپیش ہے۔

خاندان عباسیہ کے چند گھرانے اس ملک میں اور بالخصوص صوبہ ممالک متحدہ میں آباد ہیں ان کی جیسی کچھ سقیم حالت ہے اسکا تذکرہ نہایت دردانگیز ہے، یہ سچ ہے کہ دولت و حکومت و ثروت سدا کسی قوم اور کسی گروہ میں نہیں رہتی۔ تلک الایام نداولہا بین الناس لیکن رونا تو یہ ہے کہ ہمارا گروہ روز بروز علم میں، اخلاق میں، دولت میں، . . . اپنے ہمعصروں سے گرتا چلا جاتا ہے، برخلاف اسکے مسلمانوں کے دوسرے فرقوں اور گروہوں میں باوجود اُس عام تنزل اور انحطاط کے جو ابھی تک کل قوم پر طاری ہے، اپنی اپنی ترقی و برتری۔ فلاح اور بہبودی کا احساس پیدا ہو گیا ہے اور اس بیسویں صدی میں آگے بڑھنے کی زبردست تحریک اور ترقی کی برقی رَو ایوانوں سے گذر کر محل سراؤں تک جا پہونچی ہے۔ لیکن وا ئے برحال ما۔ ع

کچھ ایسے سوئے ہیں سونے والے کہ جاگنا حشر تک قسم ہے

ہمارے گروہ کی تعلیمی پستی کی سطح اگرچہ ہر مقام پر یکساں نظر آتی ہے لیکن جو خاندان امروہہ میں متوطن ہے اُس میں حصول علم گویا مفقود ہوتا جاتا ہے سوا ئے معمولی قسم کی اردو۔ فارسی۔ اور عربی کی تعلیم کے، جو وہ بھی چند گھرانوں تک محدود ہے، رائج الوقت تعلیم جدید کی حالت کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ اب تک سوائے میرے بھائی مرحوم مولوی محمد داؤد صاحب بی اے (علیگ) کے کوئی دوسرا گریجویٹ اس خاندان میں پیدا نہیں ہوا اور پرانی تعلیم کا یہ یہ حال ہے کہ ؎

داداکو دیکھا عالم و فاضل تھے مستند ٭ پوتے سے پوچھتے ہیں تو حرف آشنا نہیں

اب رہی دولت و ثروت اس کی حالت اور بھی ناگفتہ بہ ہے۔ جو چند زمینداریاں ، جائدادیں اور معافی داریاں دستبردِ زمانہ سے بچ رہی ہیں وہ بھی سود در سود کے پھیر میں شئے مانند شئے دیگر کی مانند کے مصداق ہیں ورنہ ؎

ابھی کو ہم بڑی دولت بڑی حشمت سمجھتے ہیں

کہ مسجد میں ابھی ٹوٹا پھٹا ہے بوریا باقی

اے دوستو اور بزرگو ! اُس تباہی ، بربادی ، اور مصیبت کی درد انگیز داستانیں جو بغداد میں چنگیز اور ہلاکو نے تمہارے خاندان پر برپا کی تھی اب پارینہ ہو گئی ہیں اور ان کا تذکرہ صرف کتبِ تاریخ کے چند صفحات پر باقی رہ گیا ہے۔ لیکن آج اس زمانہ میں جو تباہی اور مصیبت جہالت کے چنگیز اور ہلاکو نے تم پر تمہاری اولاد پر اور تمہارے خاندان پر ڈالی ہے کیا وہ ہماری عبرت کے لیے کافی نہیں ؟ کیا ہمارے تنزل اور پستی ، فلاکت اور تباہی کا اب بھی کوئی اور درجہ باقی ہے جناب حالی کے یہ اشعار بالکل ہمارے حسبِ حال ہیں۔ ؎

بہت آگ چلمو ں کی سلگانے والے ٭ بہت گھاس کی گٹھڑیاں لانے والے

بہت دربدر مانگ کر کھانے والے ٭ بہت فاقہ کر کرکے مرجانے والے

جو پوچھو کہ کس کان کے ہیں وہ جوہر

تو نکلیں گے نسلِ ملوک ان میں اکثر

انہیں کے بزرگ ایک دن حکمراں تھے ٭ انہیں کے پرستار پیر و جواں تھے

یہی ما منِ عاجز و ناتواں تھے ٭ یہی مرجع دیلم و اصفہاں تھے

یہی کرتے تھے ملک کی گلہ بانی

انہیں کے گھروں میں تھی صاحبقرانی

سلہ اے آلِ عباس ! عبرت کی جا ہے ٭ کہ شاہوں کی اولاد در در گدا ہے

سلہ ۔ ربا اسلام کی بجائے آلِ عباس کو ضرورتاً مخاطب کر سکتا ہوں ۔ لفظی ترجمہ آل [illegible] شعر [illegible]

جیسے شفنے افلاس میں مبتلا ہے ۔ جیسے دیکھے مفلس و بینوا ہے

نہیں کوئی ان میں کمانے کے قابل
اگر ہیں تو ہیں مانگ کھانے کے قابل

جب یہ حالت اور کیفیت ہے تو کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ ہم گرد و پیش کے حالات سے سبق لیں اور آیندہ نسل کو تباہی اور فنا کے غار سے بچانے کی کوشش کریں ۔ مجھے یہ ظاہر کرنے سے بیحد مسرت ہے کہ میرے برادر

مکرم مولوی حکیم سید فرید احمد صاحب اور برادر محترم سید جعفر شاہ صاحب بی اے کی مساعی جمیلہ سے عنقریب ایک باقاعدہ تحریک کا آغاز ہونیوالا ہے اور امید ہے کہ بزرگان خاندان اپنی توجہ اور شرکت سے معاونت فرمانے میں تساہل کو راہ نہ دینگے ، اور اپنے اسلاف کے عظمت و حشمت کی داستانوں اور انکے علمی و اخلاقی کارناموں پر بیجا فخر کرنے کے بجائے اپنی موجودہ حالت کا بغور مطالعہ فرمانے کے بعد ملی تدابیر اختیار کرنے میں دریغ نفرمائینگے

ایک عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ۔

إِنْ فَخَرْتَ بِآبَاءٍ مَضَوْا سَلَفًا
قُلْنَا صَدَقْتَ، وَلٰكِنْ بِئْسَ مَا وَلَدُوْا

(یعنی اگر تم کو اپنے بڑوں پر فخر ہے تو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ ایسے ہی تھے مگر اولاد بری چھوڑ گئے ۔)

مجھکو اپنی نا قابلیتی سے شرم آتی ہے کہ میں ان خیالات کو بطریق احسن ظاہر کرنے سے معذور ہوں ، جو عرصہ سے میرے دماغ میں دوسری اقوام کی کوششوں کو دیکھ دیکھ موجزن رہتے ہیں ، اور بار بار یہ خواہش دل میں پیدا ہوتی ہے کہ کاش ہماری قوم بھی اس قسم کی کوششوں کی طرف متوجہ ہوتی

اب "سیرۃ العباس" کی چھپائی کا اہتمام میرے ذمہ کیا گیا، اور اس عرصہ میں اسکے پروف کی صحت کرنے کی وجہ سے دو تین مرتبہ گویا میں نے تمام کتاب کو ختم کیا، اور اس دوران میں پھر اس خیال میں ایک جوش اور ہیجان پیدا ہوا، اور میں نے چاہا کہ اس خیال کو "سیرۃ العباس" کے ابتدائی صفحات میں طبع کرا دوں، ورنہ اس کتاب پر محاکمہ کرنا اور اس پر تنقیدانہ نظر سے ریویو لکھنا مقصود نہ تھا بلکہ محض وہ خیال ظاہر کرنا تھا جو کیا گیا۔ باقی "سیرۃ العباس" کے متعلق کچھ لکھنا اور اس پر تنقید کرنا اُن حضرات کا کام ہے جو اس میدان کے مرد اور اس دریا کے تیراک ہیں۔

خاکسار

محمود احمد عباسی

محمڈن کالج۔
علی گڈھ - ۱۸- جون ۱۹۱۲ء

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم

اما بعد ہیچمداں زماں خادم العلماء فقیر فرید احمد ابن مولانا مولوی علی محمد ابن قدوۃ العارفین حضرت احمد علی شاہ العباسی الہاشمی الامروہی جمیع اہل اسلام کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ میں ایک عرصہ سے خیال کر رہا تھا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عم بزرگوار شیر بیشہ مخوف غضنفر بادیۂ لا احصی ثنا نیر برج اتقا گوہر درج اجتبا مظہر الجود والعلم والسخا عامر بیت اللہ سید بنی ہاشم و رئیس اہل البطحا خاتم المہاجرین الامام الہمام سیدنا و مولانا ابو الفضل حضرت عباس ابن عبد المطلب القرشی الہاشمی صاحب السقایۃ والرفادہ و معاون خاتم النبیین فی الجاہلیۃ والاسلام۔ علیٰ نبینا و علیہ و علیٰ آلہ واہلبیتہ صلوٰۃ اللہ و سلامہ الیٰ یوم القیامہ کی سوانح عمری لکھوں کیونکہ ان کی وہ شان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مخاطب فرما کر ارشاد فرماتے ہیں والذی نفسی بیدہٖ لا یدخل قلب رجل الایمان حتی یحبکم للہ و رسولہ ثم قال ایھا الناس من اذی عمی فقد اذانی فانما عم الرجل کصنو ابیہ۔ یعنی آنحضرت قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ "نہ داخل ہوگا ایمان کسی کے دل میں جب تک تم سے خدا و رسول کے واسطے سے محبت نہ رکھے" پھر فرمایا کہ لوگو جس شخص نے میرے عم حضرت عباس کو تکلیف دی اُس نے مجکو تکلیف دی کیونکہ ہر شخص کا عم اسکے باپ کی مثل ہوتا ہے" کہیں یوں ارشاد ہوتا ہے ھذا بقیۃ آبائی (یعنی حضرت عباس میرے آباؤ اجداد کی نشانی ہیں) پس حضرت عباس عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ شان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ان کی شادی بنو جرہم کی ایک شریف بی بی سے ہوئی جن سے نابت پیدا ہوئے ان کی
زبان مادری عربی تھی یہاں سے برابر ان کی نسل میں عربی زبان جاری ہو گئی۔ اس درمیان
میں دو بار حضرت ابراہیم خلیل اللہ مکہ میں تشریف لائے مگر حضرت اسمٰعیل سے ملاقات نہوئی
تیسری بار جب حضرت ابراہیم خدا کے حکم سے بیت اللہ بنانے کے لیے آئے ہیں راستہ
میں حضرت جبرئیل سے جب کسی شہر وگاؤں پر پہونچتے دریافت کرتے کہ کیا یہاں بیت اللہ
بنانے کا حکم ہے حضرت جبرئیل انکار کرتے آخر جب مکے پہونچے یہاں پھر حضرت ابراہیم نے
دریافت کیا تو حضرت جبرئیل نے کہا کہ ہاں یہاں بنانے کا حکم ہے۔ جب حضرت ابراہیم مکہ میں
آئے ہیں تو حضرت اسمٰعیل کو دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے اپنے تیروں کو درست
کر رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم نے سلام کیا اور سواری سے اُتر کر ان کے پاس آ بیٹھے اور
فرمانے لگے اے اسمٰعیل مجکو خدا نے ایک کام کے واسطے حکم دیا ہے حضرت اسمٰعیل نے کہا
کہ آپ کو فوراً حکم کی تعمیل کرنی چاہیے وہ کیا کام ہے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ مجکو میرے رب نے
حکم دیا ہے کہ میں اس کی عبادت کے لیے ایک گھر بناؤں۔ حضرت اسمٰعیل نے عرض کیا کہ
کس موقع پر بنانے کا حکم ہوا ہے۔ حضرت ابراہیم نے اُس زمین کی طرف اشارہ کیا جہاں اب
خانہ کعبہ ہے۔ یہ پہلے ایک ٹیلہ سرخ زمین کا تھا جسکے چاروں طرف سنگریزے پڑے ہوئے تھے
حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ان دونوں بزرگواروں کا جب یہ مشورہ ہو چکا تو دونوں
حضرات کھڑے ہوئے اور بیت اللہ کی بنیادیں کھودنی شروع کیں کہ اتنے میں پرانی بنیادیں
نکل آئیں اُسی پر انھوں نے تعمیر شروع کی اُس وقت یہ دعا مانگتے جاتے تھے۔ ربنا تقبل
منا انک انت السمیع العلیم یعنی خدایا (ہمارے اس گھر کے بنانے کو) قبول فرما۔ بیشک
آپ دعا کو سُنتے ہیں۔ اے رب ہم سے قبول کر بیشک آپ سننے والے اور جاننے والے ہیں ؏
غرض حضرت اسمٰعیل اپنے دوش مبارک پر پتھر لاتے تھے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ سلسلہ وار

چنتے جاتے تھے نصف گز عمارت روز بنا لیتے تھے جب دیواریں اونچی زیادہ ہوگئیں کہ حضرت اسمٰعیل کا ہاتھ نہ پہونچ سکا تو حضرت ابراہیم ایک پتھر پر کھڑے ہوگئے چاروں طرف اس پتھر کو پھیر پھیر کر عمارت بناتے جاتے تھے جب دروازہ کے پاس پتھر رکھا گیا تو پھر یہاں سے علیحدہ نہیں کیا گیا۔ اس پتھر پر نشان قدم مبارک حضرت خلیل اللہ کا ہوگیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی پتھر کو مقام ابراہیم کے ساتھ تعبیر کیا ہی۔ جب حضرت ابراہیم عمارت بناتے بناتے اُس موقع پر پہونچے جہاں اب حجر اسود ہی تو بعض روایتوں سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ جبل ابوقبیس پر حضرت آدم کا پتھر رکھا ہوا تھا حضرت ابراہیم وہاں سے اسکو اُٹھا لائے۔ اسی وجہ سے اسکو ابوقبیر کہتے ہیں چونکہ اس سے اس پتھر کا اقتباس کیا گیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ابوقبیس ایک شخص تھا جسنے اس پہاڑ پر عمارت بنائی تھی اسکے نام سے یہ مشہور ہوا۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت ابراہیم نے حضرت اسمٰعیل کو حکم دیا کہ حضرت آدم والا پتھر تلاش کرکے لاؤ۔ جب حضرت اسمٰعیل کو نہ ملا تو مایوسانہ حالت میں حضرت ابراہیم کی خدمت میں آئے دیکھا تو حجر اسود رکھا ہوا تھا۔ اُنھوں نے دریافت کیا کہ اسکو کون لایا حضرت ابراہیم نے فرمایا جسنے بیت اللہ کے بنانے کا حکم دیا ہی اُسی نے بھجوا دیا ابھی حضرت جبرئیل لیکر آئے ہیں۔ جب حضرت ابراہیم اس عمارت سے فارغ ہوئے تو اس کی تولیت حضرت اسمٰعیل سے متعلق رہی۔ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی عظمت قلوب کے اندر ڈالدی تھی کہ عوام وخواص سب اسکے طواف و حج کو آنے لگے تھے۔ چنانچہ بہت سے انبیا خصوصاً حضرت اسحٰق، حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ حضرت صالح نے حج بیت اللہ کیا ہی۔ عبداللہ ابن زبیر سے روایت ہی کہ انبیاء بنی اسرائیل میں سے ایک ہزار نبیوں نے حج کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ مسجد خیف میں ستر نبیوں نے نماز پڑھی ہی ان میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تھے۔ مجاہد سے روایت ہی کہ پچھتر نبیوں نے حج بیت اللہ کیا۔ حضرت اسمٰعیل کے دو بیٹے مشہور ہیں قیدار و نابت انہیں سے ان کی اولاد کا سلسلہ چلا

چونکہ بنو جرہم اور بنو عمالیق و بنو خزاعہ سے حضرت اسمٰعیل اور ان کی اولاد کی رشتہ داری ہو گئی تھی، ایک عرصہ کے بعد عمارت بیت اللہ منہدم ہو گئی تو بنو عمالیق نے اسکو بنایا۔ پھر خراب ہو گئی تو بنو جرہم نے اس کی مرمت کی چونکہ بوجہ انقلاب زمانہ حضرت اسمٰعیل کی اولاد عرب میں مختلف مقامات پر جا بسی تھی مکہ میں سوائے قیدار بن اسمٰعیل کے کوئی نہیں رہا تھا۔ بنو جرہم سے بنو اسمٰعیل کی قریب کی رشتہ داری تھی اور وہ لوگ ظاہری سامان بھی اچھا رکھتے تھے اور نیز مرمت بیت اللہ بھی کرتے تھے اس وجہ سے وہ لوگ خود متولی ہو گئے پھر کچھ عرصہ کے بعد بنو عمالیق بنو جرہم پر غالب ہو گئے اور تولیت بنو جرہم سے نکل گئی۔ بنو جرہم نے جو یہ دیکھا کہ ہماری برسوں کی محنت پر ایک دم سے پانی پھر گیا تو انھوں نے اپنی گئی ہوئی عزت کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے بنو اسمٰعیل کو جو اصلی متولی تھے اپنے ساتھ ملا لیا اور دونوں کی متفقہ کوشش نے بنو عمالیق کو خدا کے مقدس گھر سے علیحدہ کر دیا۔ مگر تھوڑے عرصہ کے بعد بنو بکر ابن عبد مناف بن کنانہ از اولاد اسمٰعیل رضؓ و بنو خزاعہ نے بنو جرہم پر حملہ کیا اور نہایت خوں ریزی کے بعد بنو جرہم ہمیشہ کے لیے مغلوب ہو گئے اور اسکے خانہ کعبہ کی تولیت بنو بکر و بنو خزاعہ کے قبضہ میں آگئی۔ بنو خزاعہ سے بنو اسمٰعیل کی رشتہ داری بھی تھی یعنی نابت کی شادی بنو خزاعہ میں ہوئی تھی۔ ایک زمانہ کے بعد حضرت عباس کے اجداد میں چوتھی پشت میں جناب قصیّ بن کلاب تھے انھوں نے بنو خزاعہ سے یہ خدمت مول لیلی اور ان کو بیدخل کر دیا جب سے جناب قصیّ نے عنان حکومت اپنے قبضہ میں لی۔ اسی زمانہ سے قریش کے اقتدارات بڑھنے شروع ہوئے جسکو بالتفصیل لکھتا ہوں۔

قصیّ بن کلاب کا اصلی نام زید تھا مگر اس زمانہ کے لوگ ان کو مجمع بھی کہتے تھے کیونکہ تمام قبائل قریش کو انھوں نے اپنی ذاتی کوشش سے مکہ میں جمع کیا تھا۔ قصیّ کے زمانہ سے تولیت مستقل طور سے بنو اسمٰعیل میں آئی قصیّ چونکہ ابتدا ہی سے نیک چلن با مروت، سخی اور شجاع تھے اور خدا نے شروع ہی سے ان کی طینت میں ہمدردی اور حمیت قومی کا خمیر

کر دیا تھا ان کے خیالات پاک اور اخلاق بالکل شائستہ اور مہذب تھے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر خلیل خزاعی نے جو بنو خزاعہ کا نہایت دانشمند سردار تھا اور خانہ کعبہ کا متولی بھی یہی تھا اس نے اپنی بیٹی حبی کا قصیؔ سے نکاح کر دیا جب خلیل کا آخری وقت ہوا تو اس نے اپنی بیٹی حبی کو تولیت بیت اللہ کی وصیت کی لیکن اُس نے اپنے باپ سے کہدیا کہ میں اس قابل نہیں کہ اس خدمت کو انجام دیسکوں لہذا کسی ہوشیار اور قوی شخص کے متعلق یہ خدمت کرنی چاہیے۔ خلیل نے ابو غبشان خزاعی کو جو اسکا رشتہ دار تھا یہ خدمت سپرد کر دی مگر چند ہی روز کے بعد قصیؔ نے شراب کی کئی مشکیں اور کچھ اونٹ اور پارچہ بیش قیمت ابو غبشان کو دیکر تولیت اور مکہ کی حکومت اس سے مول لیلی۔ قبیلہ خزاعہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ نہایت جوش کے ساتھ قصی کے مقابلہ کو کھڑا ہو گیا۔ قصی نے بھی بنی کنانہ اور قریش کو اپنی مدد کے لیے جمع کر کے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا دونوں فریق عین حرم میں اور خاص ایام تشریق میں معرکہ آرا ہوئے۔ کئی روز تک برابر خوں ریزی ہوتی رہی اور بنو خزاعہ کے بہت سے لوگ مارے گئے۔ آخر صلح کی تحریکیں شروع ہوئیں اور فریقین اس بات پر راضی ہو گئے کہ عرب کے ایک ہوشیار منصف مزاج سردار کو پنچ مقرر کیا جائے جو وہ فیصلہ دے فریقین اسکو خلوص قلبی سے قبول کر لیں۔ چنانچہ یعمر بن عوف جو عرب کا مشہور کاہن تھا پنچ قرار پایا۔ جب یہ دونوں فریق اسکے پاس گئے تو اُس نے کہا کہ تم سب لوگ صبح کو صحن کعبہ میں جمع ہونا میں وہاں آکر انصاف کیساتھ فیصلہ کر دونگا۔ دوسرے روز فریقین صحن کعبہ میں جمع ہوئے۔ یعمر نے ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر آواز بلند کہا کہ لوگو سنو اور غور سے سُنو جو فیصلہ میں تم کو سُناتا ہوں میرے نزدیک نہایت منصفانہ اور بے لگاؤ ہے۔ میں اب کعبہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہارے مقدمہ میں میں نے ایسا صاف اور سیدھا فیصلہ تجویز کیا ہے جس میں ذرہ برابر ایک کا حق دوسرے پر نہیں چھوڑا گیا۔ یاد رکھو اس میں کچھ شک نہیں کہ قصیؔ بن کلاب بیت اللہ کی تولیت کے ہر طرح مستحق ہیں اور بوجہ ظاہری و

باطنی وجاہت کے اسکو نباہ بھی سکتے ہیں ہواس فیصلہ کو سُنکر سب نے منظور کر لیا۔ اور قصیّ بن کلاب پر تولیت بیت اللہ کا تقرر ہوگیا۔ قصیّ کو قصی اس وجہ سے کہنے لگے تھے کہ ابتدا میں یہ قبیلہ قضاعہ میں جا بسے تھے اور وہ مکہ سے بہت دور تھا۔ قاصی بعید کو کہتے ہیں۔ اس مناسبت سے ان کا لقب قصیّ پڑگیا۔ چونکہ حضرت اسمٰعیل کی اولاد کے علاوہ عرب کے دوسرے قبیلے بھی دین ابراہیمی میں شامل ہوگئے تھے۔ اس حساب سے تمام عرب کا معبد بیت اللہ بھی ہوگیا تھا اور لوگ گروہ گروہ سال بسال حج اور وقتاً فوقتاً عمرہ کی غرض سے آتے تھے متولی خانہ کعبہ کا فرض تھا کہ تمام حجاج کی آسایش کا سامان کرے اُنکے کھانے پینے کا انتظام کرے اگر اُن میں یا مکہ والوں میں جنگ جدال ہوجائے اُسکا فیصلہ کرے۔ اس بنا پر قصیّ نے یہ انتظام کیا کہ دار الندوہ قایم کیا جہاں بیٹھکر تمام مقدمات کا فیصلہ کیا کرتے تھے۔ سقایہ کا انتظام کیا یعنی حجاج کو پانی پلانے کا اہتمام کیونکہ عرب میں پانی کی قلت تھی۔ قصیّ ایسا عمدہ انتظام کیا کرتے تھے کہ تمام حاجیوں کو نہایت مستعدی سے پانی پلاتے۔ رفادہ یعنی کھانا کھلانے کی خدمت۔ یہ خدمت سقایہ سے بھی زیادہ مشکل تھی۔ کیونکہ عرب میں اناج کی پیداوار تو تھی نہیں چار و ناچار اناج باہر سے آتا تھا۔ اسکے واسطے چاہیے زر کثیر کیونکہ حجاج کی کثرت ہزاروں ہی تک تو نہ ہوتی تھی اور برس کے بارہ مہینے اُن کا تانتا لگا ہی رہتا تھا اسکے علاوہ ہمیشہ قحط رہتا تھا۔ پس قصیّ بن کلاب نہایت مستعدی سے یہ تمام خدمتیں انجام دیا کرتے تھے۔ حجابت یعنی خانہ کعبہ کی دربانی کی خدمت۔ لوار۔ لڑائی کے وقت متولی خانہ کعبہ لڑائی کا جھنڈا اُٹھاتے تھے۔ یہ خدمت بھی قصیّ ہی کے متعلق تھی قصیّ کے ان انتظاموں سے قریش کا اقتدار و عظمت تمام قوموں پر دوبالا ہوگیا کیونکہ انکے اقتدارات ابتدا میں کئی پشتوں تک بالکل محدود تھے۔ وجہ اس کی یہی تھی کہ عرب میں سب سے زیادہ مقتدر اور باوقعت اور معزز و ممتاز وہ لوگ گنے جاتے ہیں جنکے ہاتھ میں خانہ کعبہ کی تولیت ہوتی تھی۔ اور یہ خدمت ایک زمانہ تک قریش کے علاوہ اور لوگوں کے متعلق ہوگئی تھی۔

قصیٰ کا آخری وقت

آخر جناب قصیٰ بن کلاب کی کوشش سے قریش کو پھر وہی عزت حاصل ہوگئی۔ قصیٰ کا جب آخری وقت ہوا تو انھوں نے بلحاظ عمر اپنے بڑے بیٹے عبدالدار کے متعلق سب خانہ کعبہ کی خدمتیں کردیں۔ اگرچہ انکے چھوٹے بیٹے جناب عبدمناف کی فضل و بزرگی کی دلچسپ حکایتیں قبائل قریش کی زبان پر جاری ہوچلی تھیں۔ چنانچہ اسی زمانہ میں قریش[1] نے ان کے وفور کرم سیادت و سخاوت و خوبصورتی کی وجہ سے ان کو فیاض قمر۔ سید اور فہد کا لقب دیدیا تھا مگر اکبر اولاد ہونے کی وجہ سے عبدالدار ہی ان خدمتوں کے مہتمم ٹھہرے۔ قصیٰ نے ایک مجمع عام میں اسکا اعلان بھی کردیا تھا۔ قصیٰ کا جب بالکل ہی آخری وقت ہوگیا تو عبدالدار کو اپنے پاس بلایا اور کہا بیٹا اگرچہ تیرے دوسرے بھائی اور بنو عم فضل و شرف میں تجھ پر کھلی ہوئی فوقیت رکھتے ہیں مگر میں نے وہ تدبیر کی ہے کہ سب پر تیری ہی فضیلت رہیگی۔ وہ یہ ہے کہ حجابت کی خدمت میں نے تیرے متعلق کردی ہے۔ جب تک تو خانہ کعبہ کا دروازہ نہ کھولیگا کوئی شخص کعبہ میں نہ جاسکیگا۔ لوار کی خدمت بھی تجھے دیدی ہے۔ جب تک تو لڑائی کا جھنڈا نہ اُٹھائیگا قریش کا ایک آدمی بھی لڑائی کے واسطے نہیں نکلیگا۔ سقایہ بھی تجھے دیدیا ہے تو ہی سب حجاج کو پانی پلائیگا اور سب قریش تیری معاونت کرینگے۔ علیٰ ہٰذہ رفادہ کی خدمت بھی تیرے ہی انتظام سے ہوگی۔ یعنی تو ہی سب کے کھانے کا انتظام کریگا۔ دارالندوہ کا صدر انجمن تو ہی بنایا جائیگا۔ تیرے بغیر مشورہ کے قریش کا کوئی مقدمہ فیصل نہیں ہوگا۔ قیادہ یعنی سپہ سالاری فوج کی تیرے علاوہ اور کسی کو نہیں ہوگی"۔ غرض قصیٰ کی کوشش سے عبدالدار کے متعلق یہ سب خدمتیں ہوگئیں مگر عبدالدار نے اپنے چھوٹے بھائی عبدمناف کی فضیلت و مقبولیت عامہ دیکھ کر اپنی خوشی سے ان عہدوں میں اپنا شریک کرلیا۔ عبدالدار اور عبدمناف کی زندگی میں تو کوئی قصہ جھگڑا ہوا نہیں۔ ان کے انتقال کے بعد دونوں کی اولادمیں خاندانی نزاع پیدا ہوگئے۔ بنو عبدمناف یعنی ہاشم۔ مطلب۔ عبدشمس۔ نوفل۔

عبدمناف کی فضیلت

عبدالدار نے عبدمناف کو شریک کرلیا

عبدمناف کی اولاد

[1] دیکھو مناجۃ الطرب فی تقدمات العرب عربی صفحہ ۴۸ مطبوعہ بیروت

یہی چار شخص عبد مناف کے مشہور فرزند تھے۔ ان سب نے مل کر چاہا کہ اپنے بنی عم یعنی عبد الدار کی اولاد کو بالکل بے دخل کر دیں۔ چونکہ ان کا منشا باہمی صلح و سازگاری سے پورا ہونے والا نہ تھا اس لیے فریقین جنگ پر آمادہ ہوگئے۔ بنو عبد مناف عطر سے بھرا ہوا ایک طشت لیکر نکلے اور مسجد الحرام میں پہونچکر کعبہ کے دروازہ کے پاس رکھ کر چہار اطراف پکار کر کہدیا کہ جو شخص ہمارے ساتھ ہونا چاہے اس عطر بھرے ہوئے طشت میں ہاتھ ڈبو دے۔ یہی لوگ مطیبوں کے لقب سے پکارے گئے۔ مطیبوں کے ساتھ قریش کے پانچ مشہور اور زبردست قبائل نے ہمدردی ظاہر کرکے بہت سا چندہ جمع کر دیا۔ یہ لوگ حسب ذیل ہیں۔ بنو عبد مناف بنو زہرہ۔ بنو اسد بن عبد العزیٰ بن قصیّ۔ بنو تیم بن مرّہ۔ بنو الحارث بن فہر۔ دوسری طرف بنو عبد الدار کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو وہ بھی بنی مخزوم۔ بنو سہم۔ بنو عدی بن کعب کو ساتھ لیکر کیونکہ یہی انکے حلیف تھے نہایت جوش و خروش کے ساتھ رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے نکلے اور ایک جوان و قوی اونٹ کو ذبح کرکے اسکا خون طشت میں بھر کر ہر طرف اعلان کرا دیا کہ جو شخص ہمارا ساتھ دینا چاہے اس خون میں ہاتھ ڈبو دے اور کچھ چاٹ بھی لے۔ چنانچہ بہت لوگوں نے بنو عبد الدار کا ساتھ دینے کی غرض سے ایسا کیا اور یہ لوگ لعقۃ الدم کے نام سے مشہور ہوئے۔ الغرض دونوں طرف سے لڑائی پر آمادگی ظاہر کی گئی مگر خیریت ہوئی کہ ابھی فریقین میدان جنگ میں نہ اُترے تھے کہ صلح کے گھوڑے دوڑنے لگے اور آخر کار اس بات پر صلح ہوگئی کہ رفادہ۔ سقایہ۔ قیادہ یہ تین عہدے بنو عبد مناف کے قبضہ میں رہیں جو سب خدمتوں سے مشکل تھے۔ اور حجابہ۔ لوا پر بنو عبد الدار قابض رہیں۔ اور دار الندوہ کی صدارت دونوں میں مشترک رہے۔ پس اس فیصلہ پر فریقین راضی ہوگئے۔

بنو عبد مناف کی باہمی شرکت

بنو عبد مناف جب مذکورۂ بالا عہدوں یعنی رفادہ۔ سقایہ۔ قیادہ کے مالک ٹھہرے تو انھوں نے ان عہدوں کو باہم اس طرح تقسیم کیا کہ قیادہ یعنی جنگ کے وقت فوج کی سرداری کا عہدہ عبد مناف کے

فرزند عبد الشمس کے متعلق کیا چنانچہ عبد الشمس جب تک جیتے رہے اس عہدہ پر برقرار رہے
اس کے بعد ان کا بیٹا امیہ اور امیہ کے بعد اسکا بیٹا حرب اور حرب کے بعد اسکا بیٹا ابوسفیان صخر
بن حرب یکے بعد دیگرے اپنے اپنے وقت میں اس عہدے کے مالک رہے۔ عہدۂ رفادہ
یعنی اہل موسم کو کھانا دینا یہ منصب عبد مناف کے دوسرے فرزند جناب ہاشم جد امجد
حضرت عباس کے متعلق ہوا اور جناب ہاشم کے بعد ان کے فرزند جناب عبد المطلب پھر
عبد المطلب کے بعد ان کے بیٹے جناب ابو طالب کے جب تک حضرت عباس سن بلوغ کو
نہ پہونچے متعلق رہا۔ جب حضرت عباس ہوشیار ہوگئے تو حضرت عباس کے متعلق یہ منصب
ہوگئی بعد ازاں ان کی اولاد میں مستمر رہی جسکو آگے چل کر ہم بالتفصیل لکھیں گے۔ عہدہ سقایہ
یعنی حجاج کو پانی پلانے کی خدمت یہ بھی بنی ہاشم کے ہاتھ میں تھی۔ ہاشم کے بعد ان کے
بھائی مطلب کے ہاتھ میں رہی۔ مطلب کے انتقال کے بعد ان کے بھائی نوفل بن عبد مناف
نے اپنے بھتیجے عبد المطلب شیبۃ الحمد بن ہاشم سے یہ عہدہ چھین لیا اور عبد المطلب کے
کچھ مکانات اور زمین بھی غصب کر لی۔ اس موقع پر اگرچہ عبد المطلب نے اپنی قوم سے بہت کچھ
فریاد کی لیکن نوفل کی وجاہت سے کسی کو اس کے مقابلہ میں ان کی مدد کرنے کی جرأت
نہ ہوئی۔ عبد المطلب نے مجبور ہو کر مدینے اپنے ماموں ابوسعد بن عدی کو یہ سارا واقعہ لکھ کر
بھیجا۔ ابوسعد بھانجے کے اس خط کو دیکھ کر رو دیا اور فوراً اسی سواروں کو ساتھ لیکر مدینے سے
مکہ معظمہ میں آیا تو مقام ابطح میں اترا۔ عبد المطلب کو ماموں کے آنے کی خبر ہوئی اور ملاقات کے
بعد اپنے گھر لانے کی استدعا کی تو ابوسعد بولا تاوقتیکہ میں نوفل سے بات نہ کر لوں تمہارے
گھر نہیں جا سکتا۔ ہاں تو بتاؤ کہ اسوقت نوفل کہاں ہے۔ عبد المطلب نے کہا کہ حطیم کے
متصل عظماء قریش کی مجلس میں۔ ابوسعد کھڑا ہو گیا اور مسلح ہو کر حطیم میں داخل ہوا نوفل نے
جوں ہی ابوسعد کو آتے دیکھا تعظیماً کھڑا ہو گیا اور کہا یا ابا سعد انعم صباحاً جس کے جواب
میں ابوسعد نے نہایت طیش کے لہجے میں کہا لا انعم اللہ لک صباحاً یہ کہتے ہوئے تلوار

عہدۂ رفادہ ہاشمیوں کے متعلق ہوا

عہدۂ سقایہ بنی ہاشم کے متعلق ہوا

تلوار میان سے کھینچ لی اور کہا رب کعبہ کی قسم اگر تو نے میرے بھانجے عبدالمطلب کو اس کی زمین اور مکانات اور عہدہ سقایہ ابھی واپس نہ کیا تو اسی تلوار سے تیرا خون پانی کی طرح بہا دونگا۔ اس موقع پر نوفل کو بجز اسکے اور کچھ کہتے نہ بن پڑا کہ میں عبدالمطلب کی زمین اور مکانات اور عہدہ سقایہ ابھی اسکو واپس کرتا ہوں اور اس پر تمام عظمار قریش کو ضامناً پیش کرتا ہوں۔ ابوسعد باطمینان تمام واپس آیا اور تین روز تک عبدالمطلب کے گھر مہمان رہا پھر عمرہ کرکے مدینہ واپس چلا گیا۔ سقایہ کا عہدہ بدستور عبدالمطلب کے ہاتھ میں آگیا اور انکے بعد جناب ابوطالب اس پر مامور ہوئے مگر ابوطالب نے اپنی زندگی ہی میں یہ عہدہ اپنے بھائی حضرت عباس کی طرف منتقل کردیا جسکو ہم آیندہ بتفصیل لکھیں گے۔ رہا عہدہ حجابہ تو یہ زمانہ اسلام تک بنو عبدالدار میں باقی رہا۔ فتح مکہ کے روز حضرت علی اور حضرت عباس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ خانہ کعبہ کی کنجی بھی بنی ہاشم میں رہے تاکہ رفادہ و سقایہ کے ساتھ حجابہ کی خدمت بھی ہم میں ہی ہوجائے یہ سن کر آنحضرت نے ابھی کوئی رائے نہیں قائم کی تھی کہ یہ آیت نازل ہوئی ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الیٰ اھلھا۔ یعنی خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ جن لوگوں کی امانت تمہارے پاس ہو وہ اس کے مالک کو پہنچا دو یہ وہ وقت تھا کہ کنجی سرور عالم کے پاس آگئی تھی۔ آپ نے اس آیت کے اترتے ہی وہ کنجی بنو عبدالدار میں پہونچادی۔ بنو عبدالدار میں سے عثمان بن طلحہ اُس وقت تھے۔ عثمان کے بعد اُن کے بھائی شیبہ اس عہدے پر ممتاز ہوئے اور اب تک یہ خدمت بنو شیبہ میں چلی جاتی ہے۔

اب ہم حضرت عباس کے جدامجد جناب عمرو العلا الملقب بہ ہاشم کے مختصر حالات لکھتے ہیں۔

ذکر جناب عمرو العلا الملقب بہ ہاشم جد امجد حضرت خاتم المہاجرین عباس بن عبد المطلب عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عبد مناف کے یوں تو کئی فرزند تھے مگر سب سے زیادہ سیر چشم اور فیاض حضرت عباس کے جد امجد جناب ہاشم تھے۔ ان کا اصلی نام عمرو العلا تھا۔ علما ان کو بوجہ جلو شان کہتے تھے یہ اور عبد الشمس دونوں حقیقی بھائی تھے اور اتفاق سے دونوں جوڑواں پیدا ہوئے تھے اور اس طرح کہ ہاشم کے پاؤں کا پنجہ عبد الشمس کی پیشانی سے چپٹا ہوا تھا جب یہ چھوڑایا گیا تو اس قدر خون بہا کہ عبد الشمس سر سے پاؤں تک نہا گیا اور تلوار سے کاٹا گیا تھا اس پر اُس زمانہ کے کاہنوں نے اور منجموں نے ان دونوں کے متعلق پیشینگوئی کی کہ عنقریب ان دونوں کی اولاد میں ایسی سخت خوں ریزی ہوگی جو تاریخ کے صفحوں سے کبھی نہ مٹے گی۔ خدا کی شان ایسا ہی ہوا کہ ہاشم اور عبد الشمس کے بعد دونوں کی اولاد میں خوں ریزی متوارث ہوگئی۔ یعنی ابوسفیان نے ایک عرصہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قوم کے ساتھ مقابلے کیے آخر حضرت عباس کی کوشش سے وہ مسلمان ہوگئے۔ ان کے بعد امیر معاویہ اور حضرت ولایت مآب اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب علیہ السلام میں بہت خونریزی ہوئی۔ پھر امیر معاویہ کے بیٹے یزید بن معاویہ اور جناب امام الثقلین حضرت امام حسین علیہ السلام میں ایسی ہوئی کہ اس واقعہ کے دیکھنے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ آخر مروانیوں کے دور میں بنی ہاشم پر ہمیشہ سخت سخت ظلم ہوتے رہے۔ جناب ابراہیم امام حضرت عباس کے پرپوتے اور جناب زید بن امام زین العابدین جناب ولایت مآب کے پرپوتے اور انکے فرزند یحییٰ بن زید، ان لوگوں کو سولیاں دی گئیں۔ ان کی نعشوں کو جلا کر خاک کرکے ہوا میں اُڑایا گیا۔ جناب امام علی

بن عبداللہ بن عباس کے کوڑے مارے گئے گھنٹوں ان کو دھوپ میں کھڑا رکھا گیا آخر سنہ ۱۳۲ھ میں حضرت عباس کی اولاد نے تمام بنی ہاشم کا بدلہ بنو امیہ سے لیا اور اس قدر خونریزی ہوئی جسنے بنو امیہ کی قوت کا چراغ ہمیشہ کے لیے گل کر دیا۔ غرض جناب ہاشم فطرۃً فیاض اور سیر چشم تھے اہل موسم کی نگرانی کی خدمت شاہانہ عظمت کے ساتھ کرتے تھے۔ رفادہ سقایہ نہایت سیر چشمی سے ادا کرتے تھے۔ خود بھی اپنے ذاتی مال سے مدد کرتے اور کمی ہوتی تو تمام قریش سے چندہ کرتے کیونکہ قومی کام تھا اور قریش کو اس چندہ کے واسطے نہایت فصیح لکچر سے برانگیختہ کرتے اسکا اثر یہ ہوتا کہ تمام سامعین کوشش کرکے بہت سا مال دارالندوہ میں اکٹھا کر دیتے۔ جب تک اہل موسم کا ہجوم رہتا جناب ہاشم کھانا پانی نہایت سخاوت و سیر چشمی سے برابر تقسیم کرتے۔

ہاشم کے ملقب ہونے کی وجہ

ہاشم کی وجہ تسمیہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ عرب میں قحط پڑا اور قریش بھوکوں مرنے لگے جناب ہاشم سے ان کی تکلیف نہ دیکھی گئی تو اپنی ذاتی بہت سی دولت لیکر ملک شام کو گئے اور وہاں سے آٹے اور روٹیوں کا بہت سا ذخیرہ خرید کر اونٹوں پر لادلائے یہاں آکر بہت سے اونٹ ذبح کیے اور روٹیوں کو شوربہ میں بھگو کر ثرید بنایا اور لوگوں کو کھلایا کہ وہ خوب سیر ہو گئے۔ اسوقت سے یہ ہاشم کے لقب سے پکارے جانے لگے۔ کیونکہ ہشم کے لغوی معنی توڑنے کے ہیں چونکہ انھوں نے روٹی توڑ کر سالن میں بھگوئی تھی اس سے ہاشم کے نام سے مشہور ہوئے اور ایسے مشہور ہوے کہ اسم عمرو سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ جناب ہاشم کو فیاضی کے علاوہ ذاتی وجاہت اور تمکنت و وقار بہت کچھ حاصل تھا اور قدرت نے ان کی جسمانی ساخت میں ایک خاص اعتدال و دیعت کیا تھا کہ ان کے حسن جمال ظاہری اور باطنی کی وجہ سے قبائل عرب عمائد و احبار اپنی لڑکیاں ان کے نکاح میں دینے کی غرض سے پیش کرتے تھے یہانتک کہ بادشاہ روم نے یہ پیام دیا تھا کہ اگر تم یہاں آجاؤ تو میں اپنی دختر نیک اختر سے کہ وہ نہایت حسین اور حسین ہونیکے

علاوہ بریں یہ لطیفہ گو ہیں ہم نے تمہارے مکارم اخلاق اور جود وسخا کا شہرہ سُنا ہے اس وجہ سے ہم چاہتے ہیں کہ تم ہمارے پاس آؤ کہ ہم تمہارا اس لڑکی کے ساتھ عقد کر دیں۔ جناب ہاشم نے اپنے وطن کو چھوڑنا اور نیز حجاج کی خدمت اور بیت اللہ کی عمارت کو چھوڑنا پسند نہ کر کے صاف انکار کر دیا اور خزرجیوں میں کا ایک مشہور قبیلہ بنی عدی بن النجار یثرب یعنی مدینہ میں بستا تھا۔ آگے چل کر یہ لوگ انصار کے لقب سے مشہور ہوئے جناب ہاشم نے اس قبیلہ میں ایک شریف النسب اور نجیب الطرفین بی بی سلمیٰ بنت عمرو بن زید سے شادی کی انہیں کے بطن سے ایک صاحبزادے باوقار پیدا ہوئے جو عبد المطلب کے نام سے مشہور ہوئے ورنہ ان کا اصلی نام شیبۃ الحمد تھا۔ جناب عبد المطلب دودھ ہی پیتے تھے کہ جناب ہاشم کا پیمانہ حیات لبریز ہو کر چھلک گیا اور وہ اپنے ہونہار بیٹے کو ماں کی گود میں سوتا چھوڑ کر عالم آخرت کو سدھارے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب ہاشم شام کو بغرض تجارت گئے تھے وہیں انتقال کیا۔ اور وصیت کی کہ لوار نزار و قوس حضرت اسمٰعیل جناب عبد المطلب کے متعلق ہو۔

ذکر عبد المطلب شیبۃ الحمد والد ماجد حضرت عباس عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم

جناب عبد المطلب مدینہ میں پیدا ہوئے۔ جب یہ پیدا ہوئے تو ان کے سر کے بال کچھ سفید تھے اس مناسبت سے شیبۃ الحمد کے نام سے مسمی ہوئے۔ یہ ترکیبی نام اس غرض سے رکھا گیا تھا کہ یہ بڑے بوڑھے ہوں اور لوگ ان کے اخلاق و کرم کی تعریف کریں کیونکہ شیبہ بوڑھے کو کہتے ہیں اور حمد کے معنی تعریف کے ہیں۔ خدا کی شان ایسا ہی ہوا کہ ایک سو چالیس سال کی عمر ہوئی اور اخلاق ایسے پائے کہ تمام عرب نے ان کو اپنا سردار تسلیم کر لیا۔ جناب عبد المطلب جب تک اپنے ماں کی آغوش محبت میں رہے اسی نام سے مسمی رہے۔ جب کھیل کود کے

نہایت سختی اور بیرحمی سے انکار کردیا۔ عبدالمطلب جب زندگی سے مایوس ہوگئے اور یہ ارادہ کیا کہ پانی کے لیے کہیں دوسری طرف جائیں کہ اچانک اونٹنی کے قدموں کے نیچے ایک چشمہ نکلا جو انھوں نے اسکا پانی پیا اور قریشیوں سے کہا کہ بھائی تمہارا پانی گرم ہوگیا ہوگا تو ٹھنڈا پانی پیو۔ اُن لوگوں نے جب یہ دیکھا تو کہا کہ اب ہمارے تمہارے درمیان خدا نے فیصلہ کردیا اب ہم کو تمہاری اطاعت و فرماں برداری کرنی چاہیے۔ غرض عبدالمطلب بخیر و عافیت واپس آئے۔ عبدالمطلب کو جب چاہ زمزم کے کھودنے میں دقتیں پیش آئی تھیں۔ صرف ایک بیٹے حارث انکے ہمراہ تھے تو اُس وقت نذر کی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھکو دس فرزند عطا فرمائے گا تو میں ایک بیٹے کو اس کی راہ میں قربان کردونگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دس فرزندان کو عطا فرمائے۔ انھوں نے اپنی نذر پورا کرنے کا ارادہ کیا اور سب بیٹوں پر قرعہ ڈالا حضرت عبداللہ والد ماجد حضور پُر نور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر قرعہ آیا۔ عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کو ذبح کرنے کے لیے لٹایا اور چاہتے تھے کہ گلے پر چھری پھیر دیں۔ حضرت عباسؓ عم رسول اللہ سے بوجہ جوش خون نہ دیکھا گیا اور اپنے باپ کے سر کے نیچے سے حضرت عبداللہ کو کھینچ لیا یہانتک کہ ایک کھرونٹ پیشانی میں حضرت عبداللہ کے آگئی اور اسکا نشان آخر وقت تک رہا اور نیز سب بھائی اور اعیان قریش مانع آئے تھے۔ عبدالمطلب مجبور ہوگئے اور سجاح کاہنہ کے پاس گئے اور صورت حال بیان کی سجاح نے کہا کہ تمہارے یہاں دیت کا کیا قاعدہ ہے انھوں نے کہا کہ دس اونٹ تو سجاح نے کہا کہ عبداللہ کے مقابلہ میں دس اونٹ رکھو اور قرعہ ڈالو غرض ایسا ہی کیا گیا۔ قرعہ ہر بار عبداللہ کے نام آتا تھا اور ہر دس اونٹ ہر قرعہ پر زیادہ کردیے جاتے تھے یہانتک کہ سو اونٹ ہوگئے اُس وقت قرعہ اونٹوں پر آیا جب عبدالمطلب نے اپنی نذر کا ایفا سو اونٹوں پر کردیا اور حضرت عبداللہ محفوظ رہے۔[1] جناب عبدالمطلب جب کچہری کرتے تھے تو اُنکے واسطے ایک بڑا تکیہ بیت اللہ کی دیوار کے پاس رکھا جاتا اور عمدہ

---

[1] سیرۃ النبوۃ عربی مطبوعہ مصر ۵۲ روضۃ الصفا

فرش بچھائے جاتے وہاں بیٹھکر مقدمات کا فیصلہ کرتے ان کا فیصلہ ایسا عمدہ ہوتا تھا کہ
فریقین اسکے سامنے گردنیں جھکا دیتے تھے۔ عبدالمطلب بڑے استقلال و تمکین وقار کے
آدمی تھے۔ چنانچہ جب ابرہہ بادشاہ بیت اللہ کے مسمار کرنے کے لیے ایک عظیم الشان
لشکر لیکر آیا تھا جس میں ہاتھی بھی بکثرت تھے اسکے لشکر کے لوگ جناب عبدالمطلب کے
اونٹ پکڑ لے گئے۔ یہ اسکے پاس گئے اُس نے ان کی وجاہت اور شان و شوکت دیکھ کر
تعظیم دی اور حال دریافت کیا انھوں نے کہا کہ ہمارے اونٹ تمہارے لشکر کے آدمی لے
آئے ہیں وہ ہم کو واپس ملنے چاہییں۔ اُس نے کہا کہ تم سید قریش ہو اسکے لیے تم نے
تکلیف کی۔ تم اگر اس وقت یہ خواہش کرتے کہ میں تمہارے خانہ کعبہ کو مسمار نہ کروں جسکے
واسطے ایسا عظیم الشان لشکر لیکر آیا ہوں تو میں منظور کر لیتا اور واپس چلا جاتا۔ عبدالمطلب نے
نہایت بے پرواہی سے جواب دیا کہ جسکا گھر ہے وہ خود اسکا حافظ و ناصر ہے ہمیں کچھ فکر کرنے
کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کہکر واپس آئے اور خانہ کعبہ میں بیٹھ کر خدا سے دعا کی کہ خدایا یہ گھر تیرا ہے
تو ہی اسکو دشمنوں کے ہاتھ سے محفوظ رکھ۔ خدا نے ان کی دعا کو مقبولیت کے درجہ پر پہونچایا
چنانچہ دوسرے دن صبح سے اُس نے حکم دیا کہ یہ لشکر خانہ کعبہ کی طرف روانہ ہو اور اُس کو
مسمار کر دے۔ مگر یہ اسکا حکم خداوندی حکم کے سامنے نہ چل سکا اور ہاتھیوں کو خصوصاً محمود ہاتھی
کے بہتیرے آنکس مارے جاتے تھے مگر وہ آگے کو نہ بڑھتا تھا اور جب دوسری طرف چلایا جاتا
تو خوب بھاگتا تھا یہ لوگ اس حالت میں تھے۔ اُدھر عبدالمطلب دعائیں مانگتے تھے کہ خدا کا
لشکر نمودار ہوا اور پرند جانور بکثرت ظاہر ہوئے جن کی چونچوں میں سنگریزے تھے انھوں نے
وہ سنگریزے اس کی فوج پر برسانے شروع کیے جسکے سر پر گرتا تھا بالکل گولی کا کام دیتا تھا
سر پر گرا اور گھوڑے کی پشت تک کو چیرتا ہوا نکل گیا۔ غرض تمام لشکر تباہ ہو گیا اور ابرہہ وہاں سے
بھاگا اور راستہ میں سخت بیمار ہو گیا آخر بادشاہ حبشہ کے پاس جا کر قیام کیا اور سارا قصہ فوج
کی تباہی کا بیان کیا کہ یکایک ایک ابابیل اُڑتا ہوا نظر آیا ابرہہ نے بادشاہ حبشہ کو دکھایا کہ

ان جانوروں نے ہمارے لشکر کو تباہ کیا ہے یہ کہہ ہی رہا تھا کہ اس ابابیل نے سنگریزہ اسکے سر پر ڈالا وہ فوراً مرگیا۔ یہ عبدالمطلب کی دعاؤں کا اثر تھا۔ ایک بار عرب میں قحط پڑا تو عبدالمطلب نے اپنے بیٹے ابوطالب سے کہا کہ ذرا محمد مصطفےٰ کو گود میں اُٹھا لاؤ۔ آنحضرت روحی فداہ اُس وقت دودھ پیتے تھے۔ ابوطالب آنحضرت کو اُٹھا لائے اور عبدالمطلب کے ہاتھوں پر رکھدیا۔ عبدالمطلب نے کہا یارب بحق ھذا الغلام۔ اور ہاتھ اوپر کو اُٹھایا اسی طرح تین بار کیا۔ تیسری بار یہ الفاظ اور زیادہ کیے اسقنا غیثاً مغیثاً دائماً ھاطلاً یعنی خدایا اس لڑکے کی بدولت ہم پر مینھ خوب برسنے والا اور دیر تک پے درپے برسنے والا برسا۔ یہ عرض کر ہی رہے تھے کہ آسمان پر بادل آنے شروع ہوئے۔ اور اس زور کا مینھ برسا کہ بیت اللہ کے گرجانے کا ڈر ہوا اُسی مقام پر جناب ابوطالب نے یہ قصیدہ تصنیف کیا تھا جسکا اول شعر یہ ہے

وابیض یستسقی الغمام بوجہہ ثمال الیتمیٰ عصمۃ للارامل

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے وقت یہ قصیدہ کہا تھا۔ جیسے حضرت عباس نے بھی حضور کے پیدائش کے حال میں قصیدہ نعتیہ کہا تھا۔ اللہ اکبر حضور سرور عالم کی کیسی بڑی شان تھی کہ آپ کے خاندانی بزرگ آپ کی شان میں قصیدہ کہتے تھے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کے لیے چاہے وہ کیسے ہی اعلیٰ مراتب پر پہنچ جائیں مگر آباء و اعمام کی نظروں میں وہ چھوٹے ہی نظر آتے ہیں۔ مگر یہاں تو نبوت تھی جسکے پرتو نے ان بزرگواروں کے دل روشن کردیے تھے۔ جس کی وجہ سے بیساختہ نعتیہ قصائد ان کی زبانوں پر جاری ہوجاتے تھے۔ حضرت عباس کا قصیدہ ہم دوسرے موقع پر لکھیں گے صرف دو شعر لکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

وانت لما ظہرت اشرقت الارض وضاءت بنورک الافق

ونحن فی ذلک الضیاء وفی النور وسبل الرشاد نخترق

یعنی جب آپ پیدا ہوئے زمین روشن ہوگئی اور آپکے نور سے آسمان بھی منور ہوگیا

ہم اس روشنی میں ہیں اور ہم آپ کے نور سے منور ہیں جس کی وجہ سے ہم سیدھے
رستوں پر چلتے ہیں

جناب عبدالمطلب خدا کی عبادت ملة ابراہیمی پر کرتے تھے۔ رمضان کا مہینہ آتا تو کوہ حرا پر جاتے اور لوگوں سے علیحدہ ہو کر خدا کی جلال و عظمت میں غور و فکر کرتے تھے۔ مساکین کو نہایت سیر چشمی سے کھانا کھلاتے تھے۔ ان کے دستر خوان سے پرندوں کے لیے کھانا اُٹھایا جاتا تھا اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر ڈالا جاتا تھا اسی وجہ سے عرب ان کو مطعم الطیر کے لقب سے پکارتے تھے۔[۱] حاکم۔ بیہقی۔ طبرانی۔ ابونعیم نے بطریق ابی عون مولیٰ مسور بن مخرمہ سے اور مسور بن مخرمہ نے حضرت عبداللہ بن عباس سے انھوں نے اپنے والد ماجد حضرت عباس سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے تھے کہ ہمارے والد ماجد جناب عبدالمطلب کہتے تھے کہ میں سردی کے زمانہ میں ایک بار یمن کو بغرض تجارت گیا۔ وہاں ایک یہودی عالم کے پاس ٹھہرا۔ اس یہودی نے کہا کہ تم کن لوگوں میں سے ہو۔ میں نے کہا کہ قریش سے اُس نے کہا قریش میں سے کن میں ہو۔ میں نے کہا بنی ہاشم میں سے اُس نے کہا کہ تم مجکو اجازت دیتے ہو کہ میں تمہارے بعض اعضا کو غور سے دیکھوں میںنے کہا کہ ہاں مگر اُن اعضا کو جنکا دیکھنا جائز نہیں ہے نہیں دیکھ سکتے۔ غرض اول اُس نے میری ناک کے ایک نتھنے کو دیکھا پھر دوسرے نتھنے پر نظر کی اسکے بعد کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک ہاتھ میں تمہارے سلطنت ہوگی اور دوسرے میں نبوت مجکو علم قیافہ سے یہی معلوم ہوا ہے اور بعض روایت میں یہ ہے کہ اُس نے یہ کہا کہ نبوت بنی زہرہ میں پاتا ہوں تو مینے کہا کہ میں نہیں جانتا تم کیا کہتے ہو۔ اس نے کہا کہ تمہارے شاعہ ہے۔ میں نے کہا کہ شاعہ کیا اُس نے کہا کہ زوجہ۔ میں نے کہا کہ بالفعل تو نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ جب مکان پر پہونچو تو شادی کرنا پس عبدالمطلب جب مکہ میں آئے تو ہالہ بنت وہب بن عبد مناف سے

---

[۱] خصائص الکبریٰ مصری صفحہ ۱

نکاح کیا ان سے حضرت حمزہ سید الشہدا پیدا ہوئے اور عبداللہ نے صاحبزادے کا نکاح آمنہ بنت وہب سے کیا ان سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ غرض خدا کی شان اس بہبودی عالم کا کتنا ہیچ ہوا کہ عبدالمطلب کی اولاد میں نبوت و سلطنت دونوں اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائیں۔ نبوت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت ہوئی اور پھر کس مرتبہ کی کہ آپ خاتم النبیین محبوب رب العٰلمین ہوئے اور خلافت و سلطنت حضرت عباس کی اولاد کو مرحمت ہوئی۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء غرض عبدالمطلب کی فضیلت و شرف و بزرگی کو عوام و خواص نے تسلیم کر لیا تھا اور تمام عرب نے ان کو اپنا سید و سردار مان لیا تھا۔ جناب عبداللہ حضور سرور عالم کے والد ماجد فرماتے ہیں۔

لقد حکم البادون فی کل بلدۃ　　　بان لنا فضلا علی سادۃ الارض

وان ابی ذوالمجد والسود والذی　　　یشار بہ ما بین نشز الی خفض

یعنی بیشک ہر شہر کے عام و خاص آدمیوں نے تسلیم کر لیا ہے کہ ہم کو تمام سرداران روئے زمین پر بزرگی و شرف حاصل ہے میرے والد یعنی عبدالمطلب صاحب شرف و بزرگی ہیں اور سید ہیں اور ایسے ہیں کہ ہر بالا و پست سے ان کی طرف اشارے کیے جاتے ہیں کہ وہ بڑے مرتبے کے سردار ہیں

عبدالمطلب کی بیٹوں کو نصیحت

عبدالمطلب کا جب آخری وقت ہوا تو اپنے بیٹوں کو بلا کر یہ نصیحتیں کیں کہ دیکھو ظلم و بغاوت سے بچنا۔ اپنی نذروں کو پورا کرنا۔ دختر کشی ہرگز نہ کرنا۔ زنا و شراب پینا حرام سمجھنا۔ اور برہنہ بدن کوئی طواف نہ کرنے پائے۔ سلطنت یمن[1] جب سیف بن ذی یزن کے پاس آئی اور یہ سر آرائے حکومت ہوا اور قصر غمدان میں کہ یہ عمارت بے نظیر تھی جلوس فرمایا لوگ چہار اطراف سے بغرض مبارکباد آئے تو سرداران قریش بھی جن میں جناب عبدالمطلب بن ہاشم تھے اور وہب بن عبد مناف۔ امیہ بن عبد شمس۔ عبداللہ بن جدعان۔ یہ لوگ بھی دربار میں بغرض

[1] حبیب السیر صفحہ ۲۷۰ ج ۱

تہنیت حاضر ہوئے۔ اول سب سے آگے بڑھکر جناب عبد المطلب نے نہایت فصاحت و بلاغت سے تقریر کی۔ سب لوگ ان کی فصاحت سے حیران ہو گئے اور اس عمدہ طریقہ سے مبارکباد دی کہ بادشاہ بھی ان کی طرف متوجہ ہوا اور انکے حسب نسب کے متعلق دریافت کرنے لگا۔ جب لوگوں نے ان کے اوصاف حمیدہ بیان کیے تو بادشاہ نے خاص عنایت سے اُن کو نوازا۔ چونکہ سیف کتب سماوی سے واقف تھا اسکو معلوم تھا کہ حضور خاتم النبیین کے ظہور کا وقت قریب آگیا ہے۔ ان کی وجاہت سے اسکو خیال ہوا کہ شاید عبد المطلب کی ہی اولاد میں وہ نبی ہونگے ان کو علیحدہ بلایا اور ان کے خاندانی حالات دریافت کیے۔ عبد المطلب نے فرمایا کہ میرا لڑکا عبد اللہ نام انتقال کر گیا اور اسکے ایک فرزند ارجمند پیدا ہوا ہے۔ اور جو نشانیاں خاتم النبیین کی حضور نے بیان فرمائی ہیں وہ سب اُس فرزند میں پائی جاتی ہیں۔ اُسوقت سیف نے کہا کہ اسکو تم پورے طور پر راز کی طرح چھپانا۔ اور حکم دیا کہ ہر قریشی کو جو کل دس آدمی تھے دس غلام دس لونڈیاں۔ دو چادر یمانی۔ پانچ رطل سونا دس رطل چاندی اور ایک تشتری عنبر سے بھری ہوئی اور سو اونٹ دیے جائیں اور جتنا سامان ان دس آدمیوں کو دیا ہے جناب عبد المطلب اکیلے کو اتنا دیا جائے اور نہایت عزت و احترام سے ان کو رخصت کیا جائے چنانچہ اس حکم کی تعمیل ہوئی۔ اب ہم تمام بنی ہاشم کے فضائل لکھتے ہیں۔ اسکے بعد حضرت عباس کا نسب خاندان اور ولادت وغیرہ لکھیں گے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

ذکر شمہ از مکارم و فضائل بنی ہاشم

اخرج ابن سعد عن طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ خیر العرب مضر۔ وخیر مضر قریش وخیر قریش بنو عبد مناف وخیر بنی عبد مناف بنو هاشم وخیر بنی ہاشم بنو عبد المطلب۔ واللہ ما افترق فرقتان

مسند خلق اللہ آدم الا کنت فی خیرھا

یعنی ابن سعد نے بطریق کلبی ابو صالح سے روایت بیان کی ہے اور وہ حضرت حبر امت عبد اللہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضور سرور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین عرب کے مضر ہیں اور بہترین مضر کے قریش اور بہترین قریش کے بنو عبد مناف اور بہترین بنو عبد مناف کے بنو ہاشم اور بہترین بنی ہاشم کے بنو عبد المطلب۔ خداوند کریم نے جب سے حضرت آدم کو پیدا کیا اور فرقے بنائے مجکو بہترین فرقوں میں کیا۔

دوسری روایت ہے کہ جسکو بیہقی اور طبرانی نے اوسط میں اور ابن عساکر نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

قال لی جبرئیل قلّبتُ الارض مشارقھا ومغاربھا فلم اجد رجلا افضل من محمد ولم اجد بنی اب افضل من بنی ھاشم

یعنی حضرت جبرئیل نے عرض کیا کہ میں نے زمین کے مشرق و مغرب دیکھ ڈالے میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کوئی شخص نہیں پایا اور بنی ہاشم سے بڑھکر کسی باپ کی اولاد میں نے نہ پائی

حضرت[1] ابن عمر سے روایت ہے وہ کہتے تھے۔

انا لقعود بفناء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اذا مرّت بہ امراۃ فقال بعض القوم ھذہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابو سفیان مثل محمد فی بنی ھاشم مثل الریحانۃ فی وسط النتن۔ فانطلقت المرأۃ فاخبرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجاء رسول اللہ یعرف فی وجہہ الغضب فقال ما بال اقوام تبلغنی عن اقوام۔ ان اللہ عز وجل خلق السموٰت سبعاً فاختار العلیٰ منھا فاسکنھا من شاء من خلقہ ثم خلق الخلائق فاختار من الخلق بنی ادم واختار من بنی آدم العرب واختار من العرب

---

[1] المختصر فی اخبار خیر البشر صفحہ ۱۱۱ عماد الدین اسمعیل المتوفی ۷۳۲ھ

مضر واختار من قریش بنو ہاشم واختارنی من بنی ہاشم

یعنی حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ ہم لوگ آنحضرت کے حجرے کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک صاحبزادی تشریف لائیں۔ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ آنحضرت کی صاحبزادی ہیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ آنحضرت کی مثال بنی ہاشم میں ایسی ہے کہ جیسے بدبودار جگہ پھول نکل آئے۔ اُن صاحبزادی نے بھی اسکو سُن لیا اور چلی گئیں اور آنحضرت سے جاکر عرض کر دیا اُسی وقت حضور سرور عالم تشریف لائے آپکے چہرہ مبارک پر جلال کے آثار پائے جاتے تھے۔ اور آپنے فرمایا کہ اُن لوگوں کا کیا حال ہے جو دوسری قوموں کی تنقیص کرتے ہیں جن کی مجکو خبر ہو جاتی ہے۔ خداوند کریم نے جب سے سالوں اسمان بنائے تو پسند فرمایا ان میں سے بزرگ جگہ کو اس میں جن مخلوق کو آباد کرنا چاہا کیا۔ پھر تمام مخلوق کو پیدا کیا ان میں سے بنی آدم کو منتخب کیا اور بنی آدم سے عرب کو منتخب کیا اور عرب میں سے قبیلہ مضر کو اور قبیلہ مضر سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور مجکو بنی ہاشم میں سے منتخب کیا۔

ایک[1] روایت ہے جو صحیح مسلم میں بروایت واثلہ بن الاسقع مروی ہے کہ:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اصطفےٰ کنانۃ من ولد اسمٰعیل واصطفےٰ قریشا من کنانہ واصطفےٰ من قریش بنی ہاشم واصطفانی من بنی ہاشم۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے مقبول فرمایا اولاد حضرت اسمٰعیل سے قبیلہ کنانہ کو اور برگزیدہ کیا قریش کو کنانہ سے اور برگزیدہ کیا قریش میں سے بنی ہاشم کو اور برگزیدہ کیا بنی ہاشم سے مجکو۔

ایک[2] روایت میں ہے جسکو ابونعیم بیہقی طبرانی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ خلق الخلائق فاختار من الخلق

---

[1] خصائص کبریٰ صفحہ ۳۸ [2] خصائص کبریٰ صفحہ ۳۹

بنی آدم واختار من بنی آدم العرب واختار من العرب مضر واختار من مضر قریشاً واختار من قریش بنی هاشم واختارنی من بنی هاشم فانا من خیار الی خیار۔

یعنی فرمایا رسول اللہ نے کہ خدا نے مخلوق کو پیدا کیا تو منتخب کیا تمام مخلوقات میں سے بنی آدم کو اور پسند کیا بنی آدم میں سے عرب کو اور پسند کیا عرب میں سے مضر کو اور پسند کیا مضر سے قریش کو اور پسند کیا قریش میں سے بنی ہاشم کو اور پسند کیا بنی ہاشم میں سے مجکو۔ پس میں خدا کا برگزیدہ ہوں اوّل نسب سے آخر نسب تک۔

ایک[1] روایت میں ہے جسکو ترمذی اور بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت خاتم المہاجرین عباس بن عبد المطلب الہاشمی سے روایت کیا ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ حین خلقنی جعلنی من خیر خلقہ ثم حین خلق القبائل جعلنی من خیرھم قبیلۃ وحین خلق الانفس جعلنی من خیر انفسہم ثم حین خلق البیوت جعلنی من خیرھم بیتاً ای ذاتاً واصلاً۔

یعنی حضرت عباس کہتے ہیں کہ فرمایا حضور پر نور احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ جب مجکو پیدا کیا تو بہترین مخلوق سے مجکو کیا پھر جب قبائل بنائے تو بہترین قبائل سے مجکو کیا اور جب لوگوں کی جانیں بنائیں تو مجکو بہترین جانوں میں پیدا کیا اور جب خدا نے گھر بنائے تو میرا گھر بہترین گھروں میں کیا۔ پس میں بہترین لوگوں کا ہوں بحیثیت اپنے خاندان کے اور بہترین ان کا ہوں باعتبار اصل و ذات کے

ایک روایت ترمذی میں ہے۔

عن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس عن ابیہ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ

[1] خصائص کبریٰ صفحہ ۳۸

صلی اللہ علیہ وسلم احبوا اللہ لما یغذوکم من نعمۃ واحبونی بحب اللہ واحبوا اہل بیتی لحبی

یعنی امام محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس اپنے والد سے اور وہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضور سرور عالم نے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو کہ طرح طرح کی نعمتیں تم کو دیتا ہے اور مجھ سے محبت رکھو اللہ کی محبت کے باعث اور میرے۔ اہل بیت سے۔ میری محبت کے باعث محبت رکھو۔ مراد اہل بیت سے وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور خمس غنیمت کے مستحق ہیں اور وہ بنو عبد المطلب ہیں۔ جن میں آل علی آل عباس آل جعفر آل حارث بن عبد المطلب آل عقیل ہیں اور یہی لوگ اہل بیت کہلاتے ہیں۔

دیگر ترمذی میں روایت ہے کہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی ترکت فیکم من ان اخذ تم بہ لن تضلوا کتاب اللہ وعترتی[۱]

فرمایا حضور سرور عالم نے کہ میں تم میں وہ چیز چھوڑتا ہوں کہ اگر اسکو مضبوط پکڑلو گے تو گمراہ نہو گے۔ کتاب اللہ یعنی قرآن شریف۔ اور اہل بیت میری عترت یعنی میرے قریبی رشتہ دار اور میرے اہل عیال

چنانچہ ابن اثیر[۲] صفحہ ۲۸ میں تحریر ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بوقت خلافت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک تقریر کی تھی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ امت نے

---

[۱] شیخ نے لمعات میں لکھا ہے کہ اہل بیت وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور وہ بنی ہاشم ہیں وہ آل عباس آل علی آل جعفر آل عقیل آل حارث ہیں۔ مراد اہل بیت سے یہاں جد قریب کی اولاد ہے۔ اہل کا اطلاق اولاد اور ذریت پر بھی آتا ہے اور عترت عام ہے تمام کنبہ پر اطلاق ہوتا ہے۔ حاشیہ ترمذی

[۲] کامل ابن اثیر صفحہ ۲۸ جلد ۳

اہل بیت کی کچھ قدر نہ کی کہ ان میں سے جو شخص اقضی بالعدل ہے اسکو چھوڑ کر دوسروں کے ہاتھ پر بیعت کی۔ کسی شخص نے دریافت کیا کہ اے مقداد تم پر خدا کی رحمت ہو کون اہل بیت ہیں اور کون اقضی بالعدل ہے۔ فرمایا کہ اہل بیت بنو عبد المطلب ہیں اور اقضی بالعدل ان میں سے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ یزید بن حیان روایت کرتے ہیں کہا کہ میں اور حصین بن سبرہ و عمرو بن مسلم بارادہ ملاقات حضرت زید بن ارقم رض چلے جب اُن کے پاس پہونچے اور بیٹھے حصین نے عرض کیا کہ اے زید تم نے بہت سی نیکیاں کمائی ہیں۔ تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور آنجناب کی باتیں سُنی ہیں اور آپکے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے ہو اور آپکے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں ہم سے آنحضرت کی حدیثیں بیان کیجیے جو آپنے سُنی ہوں۔ حضرت زید نے فرمایا کہ اے بھتیجے واللہ میں بہت بوڑھا ہوگیا ہوں اور بہت سی باتیں آنحضرت کی بھول بھی گیا ہوں پس جو حدیث میں بیان کروں اسکو قبول کرو۔ اور جو نہ بیان کرسکوں اس کی تکلیف مجکو مت دو۔ پھر یہ حدیث بیان کی کہ کھڑے ہوئے حضور سرور عالم ایک روز ہم میں کہ خطبہ پڑھتے تھے اور یہ مقام مدینہ اور مکہ معظمہ کے وسط میں تھا جسکو خم کہتے تھے۔ پس اول خدا کی حمد بیان کی اور نصیحت فرمائی اسکے بعد فرمایا کہ اے لوگو میں انسان ہوں قریب ہے کہ خدا کا رسول میرے پاس آئے اور میں اسکو جواب دوں یعنی رحلت کر جاؤں۔ میں تم میں دو عظیم الشان چیزیں چھوڑتا ہوں پہلی کتاب اللہ ہے کہ اس سے نور ہدایت کا قلوب میں پہونچتا رہیگا اسکو مضبوط پکڑ لینا اسکے بعد آپنے قرآن شریف پر عمل کرنے کی بہت تحریک فرمائی اور رغبت دلائی۔ پھر فرمایا کہ دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں میں تم کو خدا کو یاد دلاتا ہوں کہ میرے اہل بیت کے حقوق ادا کرنا۔ اور اس فقرے کو تین بار فرمایا۔ اسکے بعد حصین نے کہا کہ اے زید کیا آپ کی بیویاں اہل بیت سے نہیں ہیں تو فرمایا کہ آپ کی بیویاں بھی اہلبیت سے ہیں۔ لیکن

سلہ تہذیب الاسمار صفحہ ۲۳۹

اہلبیت آپکے وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ حصین نے کہا کہ وہ کون لوگ ہیں حضرت زید نے فرمایا کہ وہ آل علی آل عقیل آل جعفر آل عباس ہیں کہ ان تمام پر صدقہ حرام ہے۔

اس روایت سے اگلی روایت ہے کہ جب ازواج کے بارے میں دریافت کیا کہ یہ اہلبیت سے ہیں تو زید نے جواب دیا۔

اہلبیت آنحضرت کے بنی عم ہیں

^[2]لا ایم اللہ ان المرأۃ تکون مع الرجل العصر من الدھر ثم یطلقھا فترجع الی ابیھا وقومھا۔ اھلبیۃ اصلہ وعصبتہ الذین حرم الصدقۃ بعدہ۔

یعنی نہیں خدا کی قسم کیونکہ عورت مرد کے ساتھ تھوڑے زمانہ رہتی ہے۔ مرد پھر طلاق دیتا ہے تو وہ اپنی قوم اور اپنے ماں باپ کے یہاں چلی جاتی ہے۔ اہلبیت وہ لوگ ہیں جو آپ کے اصل اور آپ کے عصبہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور وہ آل عباس آل ابو طالب آل حارث ہیں۔ مگر ازواج مطہرات بھی آپ کے اہلبیت سے ہیں بالاجماع۔

ایک حدیث میں ہے۔

بنو عبد المطلب کی فضیلت

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حرمت الجنۃ علی من ظلم اھلبیتی واذانی فی عترتی ومن اصطنع صنیعۃ الی احد من ولد عبد المطلب ولم یجازہ فانا اجازیہ غدا اذا لقینی یوم القیمۃ

یعنی حرام کی گئی ہے جنت اُس شخص پر جسنے میرے اہل بیت پر ظلم کیا اور میرے عزیزوں کو تکلیف پہونچائی اور جس شخص نے کوئی احسان اولاد عبد المطلب کے ساتھ کیا اور اُس نے اسکا بدلا نہ دیا تو میں اسکا بدلا دونگا جب وہ مجھ سے قیامت میں ملیگا۔

ایک حدیث میں ہے وہ یہ ہے۔

عن جعفر بن محمد عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتانی جبرئیل فقال لی یا محمد ان اللہ بعثنی فطفت مشارق الارض ومغاربھا سھلھا وجبالھا

---

[1] دیکھو مسلم شریف مطبوعہ نولکشور صفحہ ۲۸۰ [2] کشاف مطبوعہ مصر [3] دیکھو سیرۃ النبوۃ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۹

فلم اجد حیا خیرا من مضر ثم امرنی فطفت فی مضر فلم اجد حیا خیرا من کنانۃ
ثم امرنی فطفت فی کنانۃ فلم اجد حیا خیرا من قریش ثم امرنی فی قریش فلم اجد حیا
خیرا من بنی هاشم ثم امرنی ان اختار فی انفسهم ای اختار نفسا من انفسهم
فلم اجد نفسا خیرا من نفسک

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک بار حضرت جبرئیل میرے پاس آئے اور کہا یا محمدؐ خداوند جل و علا نے مجکو بھیجا میں نے شرق و غرب زمین اور پہاڑ دیکھ ڈالے۔ میں نے کوئی قبیلہ بہتر قبیلہ مضر سے نہیں پایا پھر مجکو حکم دیا میں قبیلہ مضر میں پھرا تو کوئی قبیلہ قبیلہ کنانہ سے بڑھکر نہ پایا۔ پھر میں بنی کنانہ میں پھرا تو قریش سے بڑھکر کسی قبیلہ کو نہ پایا۔ پھر مجکو قریش میں پھرنے کا حکم دیا تو کوئی قبیلہ بنی ہاشم سے بڑھکر نہ پایا۔ پھر مجکو حکم دیا کہ ان کے ہر ہر نفس کو دیکھوں یعنی ان میں کسی کو منتخب کروں پس کوئی آپ سے بڑھکر نہ پایا۔

پس معلوم ہوا کہ سید کائنات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات کو تمام اولاد ہاشم سے امتیاز اور سب پر بزرگی ہے اور تمام قبائل عرب میں سے کسی کے نسب کو آپکے نسب پر فوقیت نہیں اسی وجہ سے بموجب فرمان الٰہی صدقہ آنحضرت پر حرام تھا اور آپکے اہلبیت پر جیسا کہ حدیث میں ہے وہ یہ ہے۔

عن عبد اللہ بن الحارث بن نوفل الهاشمی ان عبد المطلب بن ربیعۃ بن الحارث بن عبد المطلب اخبره ان اباه ربیعۃ بن الحارث قال لعبد المطلب بن ربیعۃ بن الحارث والفضل بن عباس بن عبد المطلب ائتیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقولا لہ استعملنا یا رسول اللہ علی الصدقات فاتی علی بن ابی طالب ونحن علی تلک الحال فقال لهما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یستعمل احدا

صل الصدقة قال عبد المطلب فانطلقت انا والفضل حتی اتینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لنا ان ھٰذہ الصدقة انما ھی اوساخ الناس وانھا لاتحل لمحمد ولا لآل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

صدقہ آل محمد پر حرام ہے

یعنی عبد اللہ بن حارث بن نوفل الہاشمی روایت کرتے ہیں کہ عبد المطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب جد النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بیان کی کہ اُن کے والد ربیعہ بن حارث نے عبد المطلب بن ربیعہ بن حارث سے اور حضرت فضل بن عباس عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ تم دونوں حضور سرور عالم کی خدمت بابرکت میں جاؤ اور عرض کرو کہ یا رسول اللہ ہم لوگوں کو صدقات وصول کرنے پر عامل بنا دیجیے۔ یہ کہہ ہی رہے تھے کہ حضرت شاہ ولایت علی ابن ابی طالب علیہ السلام تشریف لائے اور سنکر فرمایا کہ تم میں سے کسی کو صدقات پر آنحضرت عامل نہیں بنائینگے۔ یہ لوگ حضرت شاہ ولایت کے فرمانے سے نہ رکے تو عبد المطلب کہتے ہیں کہ میں اور حضرت فضل سرور عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جو کچھ مشورہ ہوا تھا عرض کیا آنحضرت نے (روحی فداہ) فرمایا کہ عزیز یہ صدقہ ہی اور یہ آدمیوں کا میل کچیل ہے یہ محمدؐ پر حلال نہیں اور نہ محمدؐ کی اہلبیت پر اکیونکہ بنی ہاشم سب سادات ہیں)

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر صدقہ کو حرام کر دیا۔ بقول شاعر۔

بسانِ محمدؐ علیہ السلام　　زکوٰۃ است بر آل ہاشم حرام
پسند ہست این قوم را آن شرف　　کہ پاکند چون دُر بجوف صدف

اور وہ آل عباس آل ابی طالب آل حارث ہیں کہ تمام لوگوں پر صدقہ جائز تھا سوائے ان سادات کے۔ کشف الغمہ میں حضرت حبر امة عبد اللہ بن عباس عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت ہے کہ۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ خلق الخلائق قسمین فجعلنی فی خیرھا قسما

وذالک قولہ تعالیٰ واصحاب الیمین ما اصحاب الیمین ثم جعل القسمین ثلاثا فجعلنی فی خیرھا ثلثا فذلک قولہ فاصحب المیمنة ما اصحب المیمنة واصحب المشأمة ما اصحب المشئمة والسابقون السابقون ۔ فانا من السابقین وانا من خیر السابقین ثم جعل الاثلاث قبائل فجعلنی فی خیرھا قبیلة وذلک قولہ تعالیٰ وجعلنا کم شعوبا وقبائل فانا اتقی ولد آدم واکرمھم علی اللّٰہ ولا فخر ثم جعل القبائل بیوتا فجعلنی فی خیرھا بیتا وذلک قولہ عز وجل انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا فانا واھل بیتی مطھرون من الذنوب۔

یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو ان کی دو قسمیں کیں بہترین قسم میں مجھکو کیا اور اسی کا اظہار اپنے کلام میں کیا ہے کہ واصحاب الیمین ما اصحاب الیمین پھر ان دو قسموں کی تین قسمیں کیں تیسری قسم جو بہتر تھی اس میں مجھکو کیا اور یہ مراد اللہ تعالیٰ کے اس کلام سے ہے فاصحب المیمنة ما اصحب المیمنة واصحب المشأمة ما اصحب المشأمة والسابقون الخ یعنی میں سابقین میں سے ہوں اور بہترین سابقین سے ۔ پھر ان تین قسموں میں سے قبائل بنائے تو مجھکو بہترین قبیلہ میں پیدا کیا یہ مراد اس کلام سے کہ ارشاد فرمایا ہے وجعلنا کم شعوبا وقبائل پس میں تمام اولاد آدم میں زیادہ متقی ہوں اور زیادہ بزرگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور یہ کوئی فخریہ نہیں کہتا (جسکو اللہ چاہے نوازے) پھر ان قبائل کے خاندان اور گھر بنائے مجھکو بہترین گھروں میں کیا اور یہی مراد اللہ تعالیٰ کے اس کلام سے ہے انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا یعنی اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ تم سے ناپاکی اور برائی کو دور کردے اے اہلبیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تم کو پاک کردے اور اچھی طرح پاک کرے ۔ پس مجھکو اور میرے اہلبیت کو اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے پاک کردیا

اس حدیث کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے کہ قوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یعنی بنی ہاشم تمام عرب میں بہترین اور افضل ترین بحیثیت نسب و حسب کے ہیں ۔ حضرت امیر المومنین

علی ابن ابی طالب فرماتے ہیں کہ نحن[1] اہل البیت لا یقاس بنا احد (یعنی ہم اہلبیت ہیں ہم پر بحیثیت نسب و حسب کسی کو فوقیت نہیں اور کسی کو ہم پر قیاس نہیں کر سکتے) فی الواقع کس کو ایسی جماعت کے ساتھ قیاس کر سکتے ہیں جن میں خواجہ کونین محمد مصطفےٰ۔ امام الثقلین علی مرتضیٰ۔ سیدۃ النساء فاطمہ زہرا۔ سبطین مکرمین۔ سید الشہداء حمزہ ساقی حجاج حضرت عباس۔ ذوالجناحین جعفر طیار ہوں اور انصار۔ ان کے مددگار مہاجرین ان کی طرف اپنا وطن چھوڑ کر جائیں۔ سبحان اللہ ایں خانہ تمام آفتاب ست، فی الواقع حضرت ولایت مآب کے نسب و حسب کو کسی کا نسب نہیں پہونچتا۔ سید الشہداء امیر حمزہ ساقی حجاج و رئیس اہل مکہ حضرت عباس انکے عم بزرگوار ابو طالب رئیس اہل مکہ انکے والد۔ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ان کی والدہ سیدۃ النساء فاطمہ زہرا ان کی زوجہ۔ سبطین مکرمین حضرت امام حسن حضرت امام حسین انکے صاحبزادے۔ حضرت جعفر طیار و حضرت عقیل افصح العرب انکے بھائی۔ اللھم وال من والاہ۔ انکے حق میں حاوانا و علی من نور واحد۔ وانت اخی فی الدنیا والآخرۃ۔ ان کی شان۔ حضرت حبر امۃ عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں لقد اعطی علیا تسعۃ اعشار العلم وایم اللہ لقد شارککم فی العشر الآخر۔ یعنی خداوند جل و علا نے حضرت ولایت مآب کو نو حصہ علم دیا تھا ان دس حصوں میں سے کہ تمام لوگوں کو علم دیا گیا تھا اور خدا کی قسم وہ تمہارے دسویں حصہ میں شریک ہیں۔ مثنوی

[2] تعالی اللہ زہے قوم سرفراز	مقیمان حرم لطف و اعزاز
ازایشاں خانۂ دیں گشت پر نور	وزایشاں ملک احساں گشت معمور
فلک روشن ز نور رائے ایشاں	ملک بوسیدہ خاک پائے ایشاں
بود سر خیل ایں قوم مکرم	دو صفے سرور اولاد آدم
دگر علی مرتضیٰ کز رفعت قدر	سپہر شرع را شد چوں مہ و بدر

[1] حبیب السیر صفحہ ۳ جلد ۳۔ [2] حبیب السیر مع

دگر آں نورِ چشمِ اہل بینش | حسن مہرِ سپہرِ آفرینش
دگر از جملۂ ایشاں حسین ست | کہ مہرش مومناں را فرض عین ست
دگر آں سید اہل شہادت | کہ عمِ مصطفیٰ بود از سعادت
دگر عباس کو عمِ نبی بود | نزار باب جرائم اجنبی بود
دگر جعفر کہ از غایات اعزاز | نماید در بہشت عدن پرواز
دگر اولاد ایں جمع گرامی | کہ ملک شرع را بودند حامی
علو قدر ایں قوم شرفناک | بود برتر ز وصف عقل و ادراک
سلامے عطرسا چوں نافۂ چیں | درودے چوں نسیم صبح مشکیں
نثار تربتِ پُرنور ایشاں | قرین روضۂ معمور ایشاں

اب میں تمام بنی ہاشم میں سے حضرت عباس عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم صاحب السقایہ والرفادہ ورئیس اہل مکہ کے حالات لکھتا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

قریش خیار بنی آدم | وخیر بنی ہاشم کلھم
وخیر قریش بنو ہاشم | سراج الوجود ابوالقاسم

حضرت عباس عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب و خاندان

نسب کان علیہ من شمس الضحیٰ | نوراً ومن فلق الصباح عموداً
ما فیہ الا سید من سید | حازم المکارم والتقی والجودا

حضرت عباس کی کنیت ابوالفضل تھی والد کا نام نامی یہ ہے عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن مضر بن نزار بن معد بن ادنان بن - ادس ادد بن الیسع

[1] دیکھو الاصابہ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۷۲ و استیعاب مطبوعہ دکن صفحہ ۴۹۹

ابن الیسع بن سلامان بن السبت بن حمل بن قیدار بن اسمٰعیل علیہ السلام بن ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام۔

حضرت عباس کا نسب مادری

حضرت عباس کی والدہ کا نام نتیلہ بنت جناب بن کلیب بن مالک بن عمرو بن عامر بن زید مناۃ بن عامر ضحیان بن سعد بن خزرج بن تیم اللہ بن نمر بن قاسط بن ربیعہ بن نزار بن معد بن عدنان۔ طبری صفحہ ۱۱۱۲

حضرت عباس کے بھائی

حضرت عباس کے حقیقی بھائی ضرار بن عبدالمطلب تھے باقی علاتی بھائی تھے کل بارہ بھائی تھے اور چھ بہنیں وہ حسب ذیل ہیں۔ عبداللہ والد ماجد حضور سرور عالم (روحی فداہ) عبد مناف المشہور بابی طالب۔ حضرت امیر حمزہ۔ حارث۔ قثم۔ غیداق۔ عبدالکعبہ۔ ضرار۔ مقوم۔ حجل۔ زبیر۔ ابولہب۔

حضرت عباس کی بہنوں کے نام

عاتکہ۔ صفیہ۔ بیضا۔ برہ۔ امیمہ۔ اروی ان سب میں دو بھائی مشرف باسلام ہوئے اور دو بہنیں۔ حضرت عباس۔ حضرت حمزہ۔ حضرت صفیہ۔ حضرت اروی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے تو آپ کے اعمام میں سے چار شخص موجود تھے حضرت عباس۔ حضرت حمزہ۔ ابوطالب۔ ابولہب۔ جن میں پہلے دو صاحب کچھ بعد کو ایمان لائے اور پچھلے دو صاحب ایمان نہیں لائے مگر ابوطالب نے آنحضرت کی آخر وقت تک مدد کی اور ابولہب نے بھی ابتدا سے آنحضرت کی معاندت کی آخر اور کفار کے ورغلانے سے سختیاں کیں۔ حضرت عباس ہمیشہ کیا زمانہ جاہلیت میں اور کیا زمانہ اسلام میں

لہ المختصر فی اخبار خیر البشر مطبوعہ مصر صفحہ ۱۱۲ لعلامہ عماد الدین صفحہ ۳۳

آنحضرت کے معاون و مددگار رہے جسکو آگے چل کر ہم مفصل لکھیں گے علیٰ ہذا حضرت امیر حمزہ بھی آنحضرت کے معاون رہے۔ حضرت عباس کے جتنے بھائی تھے سب بڑے بہادر اور سخی تھے ضرار بن عبد المطلب جو حقیقی بھائی تھے نہایت سخی تھے۔ حضرت حمزہ بڑے بہادر تھے۔ ابوطالب بڑی شان کے شخص تھے بعد عبد المطلب کے یہی سردار مانے جاتے تھے غیداق ایسے بہادر تھے کہ کوئی انکے مقابلہ میں نہیں آتا تھا۔ عبد اللہ والد ماجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوبصورت اور ہمہ صفت موصوف تھے۔ ابولہب بہت خوبصورت اور مالدار اور ذی وجاہت تھا۔ حارث بڑے فیاض اور بہادر تھے۔ فرۃ بن حجل بن عبد المطلب نے ایک نظم لکھی ہے جسکو علامہ سیوطی نے محاضرات میں نقل کیا ہے جسکا پہلا شعر یہ ہے۔

اعدد ضرارا ان اردت فتی ندی　　　واللیث حمزۃ اعدد العباسا

آخر کا شعر یہ ہے۔

ما فی الانام عمومۃ کعمومتی خیراً　　　ولا کاناسنا اناسا

یعنی تمام آدمیوں میں ایسے بہتر اعمام (چچا) کسی کے نہیں جیسے میرے ہیں اور نہ ایسے آدمی ہیں جیسے ہمارے خاندان کے آدمی ہیں

غرض حضرت عباس کا تمام خاندان زمانہ جاہلیت میں معزز و ممتاز گنا جاتا تھا اور یہی لوگ سب کے حاکم و رئیس تھے۔ حج کے موسم میں تمام حجاج کو انہیں کے یہاں سے کھانا اور پانی ملا کرتا تھا۔ یہ لوگ نہایت سیر چشمی سے حجاج کی خدمت کرتے تھے۔ آنحضرت کے مبعوث ہونے سے قبل حضرت عباس اعلیٰ درجہ کی سخاوت اور سیر چشمی سے برابر حجاج کو جن کی تعداد ہزاروں ہی ہوتی تھی کھانا کھلاتے تھے اور پانی چونکہ مکہ میں نایاب تھا بڑے اہتمام سے اسکا انتظام کرتے تھے یہانتک کہ سب سیراب ہو جاتے تھے۔

حضرت عباس کی ولادت و زمانہ طفولیت

حضرت عباس ۵۶۶ء میں واقعہ اصحاب فیل سے تین برس پہلے پیدا ہوئے اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت واقعہ اصحاب فیل کے ہی سال ہوئی ہے۔ اس حساب سے حضرت عباس[1] تین سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں بڑے تھے۔ حضرت عباس[2] کہتے ہیں کہ جب آنحضرت پیدا ہوئے تو عورتیں خوشی میں آکر ان کو میرے پاس لائیں اور کہنے لگیں لو ان کو پیار کرو۔ میں نے آنحضرت کے دہن مبارک کو بوسہ دیا۔ حضرت عباس کی عمر کوئی پانچ برس کی ہوگی کہ یہ اتفاقیہ کہیں گم ہو گئے چونکہ پہاڑی ملک ہے ان کی والدہ کو بہت فکر ہوئی انھوں نے اسی وقت نذر کی کہ اگر عباس مجھکو ملجائینگے تو میں بیت اللہ پر حریر دیبا کا جو بہت بیش قیمت کپڑا ہوتا ہے غلاف چڑھاؤں گی۔ خدا کی شان اس نذر کے بعد ہی حضرت عباس مل گئے تو ان کی والدہ نے اپنی نذر پوری کی۔ حضرت عباس کی والدہ ہی اول عرب ہیں جنھوں نے بیش بہا کپڑے کا غلاف بیت اللہ کو پہنایا اس کی وجہ یہ تھی کہ شاہی[3] خاندان سے تھیں اور بہت مالدار تھیں۔ حضرت عباس جب سن تمیز کو پہونچے تو علم انساب علم تاریخ، علم ادب ان موافق دستور کے انکو سکھایا گیا چونکہ عرب میں یہی علوم عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے خصوصاً علم انساب کیونکہ حضرت ابراہیم و حضرت اسمعیل علیہ السلام کے زمانہ سے برابر یہ خبر چلی آتی تھی کہ عرب میں نسل اسمعیل علیہ السلام سے نبی آخر الزماں پیدا ہونگے اس وجہ سے علم انساب کا بہت خیال تھا۔ حضرت عباس کے والد عبد المطلب اور انکے آبا و اجداد اپنے آپ کو ملت ابراہیمی پر بتاتے تھے یہ بھی اپنے والد کے قدم بقدم تھے اور اس زمانہ کے متقی اور پرہیزگار مانے جاتے تھے چنانچہ ان کی پرہیزگاری تمام قریش میں مشہور ہوگئی تھی یہی وجہ تھی کہ عبد المطلب کے بعد جب حضرت عباس کی عمر گیارہ سال کی تھی اور باوجودیکہ اور بھی بھائی انکے موجود تھے مگر قریش نے حضرت عباس میں حلم۔ شجاعت۔ سخاوت۔ سیادت خاندانی۔ صلہ رحمی دیکھکر انہیں کو حفاظت بیت اللہ و عمارت حرم محترم کے لیے

---

[1] تہذیب الاسماء امام نووی مطبوعہ برلن صفحہ ۳۳   [2] دیکھو سیرۃ النبوۃ مطبوعہ مصر صفحہ ۳۹

[3] دیکھو استیعاب صفحہ ۴۹۹ مطبع دائرۃ المعارف حیدرآباد و الاکمال لصاحب المشکوۃ صفحہ ۲۱

منتخب[1] کیا اور سب نے[2] بالاتفاق اذن عام دیدیا تھا کہ کوئی شخص اگر حضرت عباس کا کہنا نہ مانے گا تو اسکو ساری قوم کے مقابلہ کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ چنانچہ حضرت عباس ہمیشہ بیت اللہ کی حفاظت میں اپنے وقت کو صرف کیا کرتے تھے مجال نہیں تھی کہ کوئی شخص بیت اللہ میں کسی کی ہجو یا غیبت کر سکے کیونکہ حضرت عباس فوراً اسکو تنبیہ فرما دیا کرتے تھے اور اُن کے حکم کے سامنے سب کی گردنیں جھک جاتی تھیں۔ بیت اللہ کی حفاظت و آباد کرنے کے علاوہ اور بھی کئی خدمتیں بیت اللہ کی ایسی تھیں جن کی وجہ سے متولی کعبہ ہمیشہ عظمت و بزرگی کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا اور سارا عرب اسکا انتہا سے زیادہ ادب و احترام کرتا تھا۔ وہ حسب ذیل ہیں۔ سقایہ، حجاج کو پانی اور نبیذ پلانے کی خدمت۔ رفادہ حاجیوں کو کھانا کھلانے کی خدمت۔ حجابۃ خدا کے مقدس گھر کی دربانی۔ ندوہ دار الندوہ میں صدر انجمن بننے کا استحقاق۔ لواء لڑائی کے وقت علم برداری کی خدمت۔ قیادہ جنگ کے وقت لشکر کی سپہ سالاری۔ عہدۂ رفادہ یعنی کھانا کھلانے کا منصب حضرت عباس کے جد امجد جناب ہاشم کے سپرد تھا۔ انکے بعد عبد المطلب انکے صاحبزادے کے متعلق رہا۔ بعد عبد المطلب کے چند روز ابو طالب نے اسکو انجام دیا۔ جب حضرت عباس سن بلوغ کو پہونچے تو ابو طالب نے یہ خدمت حضرت عباس کے سپرد کر دی جسکے وہ مستحق تھے۔ حضرت عباس نے اس خدمت کو ایسی ہی اعلیٰ درجہ کی فیاضی اور سخاوت سے انجام دیا جیسے انکے آبا و جد انجام دیتے تھے۔ عہدۂ سقایہ یعنی حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت بھی حضرت عباس کے جد امجد ہاشم کے متعلق تھی اُن کے بعد جناب عبد المطلب انکے بعد ابو طالب اسکو انجام دیتے رہے مگر ابو طالب نے یہ عہدہ بھی اپنی زندگی میں اپنے بھائی حضرت عباس کی طرف منتقل کر دیا اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ابو طالب اپنے باپ عبد المطلب کی طرح ہر سال پانی میں کھجوریں بھگوتے اور سب کو پانی کی جگہ نبیذ پلاتے۔ کئی برس کے بعد اتفاق سے

---

[1] دیکھو استیعاب فی معرفۃ الاصحاب صفحہ ۹۴ مطبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن [2] دیکھو کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۹

ابو طالب مفلس ہو گئے اور ایک سال اُنھوں نے اپنے بھائی عباس سے آنے والے موسم کے وعدے پر دس ہزار درم قرض لیکر انہیں حجاج پر صرف کر دیا۔ لیکن سال آیندہ بھی جب انکے پاس کچھ پس انداز نہیں ہوا تو پھر دوسرے سال کے وعدے پر چار ہزار درہم اور قرض لینے چاہے اُسوقت حضرت عباس نے کہا کہ اگر سال آیندہ تک آپ دونوں دفعہ کا قرضہ ادا نہ کرینگے تو بہتر معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس خدمت سے دست برداری دیں کیونکہ آپ ہمیشہ قرض لیکر زیر بار ہوتے ہیں۔ میں انشاءاللہ اس خدمت کو بھی اچھی طرح انجام دونگا۔ چنانچہ ابو طالب نے اسکو منظور کر لیا چونکہ دوسرے سال تک بھی یہ قرضہ ادا نہ کر سکے تو اس سے علیحدہ ہو گئے اور عہدہ سقایہ بھی حضرت عباس کے متعلق ہو گیا۔ ان تمام خدمتوں کو حضرت عباس نے تاحین حیات کیا زمانہ جاہلیت میں اور کیا زمانہ اسلام میں نہایت فیاضی اور سخاوت سے جیسے ان کے باپ ادا کیا کرتے تھے ادا کیا چنانچہ حضور سرور عالم کی حیات بابرکات تک حضرت عباس برابر اس عہدے پر ممتاز رہے۔ بلکہ زمانہ اسلام میں جو حجاج کی کثرت ہوئی زمانہ جاہلیت میں کہاں تھی اس وجہ سے کہ زمانہ جاہلیت میں ملت ابراہیمی والوں کے علاوہ عرب میں دربہت سی قومیں آباد تھیں جو حج نہیں کرتے تھے۔ اور زمانہ اسلام میں تو سارا عرب و عجم جوق جوق بمصداق حوالیہ من کل فج عمیق چلے آتے تھے۔ پس حضور سرور عالم کی بعد خلافت حضرت صدیق اکبر اور خلافت حضرت فاروق اعظم تک حضرت عباس برابر اس خدمت کو انجام دیتے رہے اور ان کے بعد تا انقراض خلافۃ عباسیہ برابر یہ عہدہ بنی عباس میں قایم رہا۔ چنانچہ حضرت[1] عباس کے بعد انکے صاحبزادے حبر الامۃ عبداللہ مہتمم رہے۔ انکے بعد جناب امام علی بن عبداللہ انکے بعد جناب امام محمد بن علیؑ انکے بعد داؤد بن علی۔ انکے بعد سلیمان بن علی۔ ان کے بعد امیر المومنین ابو جعفر عبداللہ پھر انکے بعد دیگرے جمیع خلفاء بنی عباس اس خدمت کو انجام

عہدہ سقایہ بھی حضرت عباس کے متعلق ہوا

---

[1] دیکھو ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۵

دیتے رہے۔ غرض سرداری زمانہ جاہلیت سے لیکر زمانہ اسلام تک برابر حضرت عباس کے خاندان اور آباد اجداد میں اوران کی اولاد میں رہی اور بہت بڑا اعزاز تو حضرت عباس کو یہ حاصل ہوا کہ ان کے ہی گھر میں گویا حضور پُرنور احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اور دوسرے بھتیجے امام الثقلین علی مرتضےٰ ہوئے کہ جنکے وجود سے حضرت عباس کو جتنا فخر ہو بجا ہے۔ مگر اس سے پہلے بھی ان کی سیادت کا ڈنکا تمام عرب میں بج رہا تھا۔ ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ جب حضرت عباس کی سولہ برس کی عمر ہوئی تو خانہ کعبہ اتفاق سے جل کر مسمار ہو گیا۔ قریش نے جمع ہو کر اسکو بنانا شروع کیا تو ہر شخص کار ثواب سمجھ کر اس کی تعمیر میں جو جس سے بن پڑتا تھا کرتا تھا۔ حضرت عباس سب سے زیادہ اس کی تعمیر میں حصہ لے رہے تھے۔ اتنے میں حضور سرور عالم بھی تشریف لے آئے اس وقت آنحضرت کی عمر بارہ یا تیرہ سال کی تھی اور عرب میں اتنی عمر کے لڑکے ستر عورت نہیں کرتے تھے آنحضرت بھی اوروں کے ساتھ کندھے مبارک پر تہمد لائے رہے تھے۔ حضرت عباس نے جوش محبت میں آپ کا تہمد کھول کر کندھے مبارک پر رکھنا چاہا کہ ایسا نہ ہو چھل جائے کیونکہ حضرت عباس کو ابتدا ہی سے آنحضرت سے محبت قلبی تھی ذرا سی بھی آپ کی تکلیف گوارا نہیں ہوتی تھی۔ مگر یہاں دوسری حالت ہو گئی کہ آنحضرت (روحی فداہ) پر شرم کے مارے غشی کی حالت ہو گئی۔ حضرت عباس چونکہ اعلیٰ درجہ کے ذہین فطین شخص تھے۔ یہ حالت دیکھ کر فوراً تہمد وہیں کا وہیں باندہ دیا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوش آگیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذرا فاصلے سے آگے تشریف لیے جاتے تھے۔ اور حضرت عباس عقب میں تھے۔ حضرت عباس نے جب آنحضرت کو سامنے نہ دیکھا تو پریشان ہوئے اور تلاش کرنے لگے دیکھا کہ آنحضرت لیٹے ہوئے ہیں اور آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں حضرت عباس نے دریافت کیا کہ میاں کیا حال ہے آنحضرت نے فرمایا کہ مجھکو برہنہ ہونے کی

تعمیر بنائے حضرت عباس کی آنحضرت سے ہمدردی

سلہ دیکھو خصائص الکبریٰ صہ ۵۵ مطبوعہ مصر۔

حمافت ہی۔ حضرت عباس کہتے ہیں کہ میں نے اس بات کو چھپایا کہ ایسا نہو لوگ ہم کو مجنون کہنے لگیں۔ حضرت عباس کے دل میں اس قسم کی باتوں نے جگہ کر لی تھی اور آنحضرت کی عظمت بیٹھ گئی تھی۔ بیہقی۔ ابن عساکر۔ ابونعیم میں حضرت ابن عباس سے روایت ہی اور وہ حضرت عباس سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضرت عباس نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ختنہ ہوئے اور ناف بریدہ پیدا ہوئے تھے یہ دیکھکر ہمارے والد عبد المطلب نے بڑا تعجب کیا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ میرا بیٹا بڑی شان والا ہوگا۔ ابونعیم و ابن سعد روایت کرتے ہیں کہ جب

آنحضرت نے حجر اسود قایم کیا تو آپ اسکو پتھر سے مضبوط کرنا چاہتے تھے کہ ایک شخص نجدی لپکا کہ آنحضرت کے دست مبارک سے وہ پتھر لیکر خود رکھے۔ یہ دیکھکر حضرت عباس آگے بڑھے اور اس شخص کو ڈانٹ بتائی اور کہا کہ نہیں آنحضرت ہی رکھیں گے اور فوراً حضرت عباس نے وہ پتھر آنحضرت کو دیدیا اور کہا کہ تو میاں اسکو بلدر رکھدو تاکہ حجر اسود کو مضبوطی ہوجائے۔ یہ حالت دیکھ کر وہ نجدی بڑا خفا ہوا اور کہا تعجب ہی کہ جس قوم میں اہل شرف۔ صاحب عقل مسن آدمی موجود ہوں اور مالدار لوگ وہ ایسے شخص کو جو عمر میں بھی کم ہو اور مال و دولت بھی نہ رکھتا ہو اسکو اپنا سردار بنالیں تعجب اور سخت تعجب ہی۔ خدا کی قسم اگر یہی حالت ہی تو یہ شخص یعنی آنحضرت سب پر سبقت لیجائیگا۔ اسکے بعد اس شخص کا پتہ نہ لگا، تھا بھی بڑا کوئی شیطان

آنحضرت سے ایک نجدی کی نزاع اور حضرت عباس کی معاونت

اگر جہاں حضور سرور عالم ہوں اور حضرت عباس جیسے شجاع انکے معاون و مددگار ہوں ایسے لوگوں کا کیا اثر ہو سکتا تھا۔ جب حضرت عباس کی عمر بیس سال کی ہوئی تو آنحضرت کو اپنے ہمراہ لیکر ملک یمن کو تجارت کی غرض سے تشریف لے گئے۔ راستہ میں بہت سے خوارق عادات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھے اور بخیر و عافیت سالماً غانماً واپس تشریف لائے۔ جس زمانہ میں قریش سخت قحط میں مبتلا تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عم بزرگوار حضرت عباس کے گھر تشریف لائے اور فرمایا اے عم آپ اپنے بھائی

آنحضرت کا سفر یمن حضرت عباس کے ساتھ

حضرت عباس کی سلہ رحمی

---

[1] خصائص الکبریٰ ص ۵۱ [2] خصائص الکبریٰ، مطبوعہ مصر ص ۔۔۔

ابوطالب کے اخراجات کثرت عیال قلت مال کو نہیں دیکھتے چلیے اور ایسے وقت میں اُن کی مدد کیجیے۔ حضرت عباس نے کہا بیشک چلو میں ہر حال میں اپنے عزیزوں کی خدمت کے لیے تیار ہوں ابوطالب تو میرے قوت بازو ہیں۔ غرض حضرت عباس اور آنحضرت دونوں صاحب ابوطالب کے پاس پہونچے اور اپنا ارادہ ظاہر کیا ابوطالب نے کہا کہ میرے بچوں میں سے ایک کو میرے پاس چھوڑ دو باقی جعفر اور علی کا تم کو اختیار ہے۔ پس حضرت جعفر کو حضرت عباس نے لیا اور اُن کے خرچ و تعلیم و تربیت کے متکفل ہوئے اور حضرت علی کو حضور سرور عالم نے لیا اور ان کی تربیت کے متکفل ہوئے۔ غرض حضرت جعفر حضرت عباس کے پاس رہے جب تک کہ ان کو غنی نہ حاصل ہوا اور حبشہ کو نہ ہجرت کی۔ اس قسم کی صلہ رحمی حضرت عباس ہمیشہ کیا کرتے تھے جبھی تو حضور سرور عالم ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ ھذا العباس اجود قریش کفاً واوصلھا رحماً یعنی حضرت عباس قریش میں اعلیٰ درجہ کے سخی ہیں اور اعلیٰ درجہ کے صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔

حضرت عباس کا نکاح

حضرت عباس کا نکاح حضرت لبابۃ الکبریٰ سے جو ام المومنین حضرت میمونہ کی حقیقی بہن تھیں ہوا۔ جنکا نسب یہ ہے۔ لبابۃ الکبریٰ بنت الحارث بن حزن بن کبیر بن الھصرم بن روبیہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ۔ حضرت لبابۃ الکبریٰ کی والدہ کا نام خولہ بنت عوف القرشیہ ہے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت لبابۃ الکبریٰ جن کی کنیت ام الفضل ہے یہ پہلی بی بی ہیں جو حضرت خدیجہ کے بعد مسلمان ہوئی ہیں اور آنحضرت سے بہت سی روایتیں انکے ذریعہ سے معلوم ہوئی ہیں۔ حضرت لبابۃ الکبریٰ سے انکے بیٹے عبداللہ و تمام بن عباس

ا؎ الاصابہ جلد ۴ صفحہ ۹۳۷

اور عمر بن حارث بن نوفل اور دیگر حضرات نے روایتیں کی ہیں۔ زبیر ابن بکار وغیرہ نے طریق ابراہیم بن عقبہ اور اُنھوں نے کریب اور انھوں نے ابن عباس سے اور اُنھوں نے آنحضرت سے روایت کیا ہے کہ قال رسول اللّٰہ الاخوات الاربع مومنات ام الفضل۔ میمونہ۔ اسماء۔ سلمٰی یعنی آنحضرت نے فرمایا کہ چار بہنیں سچی مسلمان ہیں ام الفضل۔ حضرت لبابۃ الکبریٰ۔ حضرت میمونہ۔ حضرت اسماء۔ حضرت سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنھن حضرت لبابۃ الکبریٰ کی تین بہنیں حقیقی تھیں باقی اخیافی حقیقی بہنیں یہ ہیں۔ لبابہ صغریٰ بنت الحارث ان کا نکاح ولید بن المغیرہ مخزومی قریشی سے ہوا جن سے حضرت خالد بن ولید پیدا ہوئے۔ عصما بنت الحارث۔ ان کا نکاح ابی بن خلف الجمعی سے ہوا جن سے ابان وغیرہ پیدا ہوئے۔ عزہ بنت الحارث کا نکاح زیاد بن عبداللہ بن مالک ہلالی سے ہوا۔ یہ سب حضرت میمونہ ام المومنین کی حقیقی بہنیں تھیں۔ باقی اخیافی بہنیں یہ ہیں۔ اسماء بنت عمیس ان کا نکاح حضرت جعفر طیار ابن ابی طالب سے ہوا جن سے عبداللہ۔ عون۔ محمد۔ پیدا ہوئے۔ حضرت جعفر کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکر الصدیق سے نکاح ہوا اُن سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ حضرت ابوبکر الصدیق کی وفات کے بعد جناب حضرت علی مرتضٰی سے نکاح ہوا ان سے یحیٰی بن علی پیدا ہوئے۔ سلمٰی بنت عمیس الخثعمیہ یہ حضرت اسماء کی حقیقی بہن ہیں انکا نکاح حضرت امیر حمزہ بن عبدالمطلب سیدالشہدا سے ہوا ان سے ایک صاحبزادی امۃ اللہ بنت حمزہ پیدا ہوئیں۔ حضرت امیر حمزہ کی شہادت کے بعد شداد بن اسامہ بن الہادی سے نکاح ہوا ان سے عبداللہ۔ عبدالرحمٰن پیدا ہوئے۔ سلامہ بنت عمیس ان کا نکاح عبداللہ بن کعب خثعمی سے ہوا۔ حضرت ام الفضل کی والدہ بڑی مبارک بی بی تھیں کہ کیسے بڑے بڑے حضرات انکے داماد تھے۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت عباس عم رسول اللہ۔ حضرت حمزہ سید الشہدا۔ حضرت علی ابن ابی طالب

۱؎ استیعاب صفحہ ۵۸ مطبوعہ دائرۃ المعارف۔

حضرت ابوبکر الصدیق خلیفہ رسول اللہ۔ حضرت جعفر طیار و لیدؓ جنکے بیٹے حضرت خالد ہوئے جو تمام لشکر اسلامی کے سپہ سالار ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ حضرت ام الفضل کی والدہ کی زیارت کو تشریف لایا کرتے تھے۔ حضرت لبابۃ الکبریٰ اس مرتبہ کی بی بی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بھی زیارت کو تشریف لاتے اور قیلولہ اکثر اپنی چچی صاحبہ کے یہاں کیا کرتے تھے۔ ابن سعد نے بسند قوی سماک بن حرب سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام الفضل نے آنحضرت سے عرض کیا کہ میں نے ایک عجیب غریب خواب دیکھا ہے اور مجکو سخت حیرت ہے وہ یہ ہے کہ آپکے بدن کا ٹکڑا میرے گھر میں ہے۔ آنحضرت نے تعبیر فرمائی کہ حضرت فاطمہ کے لڑکا پیدا ہوگا اور تم اسکو دودھ پلاؤ گی اور پرورش کرو گی۔ پس حضرت امام حسین پیدا ہوئے تو ام الفضل ان کو اپنے گھر لے آئیں اور اپنے بیٹے حضرت قثم (جو آنحضرت کی صورت میں بہت مشابہ تھے) کے ساتھ دودھ پلایا۔ چنانچہ زمانہ رضاعت میں ایک بار حضور سرور عالم اپنی عادت کے موافق اپنی چچی صاحبہ ام الفضل کے مکان پر تشریف لائے تو حضرت ام الفضل نے حضرت امام حسین کو حضور کی گود میں دیدیا آپ پیار کرنے لگے۔ اتفاق سے حضرت حسین نے آپ کی گود میں پیشاب کر دیا حضرت ام الفضل نے تعلیماً حضرت حسین کو تنبیہ کی تاکہ آئندہ اشارہ کر دیا کریں۔ حضرت حسین رونے لگے اس حالت کو آنحضرت نہ دیکھ سکے اور فرمایا کہ اے ام الفضل خدا تم پر رحم کرے حسین کے رونے سے مجھے تکلیف ہوئی۔ پھر آپنے پیشاب کو جس کپڑے پر گرا تھا پانی سے دھار دیا۔ اللہ اکبر کیا حال اُن لوگوں کا ہوا ہوگا جنہوں نے حضرت امام حسین کے ساتھ سختیاں کیں اور آخر سخت ظلم کے ساتھ ان کو شہید کر دیا کسقدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو صدمہ پہونچا ہوگا ایک ذرا سے رونے سے آنحضرت اس قدر بیچین ہو جاتے تھے تو خیال کرو کہ جب تین دن بھوکا پیاسا رکھکر جتنے بھائی بھتیجے عزیز ان کے ساتھ تھے سب کو

حضرت ام الفضل کی خواب اور آنحضرت کی تعبیر

حضرت امام حسین کی پرورش اور حضرت ام الفضل کا دودھ پلانا

۱؎ استیعاب صفحہ ۴۶۱ ۲؎ الاصابہ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۳۹ ۳؎ نور الابصار صفحہ ۱

شہید کر کے آخر امام کو بھی شہید کر ڈالا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ایک[1] روایت میں ہے کہ جب اس خواب کی تعبیر آنحضرت فرما چکے تو حضرت ام الفضل فرماتی ہیں کہ میری طرف متوجہ ہوئے جب میں نے آنحضرت کو دیکھا تو آپ آبدیدہ ہو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا کیوں خیر تو ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی حضرت جبرئیل آئے اور مجکو خبر دی کہ اس میرے بیٹے کو میری امت شہید کر دیگی۔ میں نے کہا کہ ہاں آپ نے فرمایا کہ وہاں کی سرخ مٹی بھی مجھے دکھا دی گئی۔ حضرت لبابۃ الکبریٰ ام الفضل بڑے ادب و لحاظ کی بی بی تھیں۔ ایک بار عرفہ کے دن لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ آنحضرت روزے سے ہیں حضرت لبابۃ الکبریٰ نے فوراً ایک پیالہ میں دودھ کر کے آنحضرت کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے فوراً پی لیا۔ اس طریقہ سے سب کا شبہ رفع ہو گیا۔ حضرت[2] لبابۃ الکبریٰ بڑے جوش اسلام والی بی بی تھیں۔ جب جنگ بدر میں مسلمانوں کو فتح عظیم ہوئی حضرت عباس بھی اس جنگ میں کفار کے ہمراہ تھے چونکہ یہ حملہ ساری قوم کا تھا اور یہ سردار تھے کھانے کا انتظام انہیں کے اہتمام پر تھا زبردستی ان کو ساتھ لیا گیا تھا جسکو آگے چل کر ہم لکھیں گے۔ انکے پیچھے یہ قصہ ہوا کہ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب جب مکے بھاگ کر پہونچے تو وہاں ابولہب سے ساری داستان فتح کی کہہ سنائی اور بیان کیا کہ جب لڑائی شروع ہوئی تو ہم مثل مفلوجوں کے کھڑے تھے بالکل بے حس و حرکت اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہم سے کوئی ہتیار چھینے لیتا ہے اور خود بخود ہماری مشکیں بندھی جاتی ہیں اور ہیبت ناک صورتیں زمین و آسمان کے درمیان کھڑی نظر آتی ہیں۔ یہ سنکر حضرت عباس کا غلام ابورافع بول اٹھا کہ واللہ یہ کام تو فرشتوں کا ہے۔ وہی آسمان سے زمین پر اتر آئے ہونگے۔ ابورافع پر حضرت لبابۃ الکبریٰ اور حضرت عباس کی صحبت کا اثر تھا کہ وہ بھی پوشیدہ مسلمان تھا کہ جو اسکے دلی خیالات تھے اچانک اس کی زبان پر آگئے ابولہب جلا ہوا تو تھا ہی ابورافع کی یہ بات سن کر راکھ ہو گیا اور نہایت غصہ سے اسکے

---

[1] خصائص الکبریٰ صفحہ ۱۲۰ و شمس التواریخ صفحہ ۲۲۳ [2] مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۶ باب مناقب اہل بیت۔

موئنھ پر ایک گھونسا مارا اور زمین پر پٹکا اور چھاتی پر سوار ہو کے خوب لاتیں ماریں۔ بیچارہ دُبلا پتلا آدمی کیا کر سکتا تھا خون کے سے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ جب یہ حال حضرت ام الفضل کو معلوم ہوا چہرہ غصہ اور جلال سے سرخ ہو گیا اور اسلامی جوش میں دوڑی ہوئی آئیں اور ابو لہب کے سر پر ایک بانس اُٹھا کر رسید کیا کہ سر پھٹ گیا اور کہا کہ عباس کے پیچھے تو نے اسکے غلام کو کیوں مارا۔ کیونکہ مثل مشہور ہے ضرب الغلام هتك المولى۔ ابو لہب انکے جوش و جلال و راستی کو دیکھ کر نہایت شرمندہ ہوا۔ غرض ابو لہب کو اس فتح سے بہت رنج ہوا اور خدا نے اس گستاخی کی یہ سزا دی کہ ایک دانہ مثل طاعون کے اُس کے بدن مر نکلا جسکو عدسہ کہتے ہیں اس کی سخت تکلیف ہوتی ہے اس بیماری میں سات دن میں قلع قمع ہو گیا۔ عرب کے لوگ اس بیماری سے ایسے ہی بچتے ہیں جیسے طاعون سے اسوجہ سے ابو لہب کی اولاد تک اسکے پاس نہیں گئی۔ تین دن تک اس کی لاش مکان میں پڑی رہی اور سڑ گئی۔ جب قریش نے اسکے بیٹوں کو برا بھلا کہا تو انھوں نے اسکو دور سے پانی ڈالکر نہلایا اور کسی چیز پر ڈال کر پہاڑ میں داب آئے۔ حضرت لبابۃ الکبریٰ کے چھ صاحبزادے ہوئے۔ حضرت فضل۔ حضرت عبداللہ جبر امۃ۔ حضرت عبیداللہ۔ حضرت قثم۔ عبدالرحمن معبد۔ ایک صاحبزادی جنکا نام ام حبیبہ تھا۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ حضرت لبابۃ الکبریٰ کی اولاد

ما ولدت نجیبۃ من فحل　　　كستة من بطن ام الفضل

اكرم بها من كهلة وكهل　　　عم النبي المصطفى ذي الفضل

باقی حضرت عباس کی اور اولاد بھی تھی۔ کُل دس لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں آخر میں سب کے تمام پیدا ہوئے اسوقت حضرت عباس نے فرمایا تھا۔

تموا بتمام فصاروا عشرة۔ یارب فاجعلهم كراما بررة۔ واجعل لهم ذكرا وانما الثمرة

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت و رسالت سے سرفراز ہوئے حضرت عباس آنحضرت کی بعثت اور بنی ہاشم کا انداز

ـــــــــــــــــــــــ

له المعارف مطبوعہ مصر صفحہ ۳۹

کی عمر بیالیس ۴۲ سال کی تھی آپ نے تمام بنی ہاشم اور بنو عبدالمطلب کو جمع کیا چونکہ خداوند کریم کا حکم تھا فانذر عشیرتک الاقربین ۔ یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ۔ آپ کوہ صفا[1] پر چڑھے اور آواز دی یا بنی عبدالمطلب یا بنی ہاشم ۔ یا بنی عبد مناف ۔ یا عباس عم النبی یا صفیہ عمۃ النبی انی لا املک من اللہ شیئا سلونی من مالی ماشئتم یعنی اے اولاد ہاشم ۔ اور اے عبدالمطلب کی اولاد اور اے عبد مناف کی اولاد ۔ اے عباس میرے چچا اے صفیہ میری پھوپھی میں خدا کی کسی چیز کا مالک نہیں میرے مال سے تم جو چاہو لے سکتے ہو خدا سے ڈرو اور اس کی بندگی کرو۔

کہ سب قافلہ یہاں سے ہی جانیوالا — ڈرو اس سے جو وقت ہی آنے والا

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی — عرب کی زمیں جسنے ساری ہلادی

نئی اک لگن دل میں سب کے لگادی — اک آواز میں سوتی بستی جگادی

پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے
کہ گونج اٹھے دشت و جبل نام حق سے

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے سب بنو عبدالمطلب کو جمع کیا اور وہ چالیس آدمی تھے ۔ آپ نے ہر شخص کے لیے ایک ایک بکری اور ایک ایک قعب دودھ کی انکے سامنے رکھی جب یہ لوگ کھا پی چکے آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے پرلی طرف ایک لشکر تمہارے جنگ کے لیے آ پڑا ہے تم لوگ میرے اس کہنے کی تصدیق کرو گے ۔ سب نے کہا کہ بیشک ہم تصدیق کرینگے کیونکہ تم امین ہو تم نے بچپن سے کبھی جھوٹ نہیں بولا ۔ آپ نے فرمایا کہ میں عذاب آخرت سے تم کو ڈراتا ہوں ۔ آنحضرت کے اس ارشاد کے بعد ابوطالب ۔ حضرت عباس حضرت حمزہ خاموش رہے مگر ابولہب نے کہا کہ کیا تم نے اس کام کے واسطے ہم کو بلایا تھا ۔ تبا لک ۔ اور نا ملائم الفاظ اسکے مونھ سے

[1] کشاف مطبوعہ مصر صفحہ ۱۳۲

نکلے جسکے بدلہ میں سورہ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی۔ حضرت عباس[1] کہتے ہیں جسکو
ابو نعیم نے بطریق عکرمہ انھوں نے حضرت عبد اللہ بن عباس اُنھوں نے حضرت عباس سے
روایت کیا ہی کہ اسکے بعد میں یمن کی طرف بغرض تجارت گیا اور جس قافلہ میں میں تھا
ابو سفیان بن حرب بھی تھے کہ ابو سفیان کے بیٹے حنظلہ نے ایک خط اُنکے پاس بھیجا
جس میں لکھا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مکے میں اعلان کیا ہی کہ میں خدا کا رسول ہوں
اور تم کو خدا کی بندگی کرنے کی طرف بلاتا ہوں یہ خبر تمام جگہ مشہور ہوگئی تھی چنانچہ اس خبر کے
معلوم ہونے کے بعد ہمارے قافلہ میں ایک یہودیوں کا عالم آیا اور کہا کہ مجکو معلوم ہوا ہی کہ
تم میں جس شخص نے دعوی رسالت کیا ہی اسکے چچا ہیں۔ حضرت عباس نے فرمایا کہ ہاں
میں ہوں۔ اس نے کہا کہ میں خدا کی قسم تم کو دیتا ہوں کہ مجکو بتاؤ کہ تمہارے بھتیجے کے مزاج
میں لڑکپن اور کم عقلی تو نہیں ہی۔ میں نے کہا کہ نہیں وہ بہت ہوشیار اور عقلمند ہیں اور
جو کام کرتے ہیں وہ غایت درجہ عقل و تمیز کا ہوتا ہی اور میں عبد المطلب کے خدا کی قسم کھا کر
کہتا ہوں کہ اُنھوں نے نہ کبھی جھوٹ بولا اور نہ خیانت کی یہانتک کہ ان کی یہ حالت دیکھ کر
تمام قریش امین کے خطاب سے اُن کو یاد کرتے ہیں۔ یہودی عالم نے کہا کہ وہ اپنے ہاتھ سے
لکھ لیتے ہیں۔ حضرت عباس کہتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ اس سے کہدوں کہ ہاں
لکھ لیتے ہیں تاکہ آنحضرت کی عظمت اسکے دل میں بڑھجائے اور میری زبان پر لفظ ہاں آگیا
مگر ابھی نکلا نہیں تھا کہ مجکو ابو سفیان کا خیال آیا کہ ایسا نہو یہ میری تکذیب کرے اور اسکو میری
سب باتوں میں شبہ پیدا ہوجائے آخر میں نے کہدیا کہ وہ اپنے ہاتھ سے لکھتے نہیں۔
یہ سنکر وہ کود پڑا اور اپنی چادر ہاتھ سے چھوڑ کر کہنے لگا کہ قوم یہود اب ماری جائے گی۔
حضرت عباس کہتے ہیں کہ جب ہم اپنے مکان پر پہونچے تو ابو سفیان نے کہا یا ابا الفضل
یہودی تمہارے بھتیجے سے ڈرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ہاں تم دیکھ ہی چکے اور اُس یہودی

حضرت عباس کا سفر اور ابو سفیان کو تبلیغ اسلام

[1] خصائص الکبری مطبوعہ دکن صفحہ ۹۹

کی گفتگو سُن ہی چکے ہو تو اے ابوسفیان تم ایمان لے آؤ۔ اگر آنحضرت نبی برحق ہیں تو تم سابقین میں سے ہو جاؤ گے اور اگر ایسے نہیں ہیں تو تمہارے قبیلہ عشیرہ کے بہتیرے لوگ ہیں کہ ہر حالت میں تمہارا ساتھ دینگے تمہیں کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ میں جب تک ایمان نہیں لاؤنگا کہ ایک عظیم الشان لشکر تمہارے بھتیجے کا اس چٹ پر خشک زمین میں نہ دیکھ لوں۔ میں نے کہا کہ کیا کہتے ہو ہوش میں ہو ابوسفیان نے کہا کہ ویسے ہی میری زبان سے یہ بات نکل گئی کیونکہ خدا ایسا لشکر اس خشک زمین میں نہ بھیجے گا نہ میں ایمان لاؤں گا حضرت عباس کہتے ہیں کہ جب مکہ فتح ہو گیا اور ہم نے دیکھا کہ تمام پہاڑوں میں لشکر اسلام پھیلا ہوا ہے۔ اور اُن زمینوں پر جو بالکل خشک تھیں سب لشکر اسلام سے بھری ہوئی ہیں میں نے کہا کہ ابوسفیان وہ بات تم کو یاد ہے کہ اُس روز کیا کہا تھا۔ ابوسفیان نے کہا کہ ہاں مجھکو یاد ہے اور میں اُسی کا خیال کر رہا ہوں۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عباس کے دل میں اسلام کی حقانیت جلوہ گر ہو گئی تھی یہانتک کہ اور لوگوں کو بھی تبلیغ اسلام کرتے تھے۔

حضرت عباس کا آنحضرت کی مدد کرنا اور ابوجہل کی شرارت

بزاز[1]۔ طبرانی نے اوسط میں اور حاکم بیہقی اور ابونعیم نے طریق ابن عباس سے روایت کی ہے اور وہ اپنے والد بزرگوار حضرت عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عباس نے فرمایا میں ایک روز بیت اللہ میں تھا تو ابوجہل کہنے لگا کہ خدا کی قسم اگر میں نے محمدؐ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تو میں گردن پر سوار ہو جاؤنگا۔ یہ سُن کر میں آیا کہ آنحضرت کو اس کی اطلاع کر دوں کہ ابوجہل خبیث کا ایسا قصد ہے۔ آخر میں نے آنحضرت کو اسکے قصد سے مطلع کیا۔ یہ سنکر آنحضرت کو جلال آیا اور اُٹھ کھڑے ہوئے اور فوراً بیت اللہ میں آئے یہ دیکھکر ابوجہل نے بھی اندر جانے کا قصد کیا۔ حضرت عباس نے جو آنحضرت کے جلال اور ابوجہل کو آمادہ فساد دیکھا تو بے اختیار کہنے لگے کہ آج کا دن بڑا اندیشہ ناک ہے یہ اپنے دل میں کہہ ہی رہے تھے کہ آنحضرت نے اقرا باسم ربک پڑھنی شروع کی جب آپ کلا ان الانسان لیطغیٰ

[1] خصائص الکبریٰ صفحہ ۱۲۶

پر پہونچے کہ ابوجہل کی ہی طرف اشارہ تھا تو ایک شخص نے ابوجہل سے کہا کہ محمدؐ یہ ہیں جاتے کیوں نہیں تو ابوجہل نے کہا کہ جو میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے۔ خدا کی قسم زمین سے لیکر آسمان تک میرے اور آنحضرت کے درمیان ایک دیوار حائل ہو رہی ہے کیسے جاؤں۔ علاوہ اسکے ضرور اسکو یہ بھی خیال ہوا ہوگا کہ حضرت عباس اور دیگر آل ہاشم بھی موجود ہیں یہ ضرور میری گستاخی کا بدلہ لیں گے۔ ان روایات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت عباس قبل از اسلام آنحضرت کے ہر حالت میں معاون و مددگار رہے ہیں ضرور اسلام کی عظمت اُن کے دل میں تھی۔ جب[۱] قریش زیادہ آمادہ فساد ہوئے تو ابوطالب نے سب بنی ہاشم کو جمع کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے واسطے آمادہ کیا حضرت عباس نے اقرار کیا اور سب بنی ہاشم[۲] نے سوائے ابولہب کے۔ چنانچہ سب بنی ہاشم آنحضرت کے ساتھ شعب ابی طالب میں جمع ہوئے۔ حضرت عباس بھی معہ اپنے اہل و عیال کے آنحضرت کے ساتھ تھے۔ حضرت[۳] حبر الامۃ عبداللہ بن عباس یہیں پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی۔ تین برس تک بنی ہاشم سخت تکلیف میں مبتلا رہے۔ قریش نے آنحضرت کی مخالفت کے باعث سب بنی ہاشم سے بیع و شرا مناکحت وغیرہ بند کر دی تھی۔ اور ابوجہل وغیرہ نے عہدنامہ لکھ کر خانہ کعبہ میں لٹکا دیا تھا۔ آخر ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عہدنامہ کیڑے نے کھا لیا۔ دیکھا تو ایسا ہی ہوا تھا سوائے خدا اور رسول کے نام کے سب کیڑے نے کھا لیا تھا اور پھر قریش میں آپس میں اختلاف ہو گیا تھا بعضے لوگ کہتے تھے کہ کیا وجہ بنی ہاشم کو اتنی تکلیف دی جاتی ہے۔ آخر پھر کوئی عہدنامہ نہیں لکھا گیا اور تین برس کے بعد سب بنی ہاشم اپنے اپنے گھروں میں آ بسے۔ جب[۴] ابوطالب بیمار ہوئے تو آنحضرت کو سخت رنج تھا اکثر اوقات ابوطالب کے پاس رہتے تھے۔ ابوطالب کی

عباس کا آنحضرت کے شعب ابیطالب ... اور عبداللہ ... عباس کی پیدائش

... کی حضرت کو وصیت

---

[۱] کامل ابن اثیر صفحہ ۲۲ جلد ۲ [۲] روضۃ الصفا صفحہ ۱۵ جلد ۲ حبیب السیر صفحہ ۱۹ [۳] نزہۃ المجالس صفحہ ۲۵۳ مطبوعہ مصر [۴] ترجمہ طبری فارسی صفحہ ۳۶۵

بھی یہی حالت تھی کہ جو شخص اُنکے پاس احادت کو آتا تھا اُس سے کہتے تھے کہ محمدؐ کا دین قبول کرو کہ یہ امین اور صادق ہیں۔ جب ابو طالب کا آخری وقت ہوا تو اپنے بھائی حضرت عباس کو بُلایا اور آنحضرت کی نگہداشت کی وصیت کی اور کہا کہ بھائی دیکھنا محمدؐ کی اچھی طرح حفاظت کرنا اور ان کی تقویت اور معاونت میں ہمیشہ کوشاں رہنا جیسے میں نے کوشش کی اور اُنکے دین کو قبول کرنا کیونکہ یہ تمام دینوں سے بہتر ہے آنحضرت نے فرمایا کہ اے عم تم تمام آدمیوں سے کہتے ہو اور میری متابعت کی وصیت کرتے ہو۔ اور خود نہیں کرتے ہو۔ ابو طالب یہ سُن کر خاموش ہو گئے۔ آنحضرت نے جب ابو طالب کو کلمہ کی ہدایت کی تو ابو جہل عبد اللہ بن امیہ نے ابو طالب سے کہا کہ اپنے باپ عبد المطلب کے مذہب سے پھرے جاتے ہو اُسوقت آنحضرت نے فرمایا کہ میں اللہ سے مغفرت کی دعا کرونگا جب تک ممانعت نہو۔ چنانچہ یہ آیت اُتری ماکان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین آنحضرت کا یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی ایسا کام کرنے کا ارادہ ہوتا تھا جس میں قوم کی ہدایت منظور ہوتی تھی تو اول اپنے اہلبیت کو اس کی ہدایت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ جب سود کی ممانعت کی ہے تو آپ نے فرمایا کہ

کل ربا فی الجاھلیۃ موضوع تحت قدمی ھاتین واول ما اضعہ ربا العباس بن عبد المطلب۔ یعنی جتنے سود زمانہ جاہلیت میں لیے جاتے تھے سب کو میں اپنے ان دونوں قدموں کے نیچے رکھکر نیست نابود کر دیا اور اول سود جو اپنے قدموں کے نیچے رکھتا ہوں وہ اپنے عم عباس کا ہے

اسی غرض سے آپ کی انتہائی کوشش یہ تھی کہ اول میرے عزیز مسلمان ہو جائیں۔ اسی وجہ سے بار بار ابو طالب کو ہدایت فرماتے تھے۔ ابو طالب کا جب بالکل آخری وقت آگیا تو سب بنی ہاشم کو جمع کیا اور کہا:-

---

لہ بخاری شریف صفحہ ۶۷۵ مولوی احمد حسن صاحب ۵۲ ۔ ۳ روضۃ الصفا صفحہ ۵۳ جلد ۲ ۔

ابوطالب کی بنی ہاشم کو وصیت

یا بنی ہاشم انتم صفوۃ اللہ وقلب العرب ۔ وانتم حزب اللہ ورأس الحسب منکم سید مطاع منکم المقدام الشجاع

یعنی اے بنی ہاشم تم خدا کے مقبول ہو اور تمام عرب کے دل ہو اور تم اللہ کے گروہ ہو اور بحیثیت حسب و نسب سب کے سردار ہو تم میں سے ہی سردار ہوتے ہیں جنکی اطاعت کی جاتی ہے اور تم ہی سب سے آگے رکھے جاتے ہو اور تم ہی سب سے بہادر ہو۔

دیکھو بیت اللہ کی تعظیم میں فروگذاشت نہ کرنا ۔ صلہ رحمی کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا ۔ امانت میں خیانت نہ کرنا ۔ عیالدار کی رعایت کرنا ۔ سچ بولنا ۔ اور محمدؐ کی اطاعت کرنا اور ان کی ہمیشہ معاونت کرنا ۔ جب بالکل ہی آخری وقت ہو گیا تو آنحضرت نے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کی تلقین کی ۔ ابوجہل وغیرہ نے یہ سنکر ابوطالب پر بہت زور دیا کہ دیکھو اپنا آبائی دین نہ بدلنا ۔ آخر ابوطالب کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے کہ اخترت النار علی العار ۔ (یعنی میں نے آگ میں جلنا پسند کیا عار و ننگ کی وجہ سے) جب آنحضرت مایوس ہو کر ابوطالب کے پاس سے اٹھے ہی تھے کہ حضرت عباس نے جو کان لگایا تو وہ کلمہ پڑھتے تھے

حضرت عباس کی شہادت ابوطالب کے ایمان پر

حضرت عباس نے کہا کہ اے بھتیجے ابوطالب وہی کلمہ پڑھ رہے ہیں جس کی تم نے تلقین کی تھی[1]

[1] اخرج مسلم عن العباس بن عبد المطلب قال قلت یا رسول اللہ هل نفعت ابا طالب بشیٔ فانہ قد کان یحوطك ویغضب لك قال نعم وھو فی ضحضاح من النار ولولا انا لکان فی الدرك الاسفل من النار

مسلم میں حضرت عباس سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ نے ابوطالب کو کچھ نفع پہونچایا باوجود اسکے کہ وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے آپ کے لیے لوگوں پر غصہ ہوتے تھے آپ نے فرمایا کہ ہاں وہ ہلکی آگ میں ہیں ۔ اگر میں نہ ہوتا تو وہ نیچے کے طبقے میں دوزخ کے ہوتے ۔

جب حضرت عباس دولت اسلام سے مالامال ہو گئے ہیں تو انہوں نے آنحضرت سے دریافت کیا کہ جناب ابوطالب کو بھی آپ کی خدمت سے نفع پہونچا کیونکہ حضرت عباس ہمیشہ ابوطالب کے ساتھ رہے اسوجہ سے ان کی نجات کی فکر بھی بہت تھی اسی وجہ سے آنحضرت سے دریافت کیا آنحضرت نے فرمایا کہ ہاں نفع پہونچا وہ یہ کہ وہ ہلکی آگ میں ہیں اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے نیچے کے طبقے میں ہوتے ۔ مشارق الانوار صفحہ ۲۸ خصائص الکبریٰ صفحہ ۸۰ ۔

آنحضرت نے فرمایا کہ میں نے نہیں سُنا۔ غرض ابو طالب کے بعد حضرت عباس ایک تو اس وجہ سے کہ جب سے پیدا ہوئے تھے برابر خوارق عادات دیکھ رہے تھے۔ دوسرے بوجہ جوش خون تیسرے بوجہ وصیت اپنے بھائی ابو طالب کے آنحضرت کے ہمیشہ معاون و مددگار رہے۔ چنانچہ استیعاب میں لکھا ہے کان العباس انصرالناس لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ابی طالب۔ یعنی ابو طالب کے بعد حضرت عباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ درجہ کے معاون و مددگار رہے پچھلی تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سے آنحضرت پیدا ہوئے تھے اور بعثت کے وقت تک حضرت عباس نے ہمیشہ آنحضرت کی مدد کی مگر چونکہ ابو طالب انکے بڑے بھائی موجود تھے ان کی خدمت کا اظہار نہ ہوتا تھا اور بعد ابو طالب کے تو سب پر ظاہر ہو گیا کہ کیسی حالت میں اور کیسے وقت میں کہ تمام قوم کی قوم مخالفت پر تُلی ہوئی تھی حضرت عباس نے آنحضرت کا ساتھ نہ چھوڑا۔ ابو طالب کے بعد تو تمام قومی خدمتیں حضرت عباس کے ہی متعلق ہو گئی تھیں اور یہی رئیس قرار دیے گئے تھے مگر حضرت عباس کے زمانہ میں آنحضرت پر قریش نے بہت ظلم و تعدی شروع کر دی تھی کیونکہ حضرت عباس تنہا رہ گئے تھے اور نیز یہ حلیم اور بُردبار شخص تھے اور علاوہ اسکے ساری قوم کا مقابلہ تھا جس وقت جس کسی کو موقع ملا آنحضرت کو کچھ نہ کچھ اذیت پہونچائی۔ یہانتک کہ ایک بار نماز کی حالت میں سر مبارک پر کسی نے خاک ڈالدی کسی نے سجدے کی حالت میں اوجھڑی گردن مبارک پر رکھدی۔ یہ حالتیں تھیں کہ آنحضرت

حضرت عباس کا ہمیشہ معاونت آنحضرت کی کرنا

نوٹ بقیہ صفحہ ۵۸۔ بہرحال ابو طالب کی خدمت کا پھل تو اُن کو ضرور ملا اور کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ بواسطے آنحضرت کے اُن کی مغفرت کر دے اسی وجہ سے ایک فرقہ تو انکے ایمان کا قائل ہے۔ باقی انکے ایمان میں اختلاف ہے۔ حضرت عباس کی شہادت انکے ایمان پر اس وجہ سے مقبول نہیں کہ اس وقت تک اُنکے اسلام کا خود اظہار نہیں ہوا تھا۔ باقی دیگر روایات سے بھی جناب ابو طالب کا مومن ہونا ثابت نہیں ہوتا چنانچہ خصائص الکبریٰ میں ہے۔ اخرج ابن عساکر من طریق الحسن بن عمارہ عن رجال سماہم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلی ابن ابی طالب ذھبا الی قبر ابی طالب لیستغفرا لہ فانزل اللہ ما کان للنبی الخ ۱۲ مؤلف۔

قریش سے نہایت کبیدہ خاطر ہوگئے تھے۔ انہیں ایام میں کچھ لوگ مدینہ سے آنحضرت کے اوصاف اہل کتاب سے سن کر آئے وہ چھ آدمی تھے۔ ثعلبہ بن عمرو۔ عوف بن حارث حارث بن ثعلبہ۔ قبطہ بن عامر۔ جابر بن عبداللہ۔ تحلیقہ بن جابر۔ ان لوگوں نے آنحضرت کے جمال مبارک اور اوصاف حمیدہ دیکھکر نہایت خلوص سے بیعت کر لی اور مسلمان ہوگئے اور مدینہ جاکر قبیلہ اوس۔ قبیلہ خزرج سے آنحضرت کے اخلاق حمیدہ بیان کیے تو بارہ آدمی دونوں قبیلوں کے مدینے سے آئے اور بیعت کرکے مسلمان ہوگئے۔ چونکہ آنحضرت قریش سے نہایت کبیدہ خاطر تھے اس وجہ سے مدینے جانے کا آپنے قصد فرمایا۔ کہ ان لوگوں کے ساتھ چلے جائیں مگر اول اپنے عم بزرگوار حضرت عباس سے مشورہ لینے کی غرض سے انکے پاس تشریف لائے کیونکہ حضرت عباس ہی انکے خیرخواہ اور ہمدرد تھے آنحضرت نے فرمایا کہ اے عم میں اپنا راز تم سے کہتا ہوں اسکو ظاہر نہ کیجیے۔ حضرت عباس نے کہا کہ بھتیجے کہو۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ابوطالب کے انتقال کے بعد آپ دیکھتے ہیں کہ قریش سے کیسی کیسی سختیاں اور ذلتیں اُٹھا رہا ہوں اب صبر کرتے کرتے دل سرد ہوگیا ان کا راستی پر آنا بظاہر مشکل معلوم ہوتا ہے۔ میں نے اکثر چاہا کہ جب مختلف قبائل حج کے واسطے آتے ہیں اُن میں سے کسی کے ساتھ چلا جاؤں اور وہاں جاکر اپنے دین کا اظہار کروں مگر کوئی نہ ملا ہاں البتہ یثرب کے چھ آدمی پہلے آئے تھے وہ مسلمان ہوکر چلے گئے اور بارہ آدمی اب آئے ہیں اور مجھ سے بیعت کی ہے اور مسلمان ہوگئے ہیں میں چاہتا ہوں کہ انکے ساتھ چلا جاؤں حضرت عباس نے یہ سُنکر کہا کہ میں تم کو نیک صلاح دیتا ہوں اور آیندہ ایسے امور میں ہمیشہ اچھی و مناسب رائے دیتا رہونگا۔ میری رائے یہ ہے کہ تم ان بارہ آدمیوں کے ساتھ تو جاؤ مت اس وجہ سے کہ مدینہ میں دس ہزار آدمی کے قریب ہیں اور آپس میں سب ایک دوسرے کے خلاف ہیں جس شہر میں اس قدر آدمی ہوں اور آپس میں نفاق رکھتے ہوں۔ یہی حالت

آنحضرت کا مدینہ جانیکے لیے حضرت عباس سے مشورہ

ا۔ دیکھو طبری ترجمہ فارسی نولکشور صفحہ ۱۳۸

ہیں وہاں کے تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ جانا ٹھیک نہیں اور نہ یہ لوگ قابل اعتماد ہیں۔
علاوہ ازیں آیندہ یہ خرابی ہوگی کہ اگر مدینے والوں نے بھی ایسی ہی تکلیفیں پہونچائیں جیسی کہ
مکے والوں نے اور وہاں سے بھی تمہارا دل اُکھڑا تو پھر مکے میں نہ آسکوگے کیونکہ یہاں سے
جانے کے بعد تو یہ لوگ کھلم کھلا تمہاری جان کے دشمن ہوجائینگے۔ اب تو تم جب تک یہاں
ہو میں جان نثاری کے لیے موجود ہوں مگر خیال کرلو کہ ساری قوم کا مقابلہ ہے۔ یہ لوگ بالفعل
تو ایسی دست اندازی نہیں کرسکتے جس سے جان کا اندیشہ ہو۔ اب مصلحت یہ ہے کہ تم اپنے
اہلبیت میں سے کسی کو مدینے ان لوگوں کے ساتھ کردو کہ وہ جاکر تمہاری نیابت کرے
اور تمہارے دین کی طرف لوگوں کو رغبت دلائے۔ جب دیکھو کہ وہاں کے لوگ عام طور پر
تمہارے دین کے گرویدہ ہوگئے ہیں اُسوقت وہاں جانا مناسب ہوگا اور اگر وہ لوگ تمہارے
دین کے گرویدہ نہوئے تو تم اپنے قبیلے عشیرہ سے تو الگ نہوگے اور وہ بھی اپنے وطن
سے الگ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ نیک صلاح اپنے عم بزرگوار سے سُنی بہت
پسند فرمائی اور اسی پر کاربند ہوئے۔ حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم اپنے چچیرے
بھائی کو اُن بارہ آدمیوں کے ساتھ بھیجدیا۔ حضرت مصعب نے مدینے جاکر دین اسلام کی اشاعت
میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا یہانتک کہ بڑے بڑے سردار جیسے سعد بن معاذ وغیرہ مشرف باسلام
ہوئے اور حضرت سعد کی وجہ سے تمام بنی الاشہل مسلمان ہوگئے۔ غرض جب حج کا زمانہ آیا
تو حضرت مصعب اسّی آدمیوں کے ساتھ حج کی غرض سے مکے آئے اور تمام آدمیوں کو مقام
عقبہ پر چھوڑا کہ مکہ والوں کو اطلاع نہ ہو۔ اور یہ رائے ہوئی کہ آنحضرت سے عرض کیا جائے کہ
ہم لوگوں کے پاس قدم رنجہ فرمائیں اور ہم لوگ بیعت کریں۔ آنحضرت نے یہ حال [1] تو کہلا بھیجا اپنے
عم بزرگوار سے مشورہ لیا اور فرمایا کہ ایسا ایسا معاملہ ہے۔ اب کیا رائے ہے مجکو ان لوگوں کے پاس

آنحضرت کا حضرت عباس سے دوبارہ مشورہ

---

[1] المختصر فی اخبار خیر البشر صفحہ ۱۳۳ تصنیف عماد الدین ۱۳۲۵ء مطبوعہ۔ [2] نور الابصار صفحہ ۱۴ للشیخ الشبلنجی مطبوعہ مصر
[3] روضۃ الصفا صفحہ ۶۱ جلد ۲ نولکشور

جانا چاہیے ۔ حضرت عباس نے کہا کہ آپ تشریف لیچلیں اور میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں دیکھوں وہ کیسے آدمی ہیں اور وہ لوگ قابل اعتماد ہیں کہ نہیں ۔ غرض شب کے وقت حضرت عباس حضور پرنور محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ اُس مقام پر پہونچے جہاں بیعت کرنے والے منتظر بیٹھے ہوئے تھے ۔ اُس وقت تک حضرت عباس کے ایمان کا اظہار نہیں ہوا تھا مگر حضرت عباس کو بھی یہ منظور تھا کہ ان لوگوں سے اچھی طرح مضبوط عہد لیکر آنحضرت کو انکے سپرد کردیں کیونکہ قریش کی سختیاں آنحضرت پر خصوصاً اور تمام بنی ہاشم پر عموماً بیحد ہو چلی تھیں اور نیز اسلامی ترقی میں انہیں جوشیلی دلچسپی تھی ۔ جب آنحضرت وہاں تشریف فرما ہوئے تو وہ لوگ آنحضرت کو دیکھ کر تعظیماً کھڑے ہو گئے ۔ جب وہ لوگ بیٹھ گئے ۔ حضرت عباس کھڑے ہوئے اور یہ تقریر کی کہ اے اوس و خزرج کے سردارو ۔ تم سرداران قوم ہو اور تم لوگ سفر کی تکلیفیں اُٹھا کر آئے ہو اسکا ہم کو خیال ہے ۔ تم سمجھ لو کہ محمدؐ میرا بھتیجہ ہے اور وہ ساری خلقت سے مجھے عزیز ہے اور وہ اپنی قوم میں اور اپنے کنبہ میں باعزت و ناز محفوظ ہے کسی شخص کو اُسپر دسترس نہیں ہے مگر قریش کی گستاخیوں سے انکا دل اُن لوگوں سے متنفر ہو گیا ہے اور ان کی بھی یہ مرضی ہے کہ تمہارے ساتھ چلے جائیں مگر یاد رکھو کہ یہ جب یہاں سے چلے جائینگے تو قریش کا جو شرم و لحاظ ہے وہ نہیں رہے گا اور سب لوگ سخت درجہ کی لڑائی پر آمادہ ہو جائینگے ۔ اگر تم لوگ محمدؐ سے بدعہدی کرو اور مدینے جا کر ان سے علیحدہ ہو جاؤ تو ابھی کہدو ایسا نہو کہ انہیں وہاں لیجاؤ اور جو وعدہ کرتے ہو اُسے پورا نہ کرسکو اور ہمیں اپنا دشمن بنالو کیونکہ محمدؐ اب بھی اپنی قوم میں معزز و محترم ہیں ۔ ان سب نے پورے طور پر عہد کیا اور کہا کہ اے عباس ہم نے ان کو خداوند تعالیٰ کے لیے قبول کیا ہے ۔ ہم ان پر اپنی جانیں فدا کرینگے ۔ لیکن ایک عرض ہماری بھی ہے کہ اگر آنحضرت اپنے دشمنوں پر غالب آجائیں اور کسی کا خوف و اندیشہ نہ رہے تو ایسا نہو کہ آپ ہمیں چھوڑ کر واپس چلے آئیں ۔ آنحضرت نے ہنسکر فرمایا کہ ایسا نہیں ہوگا میں تمہارا اور تم میرے ۔ میرا مرنا جینا تمہارے ساتھ ہوگا میری قبر تمہاری قبروں میں ہوگی اور میرا گھر

تمہارے گھروں میں ہوگا۔ جنکے ساتھ تم لڑوگے میں بھی انکے ساتھ لڑونگا جن سے تم صلح کروگے میں بھی صلح کرونگا۔ یہ فرماکر آپ کھڑے ہوئے اور تقریر کی پہلے قرآن شریف پڑھا اور اسلام پیش کیا اُن لوگوں نے کہا کہ ہم نے آپ کا دین قبول کیا اور اب ہم اس غرض سے آئے ہیں کہ آپ کو مدینے لے چلیں۔ پس آنحضرت نے اُن لوگوں سے اسی طریقہ سے بیعت لی جیسے پہلے آدمیوں سے لی اور یہ عہد لیا کہ ہمارے دشمنوں سے لڑنا ہوگا اور ہمارے دین کی اشاعت کرنی ہوگی۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ ہم آپ کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز رکھیں گے آپ پر اپنی جانیں فدا کرنے میں دریغ نہ کرینگے اور آپ کے دین کی اشاعت میں حد درجہ کوشش کرینگے۔ یہ معاہدہ کرکے وہ لوگ مدینے چلے گئے۔ جب مکّے والوں کو اس بیعت کا حال معلوم ہوا تو آپ کے شہید کر ڈالنے کی فکر کی۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کو اپنے بستر پر لٹا کر کفار پر خاک ڈالکر حضرت ابوبکر الصدیقؓ کو ہمراہ لیکر ہجرت فرماکر مدینے تشریف لے گئے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکّے سے ہجرت فرماکر مدینے تشریف لے گئے تو مکّہ میں[1] ایک دن حضرت عباس کی ہمشیرہ عاتکہ بنت عبد المطلب نے ایک خواب دیکھا کہ ایک شتر سوار موضع ابطح میں آکر کھڑا ہوا ہے اور آواز دیتا ہے کہ اے گروہ قریش دوڑو اور تین دن کے بعد اپنی قتلگاہ میں پہونچ جاؤ۔ اتنا کہہ کر وہ اپنے اونٹ کو مسجد الحرام کی طرف لیچلا لوگ اسکے پیچھے دوڑے۔ استنے میں دیکھا کہ وہ شتر سوار بام خانہ کعبہ پر کھڑا ہوا وہی منادی کر رہا ہے۔ پھر اُس نے ایک پتھر نیچے لڑھکایا جو پہاڑ کے تلے آکے ریزہ ریزہ ہوگیا اور مکہ کا کوئی گھر نہ بچا جس میں اُس پتھر کا کوئی ٹکڑا نہ گرا ہو یہ دیکھ کر آنکھ کھُل گئی۔ عاتکہ بنت عبد المطلب نے اس خواب کو اپنے بھائی حضرت عباس سے بیان کیا اور یہ کہا کہ اس خواب کا ذکر کسی سے نہ کریں کیونکہ مکّے والوں کے خیالات ہم سب ہاشمیوں سے خراب ہو رہے ہیں۔ مگر اتفاق سے حضرت عباس نے

واقعات سال اول
ہجرت حضرت عباس کی ہمشیرہ عاتکہ کا خواب

[1] کامل ابن اثیر صفحہ ۴۲ [2] شمس التواریخ صفحہ ۱۹۱ [3] روضۃ الصفا صفحہ ۹۵ جلد ۲ - ن

حضرت عباسؓ اور ابوجہل کی گفتگو

اپنے دوست ولید سے اس خواب کو کہدیا۔ ولید نے اپنے باپ سے کہدیا اور اُس نے ابوجہل سے کہدیا یوں یہ خواب مشتہر ہوگئی۔ ابوجہل[1] نے حضرت عباس سے کہ یہ طواف بیت اللہ کر رہے تھے کہا یا ابا الفضل یہاں تشریف لائیے۔ حضرت عباس کہتے ہیں کہ جب میں طواف سے فارغ ہوا تو اسکے پاس گیا اُس نے چھوٹتے ہی کہا کہ آپ کی بہن کب سے نبیہ ہوگئیں اور عاتکہ بنت عبد المطلب کے خواب کا ذکر کیا اور نا ملائم الفاظ کہے۔ حضرت عباس نے بھی سختی سے جواب دیا اور کہا یا مصفر استہ۔ یعنی اے گوز مارنے والے تو ہی کذب و ملامت کا سزاوار ہے۔ ابوجہل نے کہا کہ جب ہمارے تمہارے درمیان مجد و شرف کا معاضر ہوا تو تم نے کہا کہ ہمارے یہاں سقایہ ہے ہم نے کہا کہ ہم کو کچھ پرواہ نہیں ورنہ ہم اسپر اعتراض کرتے ہیں کہ تم حاجیوں کو پانی پلاتے ہو۔ پھر تم نے کہا کہ ہم میں خدمت حجابہ ہے تو ہم نے کہا کہ ہمارا کیا حرج ہے کہ تم کعبہ کی دربانی کرتے ہو۔ پھر تم نے کہا کہ ہم میزبانی کرتے ہیں اور حاجیوں کو کھانا کھلاتے ہیں یعنی رفادہ جب بھی ہم نے کچھ اعتراض نہیں کیا کہ اچھا ہے تم اس خدمت کو بھی انجام دیتے ہو۔ پھر تم نے کہا کہ ہم میں جود و سخاوت ہے تو ہم نے کہا کہ کچھ باک نہیں کہ تم اپنا مال ضعفار کو اور یتیموں کو کھلاتے ہو اچھا کرتے ہو ہم بھی لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور تم بھی کھلاتے ہو۔ غرض ہم اور تم مجد و شرف میں آپس میں مسابقت کرتے تھے پس ہم اور تم مثل اُن گھوڑوں کے تھے جو بازی میں برابر دوڑتے تھے اب تم نے کہا کہ ہم میں نبی و رسول آخر الزماں ہیں اور اب تم کہتے ہو کہ ہم میں ایک عورت بھی نبیہ ہے یعنی عاتکہ۔ قسم ہے لات و عزیٰ کی ایسا کبھی نہیں ہو سکتا اور اے عباس تم لوگ اسی پر اکتفا نہیں کرتے کہ تمہارے مرد ہی نبوت کا دعوی کریں بلکہ تمہاری عورتیں بھی دعوی نبوت کا حوصلہ رکھتی ہیں۔ ہم تین دن تک صبر کرتے ہیں اگر یہ خواب سچا نہوا تو میں سارے ملک میں مشہور کر دونگا کہ تم ہاشمی لوگ بڑے جھوٹے اور مفتری ہو۔ حضرت عباس فرماتے ہیں کہ میں تو

[1] مغازی صادقہ ترجمہ مغازی رسول واقدی رحمۃ اللہ مطبوعہ نولکشور لکھنوی صفحہ ۱۰۱

اس کی جہالت کی باتیں سُنکر درگذر کرگیا مگر رات کو گھر کی سب عورتیں جمع ہوکر میرے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ "اے عباس تم سید بنی ہاشم اور بزرگ خاندان ہوکر یہ ذلت و خواری گوارا کروگے کہ یہ خبیث ابوجہل ہمیں نازیبا الفاظ کہے۔ ہمارے مردوں کو تو سب طرح دق کرچکا اب تمہارے خاندان کی عورتوں کے مونھ آتا ہے۔ تم بڑے بے غیرت ہو کہ وہ تمہارے مونھ پر بنی ہاشم کو بُرا بھلا کہتا رہا اور تم سے ڈانٹا نہ گیا" حضرت عباس کہتے ہیں کہ عورتوں کی ان باتوں سے مجھے بہت شرم آئی۔ اور میں نے اُن سے کہا کہ خیر آئندہ اگر پھر وہ ملعون ایسی گستاخی کریگا تو واللہ اسکو سزا دونگا اور اُس کے شر سے دنیا کو پاک کردونگا۔ تیسرے روز جو ابوجہل نے کہا تھا کہ میں بنی ہاشم کو بدنام کرونگا۔ حضرت عباس غصہ کی حالت میں ہتھیار لگاکر ابوجہل سے بدلا لینے کے لیے مسجد الحرام میں گئے تو یکایک وہ مردود اُن کے سامنے آیا۔ یہ اس کی طرف متوجہ ہوئے وہ بھاگا یہ سمجھے کہ وہ مجھ سے ڈر کر بھاگا مگر واقع میں یہ بات نہ تھی بلکہ ضمضم غفاری آیا اور اُس کے ناک کان کٹے ہوئے تھے اور گریبان چاک تھا اور فریاد کرتا تھا کہ اے قریش اپنے قافلہ کی خبر لو۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) معہ اپنی فوج کے قافلہ کے پیچھے پڑگئے ہیں۔ مجھے ہرگز امید نہیں کہ تم اپنے قافلہ کو سلامت پاسکو۔ ابوجہل یہ فریاد سُن کر اس کی طرف دوڑا تھا کہ جلد جاکر کچا حال دریافت کرے۔ حضرت عباس بھی اس جھگڑے کی طرف ایسے محو ہوگئے کہ ابوجہل انکے ہاتھ سے بچ گیا۔

سناکہ ہمشیرۂ حضرت عباس کا خواب سچا

حضرت عباس خاتم المہاجرین کے اسلام کا اظہار

مورخین[۱] نے تواتر سے لکھا ہے کہ بنی ہاشم جنگ بدر میں طوعاً و کرہاً شامل ہوئے تھے خصوصاً حضرت عباس کیونکہ پہلے سے یہ لوگ قریش سے علحدہ تھے اور آنحضرت کے ساتھ تھے۔ قریش سے آنحضرت کی وجہ سے ان لوگوں کو سخت سخت اذیتیں پہونچی تھیں۔ تین سال تک حضرت

---

[۱] ابن اثیر صفحہ ۴۸ جلد ۲ کشاف مطبوعہ مصر ۵۳۳

عباس معہ اپنے متعلقین کے شعب ابی طالب میں ذات باہر ہو کر رہے تھے مگر چونکہ یہ قومی معاملہ تھا تمام قریش واہل مکہ جنگ پر آمادہ تھے۔ اگر یہ لوگ کچھ بھی چون وچرا کرتے تو وہ ایسے جوش کا وقت تھا کہ سب قتل کر دیئے جاتے۔ ادہر حضرت عباس بعد ابوطالب کے چند در چند تعلقات میں گرفتار تھے۔ طالب وعقیل اور نیز عتبہ وشیبہ اور تمام کنبہ کا بار ان ہی پر آپڑا تھا۔ علاوہ ازیں بیت اللہ کی خدمات ادہر قریش کے ساتھ اگر شرکت نہیں کرتے تو تمام کنبہ تباہ ہوا جاتا ہے۔ غرض ایسی کشمکش میں مبتلا تھے۔ لاچار بہت سی مصلحتوں پر خیال کرکے یہ قریش کے ساتھ ہو گئے اگرچہ ان کا جی ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ اپنے بھتیجے کے مقابلہ میں وہ بھتیجا بھی کیسا۔ جس پر جان ومال نثار کرتے تھے ، جائیں۔ حضرت عباس کے متعلق تمام قریش کے کھانے کا انتظام تھا۔ یعنی آخر دن جب جنگ بدر میں کفار کو شکست ہوئی وہ دن تھا حضرت عباس کے کھانا دینے کا۔ اُدہر آنحضرت کو حضرت عباس کا خصوصاً اور تمام بنی ہاشم کا عموماً خیال تھا اُن کی تکلیفیں حضور کو یاد تھیں آپ خوب جانتے تھے کہ یہ لوگ مارے باندھے آئے ہیں اس لیے حضور[1] کا حکم تھا کہ من لقی العباس فلا یقتلہ یعنی جو شخص حضرت عباس سے ملے اُن کو قتل نہ کرے۔ یہ حکم نہایت عدل پر مبنی تھا۔ اس پر بھی[2] ابو حذیفہ صحابی رضؓ نے یہ کہا کہ ہم اپنی اولاد اپنے باپ بھائی اور رشتہ داروں کو قتل کریں اور عباس کو چھوڑیں۔ خدا کی قسم اگر عباس مجھکو مل جائینگے تو میں ضرور قتل کر دونگا۔ جب حضور نے یہ سُنا تو چہرۂ مبارک جلال سے سُرخ ہو گیا۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ حضرت عباس کے دل میں اسلام جگہ کر گیا ہے مگر بوجوہ چند اظہار نہیں کرتے۔ اس میں شک نہیں کہ اپنے عزیزان خورد کی اطاعت چاہے وہ کسی مرتبے کے ہوں بزرگ خاندان ہو کر کرتے ہوئے حجاب آتا ہے اور ضرور شرم معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ ابوطالب باوجودیکہ آنحضرت پر ایسے جاں نثار تھے کہ ایسے اور لوگ نہیں تھے اور اگر کوئی پکا مسلمان خدمت کرتا تو ایسی ہی کرتا وہ بھی اس شرم وعار کی وجہ سے آخر وقت

---

[1] ابن اثیر صفحہ ۱۲۸ جلد ۲ مطبوعہ مصر [2] کشاف مطبوعہ مصر صفحہ ۵۳۳ [3] روضۃ الصفا صفحہ ۹۱ جلد ۲

تک خاموش ہی رہے - چونکہ احکام شریعت ظاہر پر ہیں جب تک دلی خیالات کو زبان سے نہ کہے شریعت کوئی حکم نہیں لگاتی حالانکہ حضرت عباس نے اسکے ایمان پر گواہی بھی دی مگر ان کا اسلام بھی چونکہ ظاہر نہیں تھا اس وجہ سے قبول نہوئی اور آنحضرت نے یہ فرمایا کہ میں نے ان کو کلمہ پڑھتے نہیں سُنا اسی وجہ سے ان کی تجہیز و تکفین اہل اسلام کے طریقہ پر نہیں ہوئی - اور اُن کا ورثہ حضرت علیؓ اور حضرت جعفرؓ کو نہ ملا بلکہ طالب و عقیل کو ملا - غرض آنحضرت نے ابو حذیفہؓ کی شکایت حضرت عمرؓ سے کی اور فرمایا یا ابا حفص تم نے سُنا کہ ابو حذیفہ کیا کہہ رہا ہے عم رسول اللہ پر تلوار چلانی چاہتا ہے - حضرت فاروق اعظم نے عرض کیا کہ اگر یہ شخص منافق ہوگیا ہے تو بشرط ارشاد اس کی گردن ماردوں - آنحضرت یہ سُن کر خاموش ہوگئے - آخر حضرت عمرؓ کے زیادہ اصرار پر آنحضرت نے فرمایا کہ یہ کافر اور منافق نہیں ہے بلکہ اپنے باپ بھائی چچا کے رنج میں یہ بات زبان سے نکل گئی ہے - یا ابا حفص تم ان کو مت قتل کرو اللہ تعالیٰ ان کو شہادت نصیب کریگا اور شہادت ہی اس بات کا کفارہ ہوجائیگی روضۃ الصفا صفحہ ۶ جلد ۲

ابو حذیفہؓ کو جب آنحضرت کی ناراضگی کا علم ہوا تو بہت پشیمان ہوئے اور یہ کہتے تھے کہ اس کلمہ کا کفارہ سوائے شہادت کے اور کچھ نہیں ہوسکتا چنانچہ یوم الیمامہ شہید ہوگئے -

حضرت عباس کی اسیری

ابن سعد[۲] روایت کرتے ہیں محمود سے اور وہ عبید بن اوس سے کہ جنگ بدر میں جب میں نے حضرت عباس اور حضرت عقیل کو پکڑلیا ہے اور آنحضرت نے ان کو پکڑلیا ہے اور آنحضرت نے ان کو اس حالت میں دیکھا ہے تو فرمایا کہ ان دونوں کے پکڑنے میں ایک ملک کریم نے تیری مدد کی ورنہ ایسے بہادر لوگ تیرے ہاتھ کیسے آتے - سبحان اللہ خداوند کریم نے اپنے فرشتوں کے ہاتھ سے ان کو پکڑوا کر اپنی طرف بُلایا ہے - بہرحال حضرت عباس اور حضرت عقیل اسیر ہوئے اور سب کے ساتھ انکے ہاتھ میں بھی بندھن باندھے گئے - بندھن کے زیادہ

حضرت عباس کو بندھن کی تکلیف اور آنحضرت کی بے چینی

کسے ہونے کے باعث حضرت عباس کی کراہ کی آواز نکل گئی آنحضرت کو اُن کی تکلیف کیوجہ

[۱] دیکھو بخاری شریف مطبع محمدی میرٹھ [۲] دیکھو خصائص الکبریٰ عربی صفحہ ۲۰۲

سے نیند نہیں آئی مگر خدا کے حکم سے مجبوری تھی کچھ نہ کہا۔ علاوہ ازیں اور سرداران قریش کی بھی یہی حالت تھی ان کے ساتھ اگر رعایت کی جاتی تو بہت لوگوں کو شکایت کا موقع ملتا۔ دوسرے اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا خیال تھا۔ غرض آنحضرت کی بے چینی ایسی تھی کہ چھپ نہ سکی اور ایک شخص نے یہ دیکھکر حضرت عباس کے بندھن کو ڈھیلا کر دیا یہ خاموش ہو گئے آنحضرت نے اس کی وجہ دریافت کی تو اُس شخص نے ساری کیفیت بیان کی۔ آپنے فرمایا کہ سب کے بندھن ڈھیلے کر دیئے جائیں۔ غرض صبح کو ان لوگوں کی بابت مشورہ کیا گیا آخر یہ قرار پایا کہ ان لوگوں سے فدیہ لے لیا جائے اور ان کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ یہ سرداران قوم ہیں اگر یہ ایمان لے آئینگے تو ان کی وجہ سے بہت سے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں گے اور آگے چل کر یہ لوگ اسلام کی خدمت بھی اعلیٰ درجہ کی کرینگے۔ حضرت فاروق اعظم کی رائے اسکے خلاف تھی وہ چاہتے تھے کہ ہر مسلمان اپنے قریبی رشتہ دار کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے یعنی حضرت علی اپنے بھائی عقیل کو اور حضرت حمزہ اپنے بھائی حضرت عباس کو۔ اُسوقت آنحضرت نے حضرت عمر سے فرمایا یا ابا حفص (اُسی وقت سے حضرت عمر کی یہ کنیت مشہور ہوئی) اتامرنی اقتل العباس فجعل عمر یقول ویل العمر ثکلۃ امہ[1] کیا تم مجھ سے کہتے ہو کہ میں اپنے عم عباس کو قتل کر دوں یہ کیسے پیار اور محبت کا کلمہ ہے۔ پس حضرت عمر کہنے لگے" ہلاکی ہو عمر اور اُس کی ماں اُسپر روئے" گویا افسوس کا کلمہ ہے۔ حضرت صدیق اکبر کی یہ رائے تھی کہ فدیہ لیا جائے۔ غرض اسی رائے پر اتفاق ہوا۔ چنانچہ حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ تم اپنا اور دونوں بھتیجوں عقیل و نوفل کا فدیہ دو۔ مطلب اس سے یہ تھا کہ جلد اپنے اسلام کا اظہار کر دو ورنہ ظاہر ہے کہ اتنا بار کیوں ڈالا جاتا ہے۔ حضرت عباس نے کہا اے بھتیجے جتنا روپیہ میں لایا تھا وہ سب قریش کے کھانے میں صرف ہو گیا اس وقت میرے پاس کچھ نہیں۔ تفسیر کبیر میں[2] ہے کہ بیس اوقیہ سونا حضرت عباس کے پاس تھا وہ آپ سے لیا گیا جو وہ کفار پر صرف کرنے کو لائے تھے

عباس سے
یا گیا

---

[1] تفسیر کبیر مطبوعہ مصر صفحہ ۵۶۶

[2] تفسیر کبیر مطبوعہ مصر صفحہ ۵۶۶

اُس وقت حضرت عباس نے عرض کیا کہ کچھ میرے پاس بھی چھوڑنا چاہیے اور کہا کیا تم اسکو گوارا کر سکتے ہو کہ تمہارا چچا دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلائے، اُسوقت حضور نے فرمایا کہ وہ سونا جو چچی صاحبہ کے پاس آپ رکھ آئے تھے وہ کہاں ہے۔ آپنے چلتے وقت اُنسے کہا تھا کہ یہ سونا تمہارے پاس چھوڑے جاتا ہوں میرے بعد تم لینا اور فضل بعبداللہ۔ عبید اللہ قثم کو دینا۔ حضرت عباس نے کہا کہ تمھیں اس کی کیسے خبر ہوئی یہ معاملہ تو شب کے وقت بالکل علیحدگی میں ہوا تھا۔ آپنے فرمایا کہ اُسی وقت جبرئیل نے آکر مجکو اطلاع دی ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ حلیم و حکیم ہے وہ جانتا تھا کہ عباس سب روپیہ خرچ کر چکے ہیں ضرور اپنی ناداری کا عذر کرینگے لہذا بواسطۂ جبرئیل اُس سونے کی اگر اطلاع ہوجائے گی تو مادہ پہلے سے تو تیار ہے فوراً اسلام کا اظہار ہو جائیگا۔ حضرت عباس نے یہ سُن کر بآواز بلند کلمہ طیبہ پڑھا اور کہا کہ میں تھا تو پہلے ہی سے مسلمان اور آپ کی عظمت میرے قلب میں بیٹھی ہوئی تھی اور آپ بھی میرے برتاؤ سے واقف ہوگئے ہونگے اور یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت قریش زبردستی ہم کو اپنے ساتھ لائے ہیں۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ سچی بات ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزا دیگا بظاہر تو آپ کفار کے ساتھ تھے۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

یا ایھا النبی قل لمن فی ایدیکم من الاسریٰ ان یعلم اللہ فی قلوبکم خیراً یؤتکم خیرا مما اخذ منکم ویغفرلکم ط واللہ غفور رحیم

یعنی اے نبی اُن لوگوں سے کہدو جو تمہارے پاس اسیر ہوئے اگر اللہ تعالیٰ جانے گا کہ تمہارے دل میں نیکی ہے تو تم کو اس سے بہتر دیگا جو تم سے لیا گیا ہے۔ اور تم کو بخشے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

المعارف[1] میں ہے

فاسلم العباس وامر عقیلا فاسلم ولم یسلم من الاسریٰ غیرھما۔

یعنی حضرت عباس جب اسلام لائے تو حضرت عقیل کو بھی حکم دیا کہ تم بھی اسلام قبول کرو

[1] المعارف صفحہ ۵۱ مطبوعہ مصر

وہ بھی مسلمان ہوگئے اور سوا ان دونوں کے جو گرفتار ہوئے تھے اور کوئی اسوقت

مسلمان نہیں ہوا

حضرت عباس کا آنحضرت کے معجزہ کا بیان

صاحب بیضاوی و صاحب کشاف لکھتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عباس ہی کی شان میں اُتری تھی۔ بیہقی[1] صابونی نے مائتین میں و خطیب و ابن عساکر نے بھی لکھا ہے کہ حضرت عباس ابن عبد المطلب کہتے تھے کہ میں نے آنحضرت سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھکو آپکے دین میں داخل ہونے کی ایک اور بھی وجہ ہے وہ یہ ہے کہ جب آپ چھوٹے سے تھے تو میں نے ایک بار یہ دیکھا کہ آپ چاند کو دیکھتے تھے اور اشارہ کرتے تھے۔ جدھر آپ اشارہ کرتے تھے اُدھر چاند پھر جاتا تھا۔ اُسی وقت سے آپ کی عظمت میرے قلب میں جاگزین ہو گئی تھی آنحضرت نے فرمایا کہ میں چاند سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھکو رونے سے بہلایا کرتا تھا اور میں اس کی تسبیح کی آواز سنا کرتا تھا جب وہ عرش کے نیچے جاتا تھا۔ ایک[2] روایت میں ہے کہ حضرت عباس نے آنحضرت سے دریافت فرمایا کہ یا رسول اللہ چاند آپکے ساتھ کیا معاملہ کرتا تھا۔ آپنے فرمایا کہ مادر نے ہاتھ میرا مضبوط باندھ دیا تھا اس کی اذیت سے مجھے رونا آتا تھا اور چاند منع کرتا تھا حضرت عباس نے عرض کیا کہ آپ اُس وقت دودھ پیتے تھے یہ حال کیونکر معلوم ہوتا تھا فرمایا کہ لوح پر قلم چلتا تھا اور میں سنتا تھا اور فرشتے عرش کے نیچے پروردگار کی تسبیح کرتے تھے اور میں اُن کی تسبیح کی آواز سنتا تھا حالانکہ میں شکم مادر میں تھا۔ غرض حضرت عباس نے اپنا اور اپنے دونوں بھتیجوں کا فدیہ دیا۔ حضرت عباس کے ایمان لانے سے آنحضرت اور تمام مسلمانوں کو بے انتہا خوشی ہوئی۔ صاحب[3] الصفوۃ لکھتے ہیں کہ حضرت عباس اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھتے تھے اور بجبر و قہر مشرکان عرب کے ساتھ آئے تھے۔ جنگ بدر سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور مسلمان مکے میں جتنے تھے اُن کو حضرت عباس سے بہت مدد ملتی تھی۔ حضرت عباس کی خواہش تھی کہ آنحضرت کی خدمت میں چلے جائیں مگر آنحضرت کا حکم تھا کہ آپ مکہ میں

[1] خصائص الکبریٰ صفحہ ۵۵ [2] مجموعۃ الفتویٰ مطبوعہ شوکت اسلام مولوی عبدالحی مرحوم لکھنوی صفحہ ۱ [3] صاحب الصفوۃ صفحہ ۱۰۰

رہنا بہتر ہے۔ سہل بن ساعدی سے روایت ہے کہ حضرت عباس نے حاضری خدمت پر جب بہت زور دیا تو آپ نے فرمایا کہ اے عم آپ مکہ میں رہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ پر ہجرت کو ختم کرے گا جس طرح نبوت میرے اوپر ختم کی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ عام الفتح میں ان کی ہجرت ہوئی اور مقام ذوالحلیفہ میں خاتم المہاجرین کا لقب ملا۔ حضرت عمر[۵۱] نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ اے عم رسول آپ کے ایمان لانے سے مجھکو اس قدر خوشی ہوئی تھی کہ اگر میرے باپ خطاب بھی ایمان لاتے تو اتنی خوشی نہوتی۔ اس سے پہلے ابو رافع[۵۲] نے آنحضرت کو حضرت عباس کے اسلام کی خوشخبری دی تھی۔ آپ نے اس خوشی میں اُسی وقت اسکو آزاد کر دیا تھا۔ حضرت عباس فرماتے ہیں کہ خداوند کریم نے اپنے وعدے کے موافق جو فدیہ مجھ سے لیا اُسکا یہ بدلا دیا کہ بیس غلام مجکو ملے کہ جو ایک ایک بڑا ہزار پر غالب ہے۔ میرے سقایہ ورفادہ کی آبائی خدمتیں بدستور رہیں جو مجکو تمام اہل مکہ کے مال سے زیادہ ہیں میری مغفرت کا خود اللہ تعالیٰ اور آنحضرت نے وعدہ فرمایا اور نیز جب مال بحرین آیا ہے اُسوقت آنحضرت نے فرمایا اے عم جتنا مال آپ سے اُٹھ سکے لیجائیے۔ حضرت عباس نے بھی جتنا اُٹھ سکا لے لیا۔ بقول شاعر

چوں طمع خواہد زمن سلطان دین | خاک بر فرق قناعت بعد ازین

اصل یہ ہے کہ آنحضرت جانتے تھے کہ حضرت عباس بہت سخی ہیں یہ جتنا لیجائیں گے اپنی قوم کو کھلائیں گے۔ دوسرے ان سے فدیہ لے لینے کا بھی خیال تھا کہ اسکا بدلا کر دیا جائے۔ اور نیز اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے کلام پاک میں اسکو ظاہر فرمایا اور حضرت عباس اور جو صاحب انکے ساتھ ایمان لائے تھے اُن کو بھی سابقین کے ساتھ کر دیا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

والذین آمنوا من بعد وھاجروا معکم فاولئک منکم واولوا الارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ ط ان اللہ بکل شیء علیم

یعنی اور جو لوگ پیچھے ایمان لائے اور گھر چھوڑ کر آئے اور لڑے تمہارے ساتھ ہو کر سو وہ

خدا نے فدیہ بدلے میں حضرت عباس کو ان کی خواہش کیونکہ بدلا دیا

---

۵۱ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۹۳ ۔ ۵۲ مدارج النبوۃ صفحہ ۵۸۶ ۔ نور الابصار صفحہ ۴۲

نہیں ہیں سے ہیں اور ناتے والے آپس میں حقدار زیادہ ہیں ایک دوسرے سے
اللہ کے حکم میں۔ بیشک اللہ ہر چیز سے خبردار ہے۔

حضرت علی و مہاجرین وانصار کی حضرت عباس سے گفتگو

جبتک حضرت عباس نے ایمان کا اظہار نہیں کیا تھا تو تمام مہاجرین و انصار یہانتک کہ انکے بھتیجے علی ابن ابی طالب انکے پاس آتے اور یہی باتیں کرتے جن سے جلد یہ اسلام کا اظہار کر دیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے یہ لفظ بھی کہے کہ اے عباس تم نے قطع رحمی کی کہ کفار کا ساتھ دیا۔ حضرت عباس نے بھی سختی سے جواب دیا کہ تم ہماری برائیوں کا ذکر کرتے ہو۔ اور ہماری نیکیوں کو چھپاتے ہو۔ اُنھوں نے کہا کہ آپ کی نیکیاں کیا ہیں حضرت عباس نے کہا کہ "ہم بیت اللہ کو آباد رکھتے ہیں۔ ہم حجاج کو کھانا کھلاتے اور پانی پلاتے ہیں ہم ننگوں کو کپڑے پہناتے ہم غلاموں کو آزاد کرتے ہیں" اگرچہ اسلام نے ان کی خدمات کی اسلام کے مقابلہ میں قدر نہیں کی مگر اس سے یہ ضرور استنباط ہوتا ہے کہ حضرت عباس ابتدا ہی سے نیک کاموں میں زیادہ حصہ لیتے تھے۔ ایک بار حضرت علی نے حضرت عباس سے کہا۔

یا عم الا تہاجرون الا تلحقون برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال الست افضل من الہجرۃ اسقی الحاج واعمر المسجد الحرام

یعنی اے چچا آپ کیوں نہیں مکہ سے ہجرت کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاکر نہیں ملتے۔ حضرت عباس نے کہا کیا میں ہجرت سے افضل حالت میں نہیں ہوں کہ حاجیوں کو کھلاتا پلاتا ہوں اور بیت اللہ کو آباد رکھتا ہوں۔

تب یہ آیۃ اتری اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن امن باللہ والیوم الآخر وجاھد فی سبیل اللہ۔ لا یستون عند اللہ واللہ لا یھدی القوم الظلمین ؕ

یعنی کیا تم نے ٹھہرایا حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کا بسانا برابر اسکے جو یقین لانا اللہ پر اور پچھلے دن پر اور لڑا اللہ کی راہ میں نہیں برابر اللہ کے پاس اور اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو۔

حضرت عباس کی خدمت سقایہ کا یوسی اور آنحضرت کا پھر اُن کو اُس خدمت پر قائم رکھنا

جب یہ آیت اُتری تو حضرت عباس کو یہ خیال ہوا کہ شاید یہ خدمت ہم سے لے لی جاوے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اقیموا علی سقایتکم فان لکم فیھا خیر (یعنی اے عم آپ اپنی سقایہ کی خدمت پر قائم ہیں آپکے واسطے اسی میں بہتری ہے) چنانچہ[۱] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد مشرف باسلام ہونے کے حضرت عباس کو مکہ معظمہ واپس کر دیا تھا حضرت عباس ہزاروں مخالفوں میں نہایت عزت و احترام سے رہنے لگے اور برابر مخالفوں کے جواب دیتے رہے اور آنحضرت[۲] صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مشرکین کی کارروائیوں کی جو مخالفت اسلام میں ہوتی تھیں اطلاع دیتے رہے۔ اور جو مسلمان مکے میں تھے اور جو وقتاً فوقتاً عمرہ وغیرہ کے لیے آتے رہتے تھے اُن کو حضرت عباس اپنے ہی مکان پر ٹھہراتے تھے اور اُن کی معاونت ہر طرح کی کرتے رہتے تھے کسی کی مجال نہیں تھی کہ کوئی اُن سے کچھ کہہ سکے یہ حضرت عباس ہی کی شجاعت اور دبدبہ اور رعب کا باعث تھا۔ مگر حضرت[۳] عباس یہ چاہتے ضرور تھے کہ آنحضرت کے پاس چلے جائیں اور برابر اس اشتیاق کو خطوط کے ذریعہ سے ظاہر کرتے رہتے تھے لیکن آنحضرت برابر یہی جواب دیتے تھے کہ آپ کا مکہ معظمہ ہی میں رہنا اچھا ہے کیونکہ ضرورت تھی کہ خاندان نبوت میں سے ایک شخص جو صاحب وقار اور ذی وجاہت ہو مکہ میں رہے جو کفار کی سرکوبی کرتا رہے اور مسلمانوں کو اُس سے ہر قسم کی مدد ملتی رہے۔

حضرت عباس کا مشرکین مکہ کے جبر گوارا کرتے ہوئے ... بدنامی سے رہنا اور مسلمانوں کی مدد کرنا

حضرت عباس کا آنحضرت کے حکم سے ہجرت کرنا

آخر جب حضور سرور عالم نے ہجرت کا حکم بھیجا[۴] وقال علیہ السلام ھذا الابقیۃ اٰبائی وقال ردوا علی ابی فانی اخشی ان تفعل قریش ما فعلت ثقیف بعروۃ بن مسعود

یعنی فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کے بارے میں یہ میرے آبا کی نشانی ہیں اور فرمایا کہ میرے باپ کو یہاں لے آؤ کیونکہ مجھکو اندیشہ ہے کہ کہیں قریش اُن کے ساتھ وہ حرکت نہ کریں جیسے ثقیف نے عروہ بن مسعود کے ساتھ کی تھی یعنی قتل کر دیں۔

---

[۱] الاصابہ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۶۶ [۲] الاستیعاب جلد ۱ صفحہ (۴) [۳] الاستیعاب جلد ۱ صفحہ ۲۹۸ [۴] کشاف مطبوعہ کلکتہ صفحہ ...

چنانچہ حضرت عباس[۱] معہ اہل و عیال مکہ سے ہجرت کرکے مدینے جا رہے تھے اُدھر سے حضور سرورِ عالم ہزاروں ہزار مقدسوں کے ساتھ فتح مکہ کی غرض سے تشریف لا رہے تھے مقام جحفہ یا ذوالحلیفہ پر دونوں بزرگواروں کی ملاقات ہوئی۔ پس حضور نے حکم دیا کہ آپ اہل و عیال کو مدینے روانہ کر دیں اور آپ ہمارے ساتھ رہیں اور یہ فرمایا کہ میں خاتم النبیین ہوں اور آپ خاتم المہاجرین (اس موقع پر حضرت عباس خاتم المہاجرین کے لقب سے سرفراز ہوئے) حضرت عباس[۲] کی ہجرت سے آنحضرت بہت خوش ہوئے تھے۔ غرض جب جنگ بدر سے کفار کو ہزیمت ہوئی اور حضرت عباس ایمان سے مشرف ہو کر مکہ تشریف لے گئے اور اپنی آبائی خدمات پر قائم ہو گئے تو کفار نے جنگ اُحد کا سامان شروع کر دیا۔ حضرت عباس نے فوراً آنحضرت کو اطلاع دی اور ایک شخص کو بنی غفار میں سے مقرر کیا کہ وہ خط آنحضرت کی خدمت میں لیجائے۔ قاصد مدینے پہونچا تو آنحضرت کو نہ پایا معلوم ہوا کہ آپ قبا تشریف لے گئے ہیں۔ جب وہ مسجد قبا پہونچا تو آنحضرت مدینے تشریف لانے کا قصد فرما رہے تھے۔ قاصد نے خط پیش کیا آپ نے ابی بن کعب سے پڑھوا کر سنا۔ اور حکم دیا کہ اس مضمون کی کسی کو اطلاع نہ کرنا۔ پھر حضور نے سعد بن ربیع سے خلوت میں سارا حال بیان کیا اور اخفا کی ہدایت کر دی۔ اتفاق سے اُن کی بی بی بھی وہیں تھیں انھوں نے یہ ساری باتیں سن لیں۔ حضرت سعد کو جو اُن کے مطلع ہو جانے کی خبر ہوئی وہ اُن کو لیے ہوئے حاضر خدمت ہوئے اور آنحضرت سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس نے ساری گفتگو آپ کی سن لی۔ اگر ارشاد ہو تو اسکو سزا دوں۔ آنحضرت نے فرمایا جانے دو [illegible] غرض یہ خبر مشہور ہو گئی جب کفار مکہ سے مدینے کے قصد سے چلے اور مقام ذوالحلیفہ میں پہونچے تھے کہ آنحضرت نے کئی جاسوس بھیجے اور حباب بن منذر کو بھیجا کہ لشکر کی خبر لاؤ۔ یہ لشکر کفار کی تمام کیفیت دیکھکر حاضر ہوئے اور سب حالات بیان کیے جو بالکل حضرت

حضرت عباس کو خاتم المہاجرین کا خطاب

---

۱ کامل ابن اثیر صفحہ ۹۶ جلد ۲ ۔ ۲ مدارج النبوۃ مولوی عبدالحق صفحہ ۲۴۹ جلد ۲ مطبع ناصری

عباس کی تحریر کے موافق تھے یعنی تین ہزار آدمی سات سو زرہ پوش اور دو سو گھوڑے تین ہزار اونٹ۔ یہی لشکر کی خبر حضرت عباس نے بھیجی تھی۔ جب[1] فتح خیبر ہو چکی حجاج بن علاط سلمی ایک بڑے تاجر تھے اور مال بغرض تجارت لیکر اپنے مکان سے نکلے تھے اُنھوں نے سُنا کہ آنحضرت خیبر میں رونق افروز ہیں اسلیے مشتاق زیارت ہوئے اور آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جوں ہی آنحضرت کے جمال مبارک پر نظر پڑی دیکھتے ہی کلمہ پڑھنے لگے۔ یہ بہت مالدار آدمی تھے۔ سونے کی کانیں انکے قبضہ میں تھیں جو بنی سلیم کی مقبوضہ تھیں۔ آنحضرت سے اُنھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مکہ میں میری بی بی بچے ہیں اور مکہ والوں کے یہاں میرا مال تجارت پھیلا ہوا ہے اگر اجازت ہو تو میں لے آؤں کیونکہ اگر میرا اسلام اُن لوگوں پر ظاہر ہو جائیگا تو پھر دشمنی کے مارے وہ لوگ مجکو نہیں دینگے استو جس طریقہ سے ہوگا فن فریب کر کے لے آؤں گا۔ آنحضرت نے اجازت دیدی۔ حجاج[2] نے مکے میں پہونچکر بہت سی باتیں بنائیں اور کفار قریش سے کہا کہ "لوگو خوش ہو اور شادیانے بجاؤ خیبریوں نے مار کر مسلمانوں کے ڈھیر کر دیئے۔ اب محمدؐ اپنے اصحاب سمیت اُن کی قید میں ہیں اور یہ تجویز ہی کہ ان سب کو مکے لیجا کر قتل کیا جائے تاکہ اور لوگوں کو عبرت ہو مجھے تمہاری مبارکباد دینی تھی اور یہ بھی ارادہ تھا کہ جس جسکے پاس میرا مال ہے اُس سے لیکر پھر خیبر جاؤں اور مسلمانوں کا مال جو خیبریوں نے لوٹا ہی اُسے جلدی سے خرید لوں اگر اور سوداگر آجائیں گے تو مال کی قیمت بڑھ جائے گی اور ایسا سستا پیٹے نہ پڑیگا۔ اس میں تم سب لوگ میری مدد کرو اور جلدی جلدی میرا مال اکٹھا کر دو"! اتنا سُن کر قریش کودنے لگے اور ایسے خوش ہوئے جسکا بیان نہیں۔ حجاج نے تو اپنا آنا مانگا تھا اگر اُن کی گرہ کا بھی مانگتے تو ایسی خبر کے لیے وہ خوشی خوشی دیدیتے۔ غرض اُن کا قرضہ اور مال جسکے پاس تھا کھڑے کھڑے دلوا دیا

حجاج سلمی کا فریب سے اپنا مال لینا

---

[1] کامل ابن اثیر جلد ۲ مطبوعہ مصر۔ شمس التواریخ صفحہ ۹۰ [2] روضۃ الصفا نولکشور صفحہ ۱۵۹

مگر حضرت عباس کے تو اس خبر سے ہاتھ کے طوطے اُڑ گئے اور غش کھا کر گر پڑے جب ہوش آیا تو خیال کرنے لگے کہ آنحضرت نے تو فتح خیبر کی پیشینگوئی فرمائی تھی اُن کا کلام کیسے جھوٹ ہو سکتا ہے۔ خیر جو قسمت میں ہوگا دیکھا جائیگا۔ اب تو اپنے اضطراب کو چھپانا چاہیے تاکہ وہ لوگ زیادہ بغلیں نہ بجائیں اس لیے حضرت عباس نے اپنے مکان کے سب دروازے کھلوا دیئے اور مسند و تکیہ لگا کے ہو بیٹھے اور اپنے بیٹے حضرت قثم کو جو آنحضرت کی صورت میں بھی بہت مشابہ تھے بلایا اور یوں لوریاں گانے لگے۔

یا بنی قثم ۔ شبیہ ذی الکرم ۔ ذی الانف الاشم ۔ تردی بالنعم ۔ یرغم من زعم

یعنی اے میرے پیارے بیٹے تیرے بزرگ دادا شبیہ صاحب کرم تھے۔ تو بڑا ناک والا اور خوشبوؤں کا سونگھنے والا اور بیش بہا چادریں اوڑھنے والا ہے۔

بدگمانی کرنے والے غلطی پر ہیں

جب اور مسلمانوں نے حضرت عباس کی یہ حالت دیکھی تو وہ تنگینی اُن کی جاتی رہی ادھر حضرت عباس نے خفیہ طریقہ سے اپنا غلام حجاج کے پاس بھیجا کہ یہ خبر جو تم نے مشہور کی ہے اس کی کیا اصلیت ہے۔ حجاج نے غلام سے کہدیا کہ تم جاؤ میں خود آتا ہوں جب اُس غلام نے آکر حجاج کا پیام سلام پہونچایا تو حضرت عباس کو کچھ اطمینان ہوا حضرت عباس نے اُسی وقت اس خوشی میں اسکو آزاد کر دیا۔ اور منت مانی کہ اگر حجاج نے آکر مجھے خوش خبری سُنائی تو اور بھی دس غلام آزاد کرونگا۔ حجاج حسب وعدہ آئے اور حضرت عباس سے قسمیں اور حلف لیکر کہا کہ جو کچھ میں تم سے کہوں اُسے احتیاط کے ساتھ پوشیدہ رکھنا۔ جب میں یہاں سے روانہ ہوں اُسکے تین دن بعد میرے بیان کو مشتہر کر دینا۔ جب حضرت عباس نے خوب مضبوط عہد کر لیا تو حجاج نے اصل کیفیت بیان کی۔ وہ کہا کہ اپنا مال مانگنے کے لیے میں نے قریش کو چکما دیا تھا در حقیقت میں خود بھی مسلمان ہو چکا ہوں۔ بنی اخطب کی بیٹی صفیہ کے ساتھ آنحضرت

مکہ کے قیام میں حضرت عباس کا اشاعتِ اسلام کرنا

حضرت عباس کا کفار کے مجمع میں اظہارِ شجاعت

نکاح کرنا چاہتے ہیں وہ گرفتاری کے بعد آزاد کر دی گئی ہیں۔ حجاج حضرت عباس کی
تسلی کر کے اپنے گھر آئے اور رات کے وقت مکے سے چل دیے۔ جب اُن کی روانگی پر تین
دن گذر گئے تو حضرت عباس نے اُن کے گھر جا کر آواز دی۔ اندر سے آواز آئی کہ اُن کو تو
یہاں سے گئے ہوئے تین روز ہو چکے۔ خیبر میں مسلمان ہار گئے ہیں اُن کا مال خریدنے گئے
ہیں۔ اب اے عباس تمہارا اِنتقال ہوگا۔ حضرت عباس نے کہا کہ یہ سب اپنا مال نکالنے
کے لیے اُس کے دم تھے وہ مسلمان ہو گیا ہے اور خیبر میں فتح ہوئی ہے تم بھی حجاج کی بی بی ہو
مسلمان ہو جاؤ تو میری خوشی دوگنی ہو جائے گی۔ حضرت عباس حجاج کے گھر یہ باتیں کر کے
خانہ کعبہ میں آئے اور بڑی بہادری سے اکڑ اکڑ کے خراماں خراماں طواف کیا۔ انہیں اس
حالت میں دیکھ کر کفار باہم سرگوشیاں کرنے لگے کہ مسلمانوں کا تو قلع قمع ہو گیا مگر اس
شخص کی اینٹھ نہ گئی یہ کیا بات ہے۔ جب اُدھر سے کوئی آواز نہ نکلی تو حضرت عباس
خود کفار کے مجمع میں جا بیٹھے اور حجاج کی چالبازی ہنس ہنس کے اُن سے بیان کی۔ کفار
قریش کی یہ باتیں سنتے ہی کمریں ٹوٹ گئیں اور سناٹے میں رہ گئے۔ اس کے پانچ دن
کے بعد قریش کو حضرت عباس کی باتوں کا ثبوت مل گیا۔ حضرت لبابۃ الکبریٰ اُم الفضل
کی حقیقی ہمشیرہ حضرت میمونہ جب بیوہ ہو گئیں تو حضرت لبابۃ الکبریٰ نے حضرت عباس سے
کہا کہ میمونہ کا نکاح اگر آنحضرت سے ہو جائے تو بہتر ہے چنانچہ حضرت عباس نے آنحضرت
سے عرض کیا کہ میمونہ بیوہ ہو گئی ہیں اور قرابت یگانگی کے علاوہ [illegible] ہیں
کہ آپ اُن سے نکاح کر لیں۔ آنحضرت کو چونکہ اپنے معزز چچا کی خاطر [illegible]
تھی اس کے سوا حضرت میمونہ نہایت دیندار اور [illegible]
مستحق بھی تھیں کہ آپ اُن کو شرفِ زوجیت سے مشرف فرمائیں۔ آپ نے اقرار فرما لیا۔
لیکن چونکہ اس وقت خیبر پر چڑھائی تھی یہ معاملہ ملتوی رہا۔ خیبر سے لوٹنے کے بعد آنحضرت نے

سلہ [illegible] تاریخ [illegible]

اپنے عم بزرگوار کے پاس پیام بھیجا کہ اپنی وکالت سے حضرت میمونہ کا نکاح میرے ساتھ کر دیں اسی اثنا میں عمرۃ القضا کا ارادہ ہوا اور آپ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جم غفیر کے ساتھ مکہ معظمہ پہونچے اور عمرہ سے فراغت حاصل کر کے حضرت جعفر طیار کو حضرت میمونہ کے پاس پیام لیکر بھیجا انھوں نے حضرت عباس کو ہی اپنا اختیار دیا اور وکیل کر دیا حضرت عباس نے چار سو درہم مہر کے اپنے پاس سے دیکر حضرت میمونہ کا عقد آنحضرت سے کر دیا[۱] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حضرت عباس کی اس قدر خاطر داری منظور تھی کہ جب کوئی معاملہ ایسا ہوتا کہ حضرت عباس سے کوئی سختی کرتا اُس وقت آنحضرت کو علم ہونے کے بعد لوگوں کو تنبیہ فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بار حضرت عمر کو آنحضرت نے صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ حضرت عمر حضرت عباس کے پاس آئے اور روپیے کے وصول کرنیکا تقاضا کیا۔ حضرت عباس نے انکار کیا تو حضرت عمر نے آنحضرت سے شکایت کی آنحضرت نے یہ سُنکر فرمایا اما شعرت ان عم الرجل کصنو ابیہ "کیا تم نہیں جانتے کہ ہر شخص کا چچا مثل اسکے باپ کے ہوتا ہے اُن کا مطالبہ میرے اوپر ہے میں دونگا" اللہ اکبر غور کیجیے کہ آنحضرت کو حضرت عباس کی کس قدر خاطر عزیز تھی۔ غزوۂ تبوک[۱] کے وقت بہت سے مجاہدین ایسے تنگدست تھے کہ اُن کے پاس کچھ سامان جہاد کا نہ تھا اکثر لوگوں کا اغنیائے صحابۂ رسول اللہ نے انتظام کر دیا تھا۔ دو شخص رہ گئے تھے اُن کا سامان حضرت عباس نے کر دیا اور کل سامان جہاد کا اُن کو مہیا کر دیا۔ حضور سرور[۲] عالم کو بھی حضرت عباس سے بہت زیادہ محبت تھی۔ ایک مرتبہ حضرت عباس آنحضرت کی خدمت میں آئے تو آنحضرت کھڑے ہو گئے اور حضرت عباس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اپنی داہنی طرف بٹھایا اور فرمایا کہ "اے لوگو یہ میرے عم بزرگوار ہیں میں ان پر فخر کرتا ہوں جو چاہے اپنے اعمام پر مباہات کرے" حضرت عباس نے کہا کیا اچھی بات آپنے فرمائی یا رسول اللہ۔ آنحضرت نے فرمایا کہ کیوں میں

دہ جیش العسرت حضرت عباس کی مدد

[۱] نفس التواریخ صفحہ ۔ [۲] مدارج النبوۃ مطبع اعصری صفحہ ۵۴

ایسی بات نہ کہوں کہ آپ میرے عم ہیں میرے باپ کی برابر ہیں۔ میرے آباؤ اجداد کی نشانی ہیں۔ میرے وارث ہیں۔ اور میرے اہل بیت میں بہترین آدمیوں میں سے ہیں[۱] جن لوگوں نے ذرا سا بھی احسان حضرت عباس سے کیا تھا آنحضرت نے اُسکا بدلا اُتار دیا اور یہ عادت آنحضرت کی جبلی تھی۔ ابو طالب عم النبی نے آنحضرت کی بہت معاونت کی آپ نے اُن کے بیٹے حضرت علی کو مثل اپنے بیٹے کے پرورش کی اور آخر اپنا داماد کر لیا۔ حضرت ابو بکر الصدیق نے جو خدمتیں کیں وہ ایک اعلیٰ درجہ کے خلوص کے ساتھ تھیں آپ نے اُسکا بدلا یہ کیا کہ خود اُن کے داماد ہو گئے۔ اب جتنی بھی خدمت کریں ہر پہلو سے مناسب ہیں۔ اسی طرح حضرت فاروق اعظم نے کس بہادری سے اشاعت اسلام کی اور جان و مال آنحضرت پر فدا کر دیا۔ اِن کے بھی آنحضرت داماد ہو گئے۔ اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کی اور آنحضرت کی اعلیٰ درجہ کی خدمت کی آنحضرت نے یہ کیا کہ یکے بعد دیگرے اپنی صاحبزادیاں اُنکے عقد میں دیدیں۔ اسی طرح عبداللہ بن ابی بن سلول نے ایک بار وقت گرفتاری حضرت عباس[۵] کو اپنا قمیص دیا تھا آنحضرت نے اس کی رحلت کے وقت اپنا قمیص مبارک اسکو پہنا دیا حالانکہ وہ بڑا منافق تھا پھر آپ نے اس کی نماز بھی پڑھی۔ آپکے اس اخلاق کو دیکھکر بہت سے منافق مسلمان ہو گئے۔

حضرت عباس کا جنگ حنین میں شریک ہونا اور آپ کی آواز پر بچھڑے لشکر کا جمع ہونا

جنگ حنین میں جب مسلمانوں کا لشکر بچھڑ گیا اور ان کو شکست ہو گئی تھی مگر حضرت عباس کی آواز سے سب جمع ہو گیا اور پھر فتح حاصل ہوئی۔ وجہ اس شکست کی یہ ہوئی کہ مسلمانوں نے جب اپنی جمعیت و لشکر کو دیکھا تو بعض شخصوں کو عُجب و غرور ہوا کہ ہمارا لشکر بہت ہی ہم ضرور کامیاب ہونگے۔ یہ خیال اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا۔ غرض جب مقابلہ ہوا تو اوّل ہی حملہ میں سب پریشان ہو گئے اور کچھ ایسے ہوش و حواس باختہ ہوئے کہ آنحضرت کا بھی خیال نہ رہا اور آنحضرت سے الگ ہو گئے۔ چنانچہ کلام پاک میں ہے۔

---

[۱] کشاف مطبوعہ مصر صفحہ ۳۳۹ و بیضاوی شریف مطبوعہ مصر صفحہ ۲۹۹ [۵] الاستیعاب مطبع دائرۃ المعارف صفحہ ۴۹۸

الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان انما استزلھم الشیطان ببعض ماکسبوا ولقد عفا اللہ عنھم ان اللہ غفور الرحیم۔

یعنی جو لوگ تم میں سے ہٹ گئے جس دن ٹھہریں دو فوجیں۔ سو اُن کو ڈگا دیا شیطان نے کچھ اُن کے گناہ کے باعث اور اُن کو بخش چکا اللہ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ تعالی نے یہ خطا اُن حضرات کی معاف کردی۔ آنحضرت روحی فداہ اُشتر بیضا پر سوار تھے اور بطور رجز فرماتے تھے انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب (یعنی میں جھوٹا نبی نہیں ہوں اور میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں) آنحضرت کے ساتھ حضرت عباسؓ۔ حضرت علیؑ۔ حضرت اسامہ بن زید۔ حضرت ابو سفیان بن الحارث اور اُنکے بیٹے جعفرؓ۔ حضرت فضل ابن عباسؓ۔ حضرت ربیعہ بن الحارث تھے حضرت ابو بکر الصدیق۔ حضرت عمر الفاروق۔ کی شرکت کا ثبوت کامل ابن اثیر سے معلوم ہوتا ہے باقی حضرت عباس کے اشعار سے پتہ نہیں لگتا جسکو استیعاب والے نے لکھا ہے۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

نصرنا رسول اللہ فی الحرب سبعۃ ۔۔۔ وقد فرمن قد فرّ واقشع

وثامننا لاقی الحمام بسیفہ ۔۔۔ بما مسّہ فی اللہ لا یتوجع

حنین کے بارے حضرت عباسؓ کے اشعار

یعنی ہم نے جنگ حنین میں آنحضرت کی مدد کی اور ہم سات آدمی تھے۔ اور بھاگ گئے جو بھاگے اور متفرق ہو گئے۔ اور آٹھواں ہمارا ایسا تھا کہ اُس نے موت سے ملاقات کی اپنی تلوار سے اور بہت بڑی بہادری سے لڑا اور شہید ہوا۔ وہ شخص ابن آزاد تھا۔ اور اللہ کے راستے میں جو تکلیف پہونچے وہ تکلیف نہیں ہوتی غرض جنگ حنین میں آنحضرت اور آپکے اہل بیت کی بہادری و شجاعت اور استقلال کی وجہ تھی کہ فتح نصیب ہوئی۔

حضرت[1] عباس نہایت بہادری کے ساتھ آنحضرت کی سواری کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور کفار کو آنحضرت
کے پاس آنے سے ہٹاتے تھے علی ہذا اسد اللہ الغالب جناب حضرت علی ابن ابی طالب اور حضرت فضل
ابن عباس ابن عم رسول اللہ نے ایسی بہادری سے مقابلہ کیا کہ کسی شخص کو جرأت نہوئی کہ آنحضرت پر حملہ
کرے۔ تفسیر حسینی[2] میں ہے کہ سب لشکر اسلام جب منہزم ہوگیا اور حضرت عباس۔ حضرت علی۔ حضرت
ابوسفیان۔ عبد اللہ بن مسعود باقی رہ گئے آنحضرت نے خود بنفسہ حملہ کا ارادہ کیا اور انا النبی لاکذب
انا ابن عبد المطلب۔ پڑھتے ہوئے بڑھنا چاہا حضرت عباس نے آپکے اشتر کو نہ چھوڑا اُس وقت
حضرت عباس سے آنحضرت نے فرمایا کہ مسلمانوں کو آواز دیجیے چنانچہ آگے ہم لکھیں گے۔ شیبہ
بن عثمان بن ابی طلحہ کا بیان ہے کہ جنگ حنین میں جسوقت لشکر اسلام متفرق ہوگیا تھا میں نے ارادہ کیا
کہ آنحضرت پر حملہ کروں اور اپنے عزیزوں کا بدلا لوں جو جنگ اُحد میں مارے گئے تھے اس غرض سے
میں نے سفر کی تکلیف اُٹھائی تھی جب لشکر اسلام منہزم ہوگیا تو میں نے تلوار میان سے نکالی دست
راست کی طرف آنحضرت کے گیا تو دیکھا کہ شیر بیشۂ شجاعت عم رسول اللہ حضرت عباس سفید زرہ

حضرت عباس کی جنگ حنین میں شجاعت اور شیبہ کا حملہ

پہنے ہوئے نہایت مردانگی و شجاعت سے زور ہاشمی دکھا رہے ہیں اور آنحضرت کی حفاظت میں
چوکنے لڑ رہے ہیں جب دست چپ کی طرف آیا تو حضرت ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب
آنحضرت کے ابن عم اعلیٰ درجہ کی بہادری سے آنحضرت کی حفاظت کر رہے ہیں اور حضرت اسد اللہ
الغالب علی ابن ابی طالب کفاروں کے حملہ کو روک رہے ہیں کسی کی مجال نہیں کہ آگے بڑھ سکے
یہ حالت دیکھ کر میں نے چاہا کہ پیچھے سے آنحضرت پر حملہ کروں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے اور آنحضرت کے
درمیان میں ایک آگ کا شعلہ ہے قریب ہے کہ مجکو جلا دے میں آنکھوں پر ہاتھ رکھکر پیچھے ہٹا تھا کہ
حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ لیا اور فرمایا کہ اے شیبہ یہاں آؤ میں آگے گیا آنحضرت نے

شیبہ کا اسلام

میرے سینہ پر ہاتھ رکھا اور فرمایا اللھم اذھب عنہ الشیطان یعنی خدایا اسکے سینہ میں سے
شیطانی اثر نکالدے۔ شیبہ کہتے ہیں کہ اس فرمانے کے ساتھ ہی باوجود اس دشمنی کے کہ

[1] حبیب السیر صفحہ ۲۵ جزو سوم از جلد اول [2] تفسیر حسینی صفحہ ۲۵۲ مطبوعہ احمدی

میرے دل میں تھی آنحضرت کی ایسی محبت آگئی کہ کسی کی بھی محبت دل میں نہ رہی پھر آنحضرت کے اشارہ سے میں نے کفار سے قتال شروع کیا ادھر آنحضرت نے حضرت عباس سے فرمایا اے عم مسلمانوں کو آواز دیجیے حضرت عباس نے تین بار اس طرح آواز دی یا عباد اللہ یا اصحاب الشجرۃ یا اصحاب سورۃ البقرۃ حضرت عباس کی آواز سُنکر سب مسلمان لبیک کہتے ہوئے آموجود ہوگئے حضرت عباس جیسے مقبول بارگاہ صمدی کی آواز میں وہ برکت تھی کہ سُننے کے ساتھ ہی غفلت کا پردہ اُٹھ گیا سچ ہے

شیخ نورانی زحق آگاہ کند ۔۔۔ باسخن ہم نور را ہمراہ کند

حضرت عباس[1] بہت بلند آواز تھے آپ مقام سلع پر کھڑے ہوتے اور پچھلی شب میں اپنے غلاموں کو جو غابہ میں ہوتے تھے آواز دیتے وہ لوگ سُن کر وہاں سے روانہ ہو جاتے۔ سلع اور غابہ کے درمیان آٹھ میل کا فاصلہ تھا۔ جنگ حنین[2] میں بعض انصار میں سے کہتے ہیں کہ ہمیں کفاروں کے تیروں سے جو آنحضرت پر چلا رہے تھے بڑا اندیشہ تھا اتنے میں آنحضرت نے حضرت عباس سے فرمایا کہ کچھ سنگریزے مجھے دو حضرت عباس کہتے ہیں کہ آنحضرت کے اس ارشاد کو میرے خچر نے بھی سمجھ لیا اور وہ اسقدر جھک گیا کہ زمین سے لگ گیا میں نے سنگریزے اُٹھا کر آنحضرت کو دیدیئے آپ نے اُن کو کفاروں کی طرف پھینکا اور یہ کلمات پڑھے شاھت الوجوہ حم لاینصرون لوگ منہزم ہوگئے۔ حضرت عباس کہتے ہیں کہ رب محمد کی قسم اُسی وقت کفار کو ہزیمت ہوگئی۔ حضرت عباس کہتے ہیں کہ اُسی روز آنحضرت نے مجھ سے ارشاد فرمایا ھذا حین حمی الوطیس یعنی یہ وقت ہے کہ تنور بھڑکا یعنی تنور جنگ خوب گرم ہوا بہت گھمسان لڑائی ہوئی اُسی وقت مجھ سے سنگریزے لیکر کفار کی طرف پھینکے اور وہ بھاگے۔

(مشارق الانوار صفحہ ۴۸۳)

حضرت عباس کا مسلمانوں کو بلانا ۔

اس کی ... میل تک ۔

---

[1] تہذیب الاسماء امام نووی مطبوعہ جرمن جلد ۴ صفحہ ۳۲۳ [2] خصائص الکبری صفحہ ۲۴۴ [3] خصائص الکبری صفحہ ۲۶۸

حضرت عباس کا حلیہ

حضرت عباس کا حلیہ قد و وضع

اصابہ میں ہی کان طویلا جمیلا ابیض۔ یعنی حضرت عباس دراز قد خوب صورت سرخ سفید رنگ کے آدمی تھے۔ حضرت عباس[1] نہایت خوبصورت تھے چہرہ بہت حسین جمیل تھا سرخ سفید رنگ تھا کاکلیں چھوٹی رہتی تھیں دراز قد۔ حضرت عباس کا قد اپنے والد بزرگوار جناب عبد المطلب کے کاندھے تک تھا اور حضرت عبد اللہ ابن عباس کا قد حضرت عباس کے کاندھے تک اور جناب امام علی سجاد بن عبد اللہ کا قد حضرت عبد اللہ بن عباس کے کاندھے تک

حضرت عباس کے پوتے امام علی بن عبد اللہ سجاد کا ذکر

جناب امام علی بن عبد اللہ نہایت حسین جمیل عابد زاہد تھے۔ لوگ ان کو سجاد[2] کے لقب سے پکارتے تھے۔ طواف کے وقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ سوار ہیں اور پیدل کسی کا جوتہ : آتا تھا اس حساب سے حضرت عباس اور اُنکے والد بزرگوار عبد المطلب کے اندازہ کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ لوگ بہت جسیم اور قد آور تھے۔ صلہ رحمی[3] حضرت عباس کا خاصہ تھا ہمیشہ قریش کے ساتھ احسان کیا کرتے تھے۔ حضرت عباس کی رائے نہایت اعلیٰ درجہ کی ہوتی تھی بہت دور بین اور عقلمند تھے اور بہت سخی تھے ستر غلام آزاد کیے تھے جنہوں نے تاریخ دیکھی ہی وہ جانتے ہیں کہ اُس زمانہ میں ایک غلام کا آزاد کرنا بڑی بھاری بخشش تھی چہ جائیکہ ستر اس سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت عباس اعلیٰ درجہ کے سخی و کریم تھے۔ تمام صحابہ ان کی عزت کرتے تھے اور ہر امر میں اُن سے مشورہ لیا کرتے تھے اور انہیں کی رائے پر عمل کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ابن شہاب کہتے ہیں کہ فرائض کے مسئلہ عول میں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حضرت عباس ہی کے قول پر سب کا اتفاق ہوا قصہ یہ تھا کہ ایک عورت نے وفات پائی ایک زوج اور ایک ماں اور ایک بھائی چھوڑا اُسکے ورثہ کے متعلق حضرت عمر نے تمام صحابہ کو جمع کر کے مشورہ کیا حضرت عباس نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہی کہ مال بقدر حصہ ہر شخص کے تقسیم کیا جائے چنانچہ حضرت عمر نے اور تمام صحابہ نے

---

[1] مدارج النبوۃ [2] سیرۃ النبوۃ مطبوعہ مصر صفحہ [3] تہذیب الاسماء مطبوعہ جرمن صفحہ

اسی پر عمل کیا (عینی)

حاکم[1] طبرانی خزیم ابن اوس سے روایت کرتے ہیں کہ میں جب ہجرت کرکے گیا تو اس وقت آنحضرت غزوہ تبوک سے واپس آئے تو میں نے دیکھا کہ حضرت عباس یہ قصیدہ پڑھتے تھے جس سے معلوم ہوتا ہی کہ ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت حضرت عباس نے بہت سے خوارق عادات امور دیکھے تھے جن کی وجہ سے آنحضرت کی عظمت انکے قلب میں بیٹھی ہوئی تھی بلکہ جب سے حمل ہی قرار پایا تھا وہ قصیدہ یہ ہی۔

من قبلها طبت فی الظلال — وفی مستودع حین یخصف الورق
ثم هبطت البلاد لا بشر انت — ولا مضغة ولا علق
بل نطفة ترکب السفین وقد — الجم نسرا واهله الغرق
تنقل من صلب الی رحم — اذا مضی عالم بدا طبق
وردت نار الخلیل مستترا — فی صلبه انت کیف یحترق
حتی احتوی بیتك المهیمن فی — خندف علیا تحتها النطق
وانت لما ظهرت اشرقت الارض — وضاءت بنورك الافق
فنحن فی ذلك الضیاء — وفی النور وسبل الرشاد نخترق

فتح مکہ اور حضرت عباس کی کوشش

جب حضور سرورِ عالم نے فتح مکہ کا ارادہ کیا تو اس ارادہ کا اسقدر اخفا کیا گیا تھا کہ کسی شخص کو اس کی خبر نہیں تھی کہ آنحضرت کہاں تشریف لیے جاتے ہیں وجہ اس کی یہ تھی کہ جب قریش نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روز افزوں ترقی ہی اور قبائل کے قبائل دائرہ اسلام میں شامل ہوتے جاتے ہیں تو سب قریش دارالندوہ میں جمع ہوئے اور آنحضرت کی بابت مشورہ کرنے لگے

---

[1] خصائص الکبری صفحہ ۳۹

[illegible]

کی بڑی ذلت ہوئی ہم پر چاروں طرف سے زمین تنگ ہو گئی اب کیا انتظام کرنا چاہیے۔ غرض تین روز تک برابر اسی بارہ میں مشورہ ہوتا رہا اور اس مشورہ میں اسقدر منہمک تھے کہ نہ کچھ کھایا نہ پیا آخر سب اس بات پر متفق ہوئے کہ ہم میں سے پانچ آدمی آنحضرت کی خدمت میں بھیجے جائیں۔ ابوسفیان صخر بن حرب۔ سہیل بن عمرو۔ ضرار بن الخطاب۔ صفوان بن امیہ۔ عکرمہ بن ابی جہل۔ اور ایک معاہدہ لکھ کر ان لوگوں کو دیا جائے چنانچہ اس پر سب کا اتفاق ہو گیا اور معاہدہ تیار کیا گیا جسکا مضمون یہ تھا۔ باسمک اللھم۔ بعد حمد خدا کے لئے محمدؐ یہ تحریر تمام اہل مکہ کی طرف سے ہے جس میں سرداران قریش اور سادات بنی ہاشم و بنی عبد مناف شامل ہیں اور نیز تمام قبائل عرب کے یہ سب متفق ہیں کہ تم سے معاہدہ کریں اور تم ہم سے آشتی کرو کہ نہ تم ہم سے لڑو اور نہ ہم تم سے۔ تم ہم کو تکلیف نہ دو ہم تم کو تکلیف نہ دینگے۔ ہم تمہارا ساتھ دینگے اور نہ تمہارے دشمنوں کا اور ہم شرط کرتے ہیں کہ اگر ہم میں سے کوئی شخص تمہارے پاس بھاگ کر آئیگا تو تم کو فوراً واپس کرنا ہوگا اور اگر تمہارا آدمی ہمارے پاس چلا آئیگا تو ہم واپس نہیں کرینگے اگر تم ہمارے اس معاہدہ کے خلاف کروگے تو ہماری تمہاری لڑائی ہے یہ معاہدہ دو برس اور آٹھ مہینے کے واسطے ہے۔ آخر ابوسفیان صخر بن حرب اپنے ہمراہیوں سمیت آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بطریق جاہلیت سلام کیا آنحضرت نے فرمایا کہ ہمارا اسلام تمہارے سلام سے بہتر ہے۔ انھوں نے دریافت کیا کہ وہ کیا ہے آپ نے فرمایا وہ یہ ہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم تو وہی کہتے ہیں جیسے ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے۔ غرض آنحضرت نے قبل اسکے کہ وہ عہدنامہ پیش کریں خود ان سے طلب کیا یہ دیکھ کر ان لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی پھر اس عہدنامہ کو سنکر فوراً آپ نے ان کی سب شرائط کو منظور فرمایا حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کو اور تمام صحابہ کو بہت رنج ہوا مگر آنحضرت نے ان کی تسکین کردی اور عہدنامہ پر آپ نے اپنی مہر کرکے اُسکے حوالہ کردیا۔ ابوسفیان اسکو لیکر مکہ پہنچے اور سرداران قریش

قریش کے سامنے رکھدیا وہ لوگ اسکو دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور آپس میں خوشی کی مبارکبادیں
ابھی ایک سال اور آٹھ مہینے ہی گزرے تھے کہ قریش مکہ نے بدعہدی کی وہ یہ کہ بنی خزاعہ جو آنحضرت
کے حلیف تھے اُن پر بنو بکر نے شبخون مارا بہت لوگ اُنکے مارے گئے اُن میں سے دو شخص
بھاگ کر آنحضرت کی خدمت میں پہونچے اور اپنے دشمنوں کے ان تمام ظلموں کو بیان کیا
آپ نے فرمایا کہ تم نے قریش سے کیوں نہ مدد طلب کی اُنھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ قریش
خود ہمارے دشمنوں کے ساتھ تھے اور ہذیل بن ارقم نے کچھ اشعار دردناک پڑھے جن میں
آنحضرت سے مدد مانگی تھی اور اپنی قوم کی بیکسی بیان کی تھی آنحضرت نے سُن کر فرمایا کہ رب الکعبہ
میں تمہاری مدد کرونگا پھر دوسرا شخص جسکا نام عمرو بن سالم تھا کھڑا ہوا اور یہ شعر پڑھا۔

نقومی بکت عینی وفاضت مدامعی — علی العقبة القتلی بارض المحارم

یعنی میری آنکھیں اپنی قوم کی حالت دیکھ کر روئیں اور ان سے آنسو جاری ہوگئے۔ اور خصوصاً
اُس جماعت پر جو قتل کی گئی حرمت والی زمین پر۔

یہ سُن کر آنحضرت کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ مگر آپ کو اپنے عہد کا خیال تھا اسی حالت
میں وحی نازل ہوئی اور یہ آیت اُتری۔

وان نکثوا ایمانہم من بعد عہدہم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمة الکفر انہم لا ایمان
لہم لعلہم ینتہون۔ یعنی اگر توڑیں اپنی قسمیں عہد کے پیچھے اور عیب دیویں تمہارے دین میں
تو لڑو کفر کے سرداروں سے ان کی قسمیں کچھ نہیں شاید وہ باز آئیں۔

اسکے بعد آپ نے فرمایا کہ اے ہذیل والے عمرو تمہاری قوم بنی خزاعہ میں کچھ لوگ باقی ہیں اُنھوں نے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ باقی ہیں آپ نے فرمایا کہ بچوں اور عورتوں کو وہیں چھوڑ دو اور جسقدر آدمی
ہوں اُن سبکو لے آؤ۔ پھر آنحضرت نے جابجا قاصد بھیجنے شروع کیے اور لشکر اسلام جمع
ہونا شروع ہوا۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا اوّل روز سے کو قبیلہ مزینہ اور دوسرے کو
قبیلہ جہینہ تیسرے کو بنو خزاعہ اور چوتھے کو تمیم و بنو حنیفہ پانچویں کو قبائل غطفان وغیرہ

فرہ و فہر و سلام و علقمہ۔ قرانصہ۔ نجیب۔ کلاب۔ ذوالکلاع۔ شنوخ۔ کہلان۔ یہ دونوں
سبا بن تشخب بن یعرب بن قحطان کی اولاد تھی۔ چھٹے روز سے کو اولاد شیبان ضیغم و
دوس۔ عاملہ و مرتاب۔ مراد۔ کندہ۔ سکاسک۔ سکون۔ بنو عدنان۔ بنو حلبس۔ بنو رجلان کی
ربیعہ۔ غفار۔ لخم۔ جذام وغیرہم ہذیل۔ قیس بن غیلان۔ مرہ۔ ذبیان۔ صعصعہ۔ منصور
ہوازن۔ کنانہ عقیل۔ غرض حضور کا حکم پہونچتے ہی چہار اطراف سے جوق جوق لوگ آنے
شروع ہوگئے اور مدینہ شریف کے باہر جمع ہوگئے۔ جب سب قبائل اکٹھے ہوگئے تو آنحضرت نے
بلال کو حکم دیا کہ دُلدل منگاؤ۔ جب دُلدل آگیا آپ سوار ہوئے زرد رنگ کی بردیمانی اوڑھی
ہوئے تلوار لٹکی ہوئی دہنے ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھی پہنے ہوئے دہنی طرف حضرت ولایت
مآب علی ابن ابی طالب اور گرداگرد سادات بنی ہاشم اور مہاجر و انصار اور بیچ میں چودہویں
رات کے چاند کی مانند حضور تشریف لیے جاتے تھے بقول شخصے

سلطاں خوباں میرود گردش ہجوم عاشقاں — چابک سواراں یکطرف مسکیں گدایاں یکطرف

اُس روز مدینہ میں کوئی چھوٹا بڑا نہ تھا جو انوار و برکات حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفیض
ہونے کو نہ آیا ہو آپ نے حکم دیدیا تھا کہ تمام قبائل کو اطلاع کر دیجائے کہ آنحضرت تمہارے
پاس تشریف لاتے ہیں۔ جب تمام قبائل کو یہ مژدۂ فرحت افزا پہونچا سب اپنے اپنے خیموں
میں گئے اور لباس و اسلحے سے آراستہ ہو کر حضور کی تشریف آوری کے منتظر کھڑے ہوگئے۔
اتنے میں آنحضرت مع اپنے اہلبیت و اصحاب کے وہاں پہونچے تو ہر ہر قبیلے کے آدمی اپنے
گھوڑوں سے اُتر اُتر کر آتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرتے تھے اور ہاتھ
کو بوسہ دیتے تھے پھر آپ کی اجازت سے اپنی جگہ واپس جاتے تھے۔ غرض آنحضرت نے
جب مسلمانوں کی کثرت دیکھی تو خدا کا شکر ادا کیا اور یہ آیۃ پڑھی۔

رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی و علی والدی و ان اعمل صالحا ترضا

اور یہ دعا مانگی اللھم حقق لنا فی قریش ما وعدتنی بہ و ما عزمت علیہ فلا یتعر و

الٰہا ونحن فی دیار القوم۔ یعنی اے اللہ ہمارے لیے قریش کے بارے میں
جو وعدہ فرمایا ہے وہ پورا کر اور جو تونے ارادہ کیا ہے وہ لوگ ہمیں جانیں گر اُس وقت جب
اُن کے گھروں کے پاس پہونچ جائیں۔

بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قبائل میں منادی کرادی کہ یہاں سے کوچ کردو۔ رمضان کا مہینہ نصف ہوچکا تھا بہت سے روزہ دار تھے آخر آنحضرت نے خود افطار فرمایا پھر اور لوگوں نے بھی افطار کیا اور یہ آیت پڑھی۔

ان اللہ ماجعل علیکم فی الدین من حرج اور یہ آیت پڑھی فمن کان منکم مریضاً
او علی سفر فعدۃ من ایام اُخر یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔

جب مقام جحفہ پر پہونچے تو تین دن قیام فرمایا مگر تمام لوگ پریشان تھے کہ یہ عظیم الشان لشکر لیے ہوئے آنحضرت کہاں جاتے ہیں اُدھر سے حضرت عباس عم النبی معہ اہل وعیال ہجرت کیے ہوئے مدینہ کو جارہے تھے۔ جب آنحضرت سے ملاقات ہوئی تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر ہجرت ختم کی جیسے مجھ پر نبوت ختم کی اگرچہ حضرت عباس عرصہ سے آنحضرت سے اجازت ہجرت کی مانگ رہے تھے مگر آپ یہی فرمادیتے تھے کہ آپ کا مکہ میں ہی رہنا بہتر ہے۔ جب آنحضرت کو اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ قریش غدر کریں جیسے ثقیف نے عروہ بن مسعود کے ساتھ کیا اُسوقت ہجرت کا حکم بھیجدیا جیسے اوپر لکھا گیا۔ غرض آنحضرت نے حکم دیا کہ آپ اپنے اہل وعیال کو مدینہ روانہ کردیں اور آپ ہمارے ساتھ رہیں۔ مگر ابھی تک کسی کو یہ علم نہ ہوا تھا کہ آنحضرت نے کہاں کا ارادہ کیا ہے۔ لوگ آپس میں کہتے تھے کہ اگر ہم کو معلوم ہوجاتا کہ ہم کو دور کا سفر کرنا ہے تو ہم ہتیار و لباس کے بوجھ سے ہلکے ہوجاتے اور ہتیار اُتار کر سفر کرتے۔ بیشتر [illegible] انصاری نے کہا کہ دیکھو میں ایک تدبیر سے معلوم کرتا ہوں اور [illegible] آنحضرت [illegible] ہوئے اور سلام کیا اور دست مبارک کو بوسہ دیا اور اجازت چاہی کہ [illegible] کی اجازت چاہتا ہوں حضور نے اجازت دیدی انھوں نے بہت

اشعار عربی کے پڑھے جن میں جنگ خیبر وغیرہ کا ذکر تھا اور اطاعت رسول کا اظہار تھا آخر میں یہ شعار پڑھے۔

ونسبی اللات والعزی جمیعاً — ونسلبها القلائد والسکوفا

توڑیں گے ہم لات و عزیٰ کو — اور کھینچیں گے ہار اور جھانجنوں کو

وتقسم الحسان بکل وجہ — ونترک دارھم منہم خلوفا

اور تقسیم کرینگے ہم خوبصورت عورتوں کو — اور چھوڑ دینگے ہم اُنکے گھروں کو اُنکے جانشین

جب لات و عزیٰ کی خرابی کا ذکر کیا تو آنحضرت نے تبسم فرمایا اور جب قریش کی عورتوں کے قید ہونے کا ذکر کیا تو آنحضرت آبدیدہ ہوئے اسکے بعد مالک بن کعب اجازت لیکر اپنی قوم میں آئے اور آنحضرت کے مسکرانے اور آبدیدہ ہونے کا ذکر کیا اور قسم کھائی کہ آنحضرت ضرور فتح مکہ کی غرض سے تشریف لیئے جا رہے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ آنحضرت نے تم سے کچھ بات چیت تو کی نہیں تم نے کیسے جانا اُنھوں نے کہا کہ میں صرف آنحضرت کے تبسم اور آبدیدہ ہونے سے سمجھ گیا کیونکہ زنان قریش آپ کی رشتہ دار ہیں آپ کو اُنکے گرفتار ہونے سے اور لونڈیاں بنائے جانے کے خیال سے رنج ہوا ورنہ آنحضرت آبدیدہ نہ ہوتے۔ پھر آنحضرت نے کوچ کا حکم دیا شام تک تمام لشکر مکہ معظمہ کے قریب پہونچگیا آپ نے نماز مغرب کی معہ تمام فوج کے جماعت سے پڑھی پھر سب لوگ اپنے اپنے خیموں میں تسبیح و تہلیل کرتے ہوئے چلے گئے آنحضرت نے حکم دیا کہ ہر شخص اپنے خیمہ کے سامنے آگ روشن کرے خواہ ایک جگہ خواہ دو جگہ خواہ تین جگہ۔ اس لشکر کی عظمت و شان دیکھ کر حضرت عباس کو تمام شب نیند نہیں آئی اس خیال سے کہ اگر یہ لشکر مکہ پر اچانک جا پڑا تو پھر ایک قریشی کا پتہ نہ چلے گا چونکہ اہلبیت اور خاندان نبوت کے جتنے حضرات تھے سب کریم و رحیم تھے خصوصاً حضرت عباس جن کی شان میں آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے۔

حضرت عباس کی سخاوت و کریمی و صلہ رحمی

ھذا العباس بن عبد المطلب اجود قریش کفا واوصلہا رحماً

لہ الاصابہ صفحہ ۲۶۶ و الاستیعاب صفحہ ۴۹

یعنی یہ میرے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب تمام قریش میں اعلیٰ درجہ کے سخی اور اعلیٰ درجہ کے صلہ رحمی کرنے والے ہیں

باوجودیکہ آنحضرت اور تمام آپ کے خاندان کے حضرات کو قریش نے سخت تکلیفیں دیں کہ تین برس تک بالکل ذات باہر کر کے قید کر دیا بیع وشریٰ مناکحت کھانا پینا سب بند کر دیا۔ اور حضرت عباس کے وہ بہادر بھائی جنکو خدا نے اسد اللہ اسد رسول کا خطاب عنایت کیا تھا جنکے جنازہ پر آنحضرت اسقدر روئے تھے کہ آپ کی آواز نکل گئی تھی اور بار بار فرماتے تھے یا حمزہ یا عم رسول اللہ یا اسد اللہ واسد رسولہ یا حمزہ یا فاعل الخیرات یا کاشف الکربات یا حمزہ یا ذاب عن وجہ رسول اللہ کہتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے ان کا کلیجہ چبایا گیا اور ان کو مثلہ کیا گیا یہ وہ ہیں جن کو سید الشہداء کا خطاب ملا اور نیز بنی ہاشم کے دیگر حضرات کو قریش نے شہید کر دیا مگر باوجود اس حالت کے آنحضرت بھی ان کی تباہی سے آبدیدہ ہوتے ہیں اور حضرت عباس کو بھی انکے خیال سے بے چینی ہوتی ہے کہ نیند نہیں آتی۔ اللہ اکبر ایسے کرم و رحم کا کیا کہنا غرض حضرت عباس کو اسقدر بے چینی ہوئی کہ تھوڑی رات سے آنحضرت کے دُلدل پر سوار ہو کر اور لشکر سے نکل کر راستہ پر منتظر ہو کر ٹہلنے لگے کہ کوئی چرواہا آتا جاتا ملے تو کہلا بھیجیں کہ خیریت اسی میں ہے کہ دربار نبوی میں جلد حاضر ہو کر اپنی خطاؤں کی معافی مانگ لیں اور دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں یہاں تو یہ حالت تھی۔ اب مکہ والوں کا حال سُنیئے کہ جب بنو بکر نے بنو خزاعہ کو قتل کیا اور قریش نے بنو بکر کا ساتھ دیا تو قریش کو یہ فکر ہوئی کہ آنحضرت کو اس کی اطلاع ہو جائیگی تو بڑی خرابی ہوگی لہذا اطلاع ہونے سے پہلے معاہدہ کی تجدید کرنی چاہیے اور سب کی یہ رائے ہوئی کہ ابو سفیان صخر بن حرب کو دوبارہ تجدید معاہدے کے لیے بھیجا جائے ابو سفیان نے جو یہ سنا تو انکار کیا اور کہا کہ پہلے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے خوشامد درآمد سے چھوٹ آیا تھا ابکی مرتبہ زندہ واپس آنا مشکل ہے۔ پس تمام قریش اور دیگر قبائل کے لوگوں نے بہت سامال

وانعام دینے کی رغبت دلائی آخر ابوسفیان نے قبول کیا اور کہا یہ شرط ہی کہ دو آدمی میرے عزیزوں میں سے میرے ساتھ اور ہونے چاہییں تاکہ اگر میں قتل کیا جاؤں تو وہ آکر تم لوگوں کو خبر دیدیں۔ غرض دو آدمی ایک حکیم ابن حزام اور دوسرا عمرو بن عبد الدار ابوسفیان کے ساتھ ہوئے اور بعد غروب آفتاب کے روانہ ہوئے تاکہ بنی ہاشم کو اطلاع نہو۔ جب ہی مکہ معظمہ سے نکلے ہیں تو دور سے آگ روشن معلوم ہوئی تو ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دیکھتے ہو کہ یہ آگ کیسی روشن ہی۔ حکیم بن حزام نے کہا کہ اوہو یہ تو بڑی کثرت سے آگ روشن ہو رہی ہی یہ تو کوئی بڑا عظیم الشان لشکر معلوم ہوتا ہی۔ ابوسفیان نے کہا کہ بیشک یہ آگ کسی عظیم الشان لشکر کی معلوم ہوتی ہی اور میرے خیال میں یہ لوگ عرب ہیں حکیم نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ بنو خزاعہ نے ہم سے لڑنے کے لیے مدد منگائی ہی۔ ابوسفیان نے کہا کہ ہلا کی ہو بنو خزاعہ کو اُن میں اتنی سکت کہاں دیکھو اگر یہ لشکر بادشاہ مصر کا ہو یا قبط کا ہو یا بادشاہ روم کا ہو یا کسریٰ نوشیرواں کا ہو مجکو کچھ پرواہ نہیں ہاں اگر یہ لشکر اُس شخص کا ہی جو کہتا ہی کہ میں نبی ہوں اور میرے پاس آسمان سے وحی آتی ہی تو بیشک مجکو خوف ہی اور میرے نزدیک بیشک یہ محمدؐ کا ہی لشکر معلوم ہوتا ہی اور یہ اشعار پڑھے۔

ابوسفیان کا آنا اور اشعار پڑھنا

لئن كانت النيران للعرب كلها　　واهل ملوك الارض ماكنت افزع

ولكنى اخشىٰ انكون لاحمد　　فيا ذلنا يا ويحنا كيف نصنع

فان كان حقا ما اقول فانني　　يقينا لنفسى فى البلاد مضيع

واترك اصناما كبارا اعبدهم　　مع الهبل الاعلى ولا تم مرجع

یعنی اگر یہ آگ تمام عرب کے لوگوں کی ہو۔ اور تمام شاہان روئی زمین کی تو میں کچھ نہیں گھبراتا اور ڈرتا۔ لیکن میں ڈرتا ہوں کہ یہ احمدؐ کی ہو۔ اگر ایسا ہی تو ہماری بڑی ذلت ہوگی اور بڑی فضیحت ہم کیا کرینگے اگر یہ سچ ہی جو میں کہتا ہوں تو بیشک سب لوگوں سے زیادہ اپنی جان کو ضائع کرنے والا ہوں اور بتوں جو میرے بڑے بڑے بت ہیں جنکی عبادت کرتا تھا

علیحدہ ہو جاؤنگا اور نیز ہبل اعلیٰ سے اور اسکے بعد کہیں میری بازگشت کی جگہ اور ٹھکانا نہیں رہے گا۔

ادہر تو ابو سفیان ان شعروں کو پڑھ رہے تھے اُدہر حضرت عباس بھی اشعار پڑھ رہے تھے جو حسب حال ہیں۔

حضرت عباس کا اشعار پڑھنا

عسی اللہ ان یأتی الی بواحد — من الاھل من حیرانشا والاقارب
اخبرہ یمضی اسے اھل مکہ — لیعلمھم من قبل رفع المصائب
فیأتوا الینا یستجیروا باحمد — نبی کریم من سلالۃ غالب
عساہ یوافینا بعفو تکرما — ویصفح عن ذنب مضی طی ذاھب
فما خاب من یبغی حماہ توسلاً — وما رد من یرجوہ فی ذی خائب
نبی لہ الاشجار جاءت لامرہ — کذا الوحش والاطیار بعد السحائب
وظللہ رب السماء بغمامۃ — تقیہ من الحرالشدید المصائب
علیہ صلوۃ اللہ ثم سلامہ — صلوۃ وتسلیما وازکی مواھب

یعنی خدا ایسا کرے کہ ہمارے پاس کوئی شخص ہمارے پڑوس کا یا کوئی رشتہ دار آجائے۔ تو میں اُسکو خبر کروں کہ وہ جائے اور مکے والوں کو اطلاع کردے اس سے پہلے کہ اُن پر مصیبت آجائے۔ وہ لوگ ہمارے پاس آئیں اور ہمارے نبی کریم احمد مجتبےٰ سے جو خاندان غالب کے خلاصہ ہیں پناہ لیں۔ آنحضرت اپنی کریمی شان سے اُنکے پچھلے گناہوں کو معاف فرمائینگے کوئی شخص محروم نہیں جاتا جو آپ کا وسیلہ پکڑتا ہے اور جو آپ سے کوئی امید لیجاتا ہے کبھی اُسکو رد نہیں کیا جاتا۔ وہ ایسے نبی ہیں کہ درخت اُنکے حکم سے آجاتے ہیں اسی طرح وحشی جانور اور پرندے اور بادل۔ اور اُن پر اللہ تعالیٰ بادل کا سایہ کرتا ہے کہ جو اُن کو گرمی کی شدت سے بچاتا ہے اُن پر خدا کی رحمت اور سلام اور ایسا صلوۃ و سلام جو نہایت لطیف ہدیہ ہے۔

حضرت عباس کی چونکہ آواز بلند تھی ابو سفیان نے دور سے سُن لی مگر پہچانا نہیں پھر سواری کو

حضرت عباس کی خدمت میں ابوسفیان کا آنا اور آپس میں گفتگو

آواز پر تیز کیا جب قریب پہونچے تو اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مجھکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب کی آواز ہے۔ اُدھر حضرت عباس نے ابوسفیان کی آواز پہچان کر اُن کو آواز دی یا اباحنظلہ یہاں آؤ ابوسفیان حضرت عباس کے پاس گئے اور سواری سے اُترے باہم مصافحہ ہوا اُسی طرح حکیم بن حزام اور عمر بن عبدالدار نے مصافحہ کیا۔ پھر آپس میں بیٹھ کر باتیں ہونے لگیں باتوں باتوں میں ابوسفیان نے یہ دریافت کیا کہ کہئے آپکے بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کیا خبر ہے۔ حضرت عباس نے فرمایا کہ میرے پیچھے مکے والوں کے واسطے ایک مصیبت عظمیٰ کا سامنا ہونے والا ہے۔ صبح ہوتے ہی یہ عظیم الشان لشکر مکہ کو فتح کریگا اور اُن کی عورتیں اور بچے لونڈیاں اور غلام بنائے جائینگے۔ ابوسفیان نے کہا کہ یا ابا الفضل یہ کُل لشکر تمہارے بھتیجہ کا ہے۔ حضرت عباس نے کہا کہ ہاں اگر وہ چاہتے تو اس سے زیادہ لشکر جمع کر لیتے۔ ابوسفیان نے کہا کہ یا ابا الفضل کتنے قبیلے آپ کے ساتھ ہیں۔ حضرت عباس نے فرمایا کہ بہت قبیلے ہیں اور دس ہزار مرد میدان آنحضرت کے ساتھ ہیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ یا ابا الفضل آپ مجھکو بتا سکتے ہیں کہ کون کون سا قبیلہ کہاں کہاں ہے۔ حضرت عباس نے فرمایا کہ بہتر اور

حضرت عباس کا ابوسفیان کو لشکر اسلام دکھانا

ابوسفیان کا سر پکڑکر اشارہ سے بتانا شروع کیا کہ دیکھو وہ جو آگ روشن ہے وہ بنو سلیم ہیں اسی طرح ہر ہر قبیلہ کا نام لینا شروع کیا اور ہر ہر قبیلہ کی بہادری کی تعریف فرماتے جاتے تھے ابوسفیان کو جب کُل لشکر کا حال معلوم ہو گیا تو دریافت کرنے لگا کہ یا ابا الفضل یہ تو بتاؤ کہ یہ لشکر جاتا کہاں ہے اور آپ کے بھتیجے محمد کا ارادہ کیا ہے۔ حضرت عباس اُسکے حماقت آمیز سوال سے خفا ہوئے اور فرمایا کہ اے حمار قریش اگر تو سو رہا ہے تو جاگ جا اور اگر بیہوش ہے تو ہوش میں آجا۔ آنحضرت

حضرت عباس کی قریش کیساتھ ہمدردی

مع اس تمام لشکر کے فتح مکہ کرینگے اور لات۔ عزیٰ۔ ہبل کو جنکو تم پوجتے ہو توڑ پھوڑ کر پھینکدینگے میں اسوقت اندھیری رات میں صرف اپنی قوم کی ہمدردی کے خیال سے یہاں آبیٹھا تھا کہ قریش کو اطلاع کردوں کہ وہ جلد آکر اپنے قصوروں کی معافی مانگ لیں اور تائب ہو جائیں ابوسفیان نے کہا کہ وہ ہم سے کیسے لڑ سکتے ہیں اُن سے اور ہم سے معاہدہ ہوچکا ہے اُن کو ہم سے لڑنیکا

کیا استحقاق ہی۔ حضرت عباس نے فرمایا خاموش اے حمار قریش نبی کبھی اپنے عہد کو نہیں توڑتے لیکن تم نے ہی عہد شکنی میں پیشقدمی کی کہ بنوخزاعہ کے قتل پر دارالندوہ میں بیٹھ کر متفق ہو گئے اور اُن بیچاروں کو جو ہمارے حلیف تھے قتل کر دیا اور اُن کی لاشوں کو جنگل میں پھینک دیا اُن میں سے دو آدمی کسی طرح اپنی جان بچا کر آنحضرت کی خدمت میں پہونچے اور سارا ماجرا سُنا دیا اُسی وقت خدا نے جہاد کا حکم نازل فرمایا۔ جب تک کہ قریش اسلام نہ قبول کریں اور خدا کی وحدانیت اور محمدؐ کی رسالت کا اقرار نہ کریں اور لات وعزیٰ ہبل کو توڑ کر پھینک دیں۔ پس تم جہالت سے باز آؤ اور بتوں کی پرستش چھوڑ کر اسلام قبول کرو اور سعادت دارین حاصل کرو۔ ابوسفیان نے کہا کہ یا اباالفضل تم نے تو مجکو ڈرا دیا بنوخزاعہ کے قتل کا واقعہ تو رات کے وقت ہوا تھا اور بنی ہاشم کو اس کی اطلاع بھی نہ تھی۔ حضرت عباس نے فرمایا کہ خاموش اے حمار قریش خدا وحدہٗ لاشریک لہٗ سب رات دن کا حال جانتا ہی جسوقت تم لوگوں نے یہ حرکت کی تھی آنحضرت کو اُسی وقت اطلاع ہو گئی تھی بنوخزاعہ کے آدمی تو بعد کو آئے ہیں اب زیادہ بات چیت نہ کرو ابوسفیان نے کہا کہ آپ کی میرے بارے میں کیا رائے ہی چونکہ آپ میرے کنبے کے ہیں عزیز ہیں کیا میں مکے کو لوٹ جاؤں اور اپنے اہل وعیال کو لیکر نجاشی بادشاہ کے یہاں چلا جاؤں حضرت عباس نے فرمایا کہ نجاشی بادشاہ مسلمان ہو گیا اور آنحضرت کی خدمت میں بہت سے ہدیے بھیجے ہیں اگر تم وہاں گئے تو وہ تم کو باندھکر آنحضرت کی خدمت میں بھیجدیگا ابوسفیان نے کہا تو میں کسریٰ بادشاہ عجم کے یہاں چلا جاؤنگا حضرت عباس نے فرمایا کہ اے بہیم کسریٰ اور آنحضرت میں عہدنامہ ہو گیا ہی اور اُس نے بھی بہت سے ہدیے بھیجے ہیں اگر تم وہاں جاؤگے تو وہ بھی تم کو قید کر کے بھیجدیگا ابوسفیان نے کہا کہ میں مقوقس بادشاہ مصر کے یہاں چلا جاؤنگا حضرت عباس نے فرمایا اے حمار قریش مقوقس بادشاہ نے بھی بہت سے ہدیے آنحضرت کی خدمت میں بھیجے ہیں۔ اور ایک جاریہ قبطیہ اور یہ دُلدل جس پر میں سوار ہوں یہ وہیں کا ہدیہ ہے اور آنحضرت میں اور مقوقس بادشاہ میں بھی معاہدہ ہو گیا ہی اگر تم وہاں گئے تو وہ بھی تم کو قید

ابوسفیان کو حضرت عباسؓ نے تبلیغ اسلام کی

حضرت عباس اور ابوسفیان کی گفتگو

حضرت عباس کے بیان سے ابوسفیان کی مایوسی اور حضرت عباس کا اتباع

کر کے بھیج دیگا ۔ ابوسفیان نے جب یہ سنا تو اُسکے چہرہ پر مایوسی چھاگئی اور بدحواس ہو کر بولا

یا ابا الفضل لقد ضاقت علیّ الارض یعنی میرے اوپر چاروں طرف سے زمین تنگ ہوگئی

اب آپ کی میرے بارے میں کیا رائے ہے حضرت عباس نے اس کی تسکین کی اور فرمایا کہ میں تم کو ایسی رائے دیتا ہوں جس میں تمہاری سلامتی اور صلاحیت ہے اگر تم قبول کرو ابوسفیان نے کہا کہ بھلا میں کیسے تمہاری رائے نہ مانوں کہ چاروں طرف سے موت نے گھیر لیا ہے اچھا اب جلدی بتائیے کہ آپ کی کیا رائے ہے۔ حضرت عباس نے فرمایا کہ تم اپنا گھوڑا اور ہتیار اپنے دوستوں کے ہاتھ اپنی بی بی کے پاس بھیجدو اور اُن سے کہدو کہ یہ لوگ مکے چلے جائیں اور تم میرے پیچھے اس خچر پر سوار ہو جاؤ میں تم کو آنحضرت کی خدمت میں لیجاؤنگا اور اُنسے تمہارے لیے امان مانگ لونگا اور نہ صرف تمہارے لیے بلکہ تمہاری اہل وعیال کے لیے بھی یا خدا تم کو اس کی توفیق دے کہ تم اسلام قبول کر لو۔ ابوسفیان نے کہا کہ یہ رائے نہایت عمدہ ہے۔ ابوسفیان کو

حضرت عباسؓ کا ابوسفیان کو اپنے ساتھ سوار کرنا

سوائے اسکے اور چارہ بھی کیا تھا۔ یہ کہکر ابوسفیان نے خوشی میں آکر حضرت عباس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور اپنے اصحاب کو ہتیار سواری دیکر مکہ کو رخصت کر دیا۔ حضرت عباس نے اپنے پیچھے ابوسفیان کو دُلدل پر سوار کرا اُسکو تیز کر دیا۔ جس قبیلہ پر حضرت عباس کا گذر ہوتا تھا لوگ کہتے تھے کہ ھذا عم رسول اللہ علی بغل رسول اللہ ۔ یعنی یہ سوار حضرت عباس عم رسول اللہ ہیں

اور آنحضرت کے خچر پر سوار ہیں ۔

حضرت عباس اور حضرت عمر کی گفتگو ابوسفیان کے قتل کا ارادہ

اتفاقیہ[1] حضرت عمر فاروق کے خیمہ کے سامنے گذرے حضرت عمرؓ نے ابوسفیان کو دیکھ کر تلوار نکالی حضرت عباس نے یہ دیکھ کر خچر کو تیز کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے جب ابوسفیان کے قتل کا ارادہ کیا تھا اُسوقت حضرت عباس نے فرمایا کہ اے عمر اگر ابوسفیان بنو عدی میں سے ہوتا تو تم شاید اسکے قتل پر اتنا اصرار نہ کرتے اب چونکہ یہ بنی عبد مناف سے ہیں تو تم کو اتنا اصرار ہے اُسوقت حضرت عمر نے جواب دیا کہ اے عم رسول اللہ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے جتنی خوشی آپ کے

[1] ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۹۳

ایمان لانے پر ہوئی تھی اگر میرے باپ خطاب بھی ایمان لاتے تو اتنی خوشی نہ ہوتی۔ غرض حضرت عباس جس قبیلہ پر گذرتے اُس کی شجاعت کی تعریف کرتے جاتے ابوسفیان نے کہا کہ آپ مجکو قبائل کی سیر اس غرض سے کرا رہے ہیں کہ میرے اوپر رعب بیٹھ جائے حضرت عباس نے فرمایا کہ مجھے کسی سے تمہارے لیے اندیشہ نہیں ہے سوائے ایک شخص کے جو اسد اللہ

حضرت عباس کا ابوسفیان کو ولایت مآب سے ڈرانا

لیث بنی غالب علی ابن ابی طالب میرے بھتیجے ہیں وہ جب تم کو دیکھیں گے تو تمہاری کشتیوں کی وجہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ تم کو قتل نہ کردیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ خدا کے لیے اُن کے خیمہ کی طرف مجھے نہ لیجانا حضرت عباس نے فرمایا کہ بہتر۔ حضرت عباس جب قبیلہ بنی ہاشم کو گذرے ہیں تو حضرت اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کے خیمہ سے کترا کر نکلنے لگے حضرت علی نے دیکھ لیا اور بآواز بلند فرمایا کہ کون رات کے وقت یہاں ہو کر جا رہا ہے حضرت عباس نے جواب دیا کہ یا ابا الحسن میں ہوں تمہارا عم عباس حضرت علی نے کہا کہ آپ کے ساتھ یہ دوسرا شخص کون ہے جس کی پنڈلیاں پتلی پتلی ہیں۔ مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ ابوسفیان ہے اور جلدی سے لپک کر سواری کے قریب آگئے اور ابوسفیان کو دیکھ کر جھٹ سواری سے نیچے کھینچ لیا جیسے کوئی شیر اپنے شکار کو سامنے ڈال لیتا ہے اور فرمایا کہ تم کو مکہ سے کس نے نکالا خدا نے تم پر مجکو قدرت دی ہے یہ کہا اور خیمہ میں ذوالفقار لینے کے لیے جھپٹے حضرت عباس نے جو یہ دیکھا کہ ابوسفیان بدحواس ہو گئے تو جلدی سے اُسکو سوار کرا دیا اور خود سوار ہو کر دُلدل کو تیز کر دیا جب حضرت علی آئے اور اپنے شکار کو نہ پایا تو بآواز بلند دُلدل سے کہا یا

حضرت ولایت مآب کی کرامت

مبارکہ یا دُلدل اگر تو نے عدو اللہ ابوسفیان کو لیکر ایک قدم بھی آگے رکھا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تیری شکایت کرونگا حضرت عباس کہتے ہیں کہ حضرت علی کا یہ کلام ختم نہوا تھا کہ دُلدل رُک گیا میں نے لگام ابوسفیان کو دیا اور خود حضرت علی کے پاس لوٹ آیا اور کہا کہ

حضرت عباس کی سفارش حضرت علی سے

یا ابن اخی یا ابا الحسن میرے حقوق جو تم پر ہیں اُنکا خیال کرو اور میرے قیدی کے بارے میں مجکو رسوا مت کرو۔ حضرت علی نے کہا بہت اچھا لیکن آپ اسکو لیے ہوئے کہاں جاتے ہیں

حضرت عباس نے فرمایا کہ آنحضرت کی خدمت میں کہا بہتر میں بھی چلتا ہوں ۔ حضرت عباس کہتے ہیں کہ میں جب لوٹ کر ابوسفیان کے پاس آیا تو دیکھا کہ وہ کانپتا تھا غرض جب ہم آنحضرت کی خدمت میں پہونچے تو آپ نماز پڑھتے تھے ۔ حضور جب نماز سے فارغ ہوئے حضرت علی آگے بڑھے اور آنحضرت کے ہاتھ کو بوسہ دیا آنحضرت نے فرمایا کہ یہ دوسرا کون شخص تمہارے ساتھ ہے ابوسفیان معلوم ہوتے ہیں ۔ حضرت علی نے جلدی سے عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ ابوسفیان صخر بن حرب ہے جس کی زوجہ ہندہ نے آپ کے عم حمزہ بن عبدالمطلب کا کلیجہ چبایا تھا اور ناک کاٹ کر اُن کا ہار بنا کر پہنا تھا یہ وہ شخص ہے کہ جس کی وجہ سے سینکڑوں مسلمانوں کا خون ہوا ہے ۔ یہ ہمیشہ خدا اور اُس کے رسول کا دشمن رہا ہے ۔ غرض حضرت ولایت مآب نے بہت سی باتیں جوش میں لانے کی کہیں ۔

حضرت عباس کا ابوسفیان کو امن دینا

حضرت عباس نے فرمایا اے علی تم کو شاید یہ منظور ہے کہ ابوسفیان قتل کر دیا جائے حالانکہ میں اسکو اماں دے چکا ہوں ۔ حضرت علی نے کہا یا عمی خدا کے لیے آپ اس سے دست برداری دیجیے تاکہ میں اس کی سرکشیوں کا بدلا لوں اور دنیا کو اس کے شر سے پاک کر دوں یہ سُنکر آنحضرت نے سر مبارک اُٹھایا اور فرمایا کہ یا ابا الحسن جلدی نہ کرو کیا عجب ہے کہ ابوسفیان مسلمان ہو جائیں اور خدا اُن کو ہدایت عنایت فرمائے اور حضرت عباس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا یا عمی کیا آپ کو معلوم نہیں کہ خدا نے اپنے کلام میں فرمایا ہے

حضرت علی کا جلال ابوسفیان کے قتل کا ارادہ

وان نکثوا ایمانھم من بعد عھدھم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمۃ الکفر انھم لا ایمان لھم لعلھم ینتھون ۔ یعنی اگر توڑیں اپنی قسمیں عہد کے پیچھے اور عیب لگادیں تمہارے دین میں تو لڑو کفاروں کے سرداروں سے اُن کی قسمیں کچھ نہیں شاید کہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آئیں ۔

آنحضرت یہ آیت پڑھ ہی رہے تھے کہ حضور کے چہرۂ انور پر جو ابوسفیان کی نظر پڑی فوراً سجدے میں گر پڑا حضور کو یہ حرکت ناپسند ہوئی اور آپ کو جلال آگیا اور آپ نے فرمایا سر اُٹھاؤ خدا کے سوا کسی کو سجدہ نہ کرنا چاہیے ۔ پھر آنحضرت نے حضرت عباس سے فرمایا اے عم آپ اپنے

نماز حضرت ابوسفیان با کریمیں

اسیر کو اپنے قبضہ میں رکھیے اور کل پھر لائیے۔ پس حضرت عباس ابوسفیان کو لیکر اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے مگر ابوسفیان نے وہاں جاکر اپنے آپ کو بہت نفرین کی اور کہنے لگا کہ اگر میں یہاں سے چھوٹ گیا تو ایسا عظیم الشان لشکر لیکر آؤنگا کہ محمدؐ کو اُس کے مقابلہ کی جرات نہو گی۔ یہاں یہ یوں اپنے خیالات پکار رہا تھا اُدہر آنحضرت پر ان کا انکشاف ہوگیا اور آپ نے اُسی وقت فرمایا حسبنا اللہ ونعم الوکیل تم کو ہی خدا ذلیل کریگا۔ حضرت عباس نے یہ سُنکر فرمایا ابوسفیان یہ تم کیا بک رہے ہو کیا پھر از سر نو فتنہ اُٹھانا چاہتے ہو دیکھو آنحضرت تمہارے خیالات کا جواب دے رہے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ تمہارے بھتیجے کو علم غیب بھی ہوتا ہے۔ حضرت عباس نے فرمایا اے حمار قریش خدا نے اُن کو علم اوّلین و آخرین عنایت فرمایا ہے غرض ابوسفیان اسی طرح کی باتیں کر رہا تھا کہ حضرت بلال نے اذان دی۔ ابوسفیان نے اذان سُنکر کہا کہ یہ کون ہے جو گدھے کی طرح چیخ رہا ہے۔ حضرت عباس نے فرمایا کہ خاموش یہ بلال موذن ہے جو لوگوں کو نماز کے لیے بلاتا ہے۔ ابوسفیان نے کہا یا ابا الفضل نماز کیسی ہوتی ہے حضرت عباس نے فرمایا تم میرے ساتھ چلو میں تم کو دکھا دونگا۔ غرض حضرت عباس ابوسفیان کو لیکر نماز پڑھنے آئے آپ کی یہ غرض تھی کہ مسلمانوں کی عبادت اور اُن کی تسبیح تہلیل دیکھکر اسکا دل ملائم ہو جائے۔ اسی غرض سے یہ صفوں کو چیرتے ہوئے آنحضرت کے پیچھے اول صف میں جا کھڑے ہوئے۔ اُدہر حضرت علیؑ بھی بائیں جانب آکر کھڑے ہو گئے اُسوقت حضرت عباس کہتے ہیں مجھے یہ خیال ہوا کہ ایسا نہو ابوسفیان رکوع اور سجدہ نہ کرے اور حضرت علی اسکا کام تمام کردیں۔ اتنے میں آنحضرت نے نماز شروع کر دی۔ اول رکعت میں سورہ یٰسین اور دوسری میں سورہ رحمٰن نہایت خشوع و خضوع قرأت سے پڑہی کہ لوگوں کے دل نرم ہو گئے اور رقت ہونے لگی حضور سرور عالم کی آواز مبارک کی وہ شان تھی کہ قریب و بعید ایک سا سُنتے تھے۔ جب آنحضرت نے رکوع اور سجود ادا کیا اور تمام قوم نے مگر ابوسفیان ویسے ہی کھڑا رہا حضرت علی نے جو یہ دیکھا تو غیرت ہاشمی کو حرکت ہوئی اور ابوسفیان کی گردن پر ہاتھ

مارا کہ وہ گر گیا اور اس کی گردن دبا کر آپ نے نماز ختم کی۔ جب حضرت عباس نماز سے فارغ ہوئے
تو ابوسفیان کو اُن سے چھڑایا یہ اگر سینہ سپر نہوتے تو ابوسفیان کا وہیں کام تمام ہوگیا تھا۔
اور آنحضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ ابوسفیان نے جب آنحضرت کے چہرۂ مبارک کو دیکھا تو
فوراً سجدے میں گر پڑا آپ نے پھر نہایت جلال سے اس حرکت سے منع کیا حضرت ولایت
مآب نے عرض کیا اگر حکم ہو تو اس کی گردن ماروں آنحضرت نے تبسم فرمایا کہ جلدی نہ کرو امید ہے
کہ خدا ان کو ہدایت کرے اور دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔ ابوسفیان نے جو یہ کلام سُنا
اور سجدہ کرنے سے جو آنحضرت کو جلال آیا تھا یہ دیکھا تو عرض کیا کہ یہ حرکت میں نے ایک بڑے
شخص کے حکم سے کی تھی۔ حضور نے فرمایا کہ کس شخص کے کہنے سے ابوسفیان نے عرض کیا
کہ میں ایک بار مقوقس بن راعیل بادشاہ مصر و اسکندریہ و قبط کے دربار میں گیا اور سلام کیا
اُس نے سلام کا جواب دیا اور مجھکو نہایت خاطر و مدارات سے ٹھہرایا اور مہمان رکھا پھر مجھ سے
علیٰحدہ آپ کے بارے میں باتیں جیتیں کیں آخر میں اُس نے کہا کہ جب تم محمدؐ کے پاس جاؤ تو
اُن کو سجدہ کرنا اگر وہ سجدہ کرنے سے غصہ ہوں تو سمجھ لینا کہ وہ بیشک نبی ہیں اور اگر خوش ہوں
تو سمجھ لینا کہ وہ بادشاہ ہونا چاہتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے دوبارہ آپ کو سجدہ کیا۔
حضرت عباس کہتے ہیں کہ ابوسفیان کی یہ بات سُنکر آنحضرت کا جلال رفع ہوگیا پھر حضور نے
سر مبارک اُٹھایا اور فرمایا اے ابوسفیان تم کب تک لات و عزیٰ۔ ہبل کی پرستش کروگے
تم کو اتنا خیال نہیں کہ وہ پتھر کی مورتیں ہیں وہ تو کسی کو نفع نقصان نہیں پہونچا سکتیں اور انجام
اُن لوگوں کا یہ ہوگا کہ خدا کے غضب میں گرفتار ہونگے اور وہ اُن کے بُت جنکو پوجتے تھے
سب دوزخ کا ایندھن ہو جائینگے کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم کلمۂ شہادت اشہد
ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ پڑھو۔ ابوسفیان نے کہا اے محمدؐ
تم ان قبائل عرب کو کہاں لیے جاتے ہو۔ آنحضرت نے فرمایا کہ تمہارا ملک فتح کرنے کے لیے
اور تمہارے بتوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے۔ یاد رکھو جو شخص خدا اور رسول کی اطاعت کریگا

وہ محفوظ رہیگا ورنہ قتل کر دیا جائیگا ابوسفیان نے کہا کہ ہم سے آپ کیسے لڑ سکتے ہیں کیا آپ نقض عہد کرینگے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ حاشا للہ نبی کبھی عہد نہیں توڑتے تم نے خود نقض عہد کیا کہ رات کے وقت دارالندوہ میں جمع ہوکر بنو خزاعہ کے قتل کرنے کا مشورہ کیا اور بنو بکر کے ساتھ جاکر بیچاروں کو ذبح کر ڈالا اور اُن کی لاشوں کو جنگل میں پھینک دیا اسی وقت خدا نے مجھ پر جہاد کا حکم نازل فرمایا جب تک کہ تم کلمہ شہادت نہ پڑھو۔ ابوسفیان نے کہا اگر آپ اس عظیم الشان لشکر کو ثقیف و ہوازان کی طرف لیجائینگے تو بہت مال غنیمت ہاتھ آئیگا اور ہمیں یہ نفع ہوگا کہ ہم سے آپ دور جا پڑینگے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اول تمہارا مکہ فتح کریں اور بیت الحرام کو بتوں سے خالی کردیں اور تم سب خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے لگو پھر انشاء اللہ تعالی ثقیف و ہوازن وغیرہ کو فتح کرینگے۔ سبحان اللہ کیا اخلاق محمدی تھا اور کیا عمدہ آپ کی ہدایت تھی جس شخص نے ہمیشہ آپ کو تکلیفیں دیں آپکے پیارے بہادر چچا حمزہ کو شہید کیا۔ آپ کی صاحبزادی رقیہ حدیبیہ کے عہد و پیمان کے بعد مکے سے آرہی تھیں اپنے قافلے سے کسی قدر اونٹ آگے بڑھ آیا تھا اسی کمینے کے حکم کے آدمی ضرار نے اُس بیگناہ مظلوم خاتون پر نیزہ چلایا اور اسکے جگر میں بھونک دیا اور وہ عصمت پناہ خاتون نیچے آپڑی اور حمل ساقط ہوگیا۔ آخر آنحضرت نے اُس قاتل کی خطا بھی معاف کر دی۔ اور ہمیشہ بنی ہاشم کو بُرے الفاظ سے یاد کرتا رہا اب اُس پر ہر طرح سے قابو ہوگیا ہے کس اخلاق و محبت سے ہدایت کی جارہی ہے اللہ اکبر انک لعلی خلق عظیم آپ کی ہی شان تھی۔ پھر آپنے فرمایا اے ابوسفیان باآواز بلند کلمہ شہادت پڑھو۔ ابوسفیان نے کہا کہ اگر آپ اس لشکر کو شام و روم کو لیجائیں تو کثرت مال غنیمت اور لونڈیاں ہاتھ لگیں آنحضرت نے فرمایا اے ابوسفیان تم کب تک ہراسے جاؤ گے اور ہماری بات کا جواب نہیں دیتے ہم تمہارے دین و دنیا کے نفع کی کہتے ہیں کہ تم جلد ایمان لے آؤ اور کلمہ شہادت پڑھ لو۔ ابوسفیان نے کہا اچھا شام و روم

[1] ابن ہشام صفحہ ۹۹۲ و روضۃ الصفا صفحہ ۴ جلد ۲ ۔

کو جانے دو مصر و اسکندریہ ہی پر چڑہائی کرو وہاں نہیں اور تمہارے ساتھیوں کو بہت سا زر وجواہر ہاتھ آئے گا اور بکثرت لونڈی غلام ملیں گے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ابوسفیان دیکھو ہم تمہارے بھلے کی کہتے ہیں کہ تم جلد کلمۂ شہادت اپنی زبان سے ادا کرو۔ ابوسفیان نے کہا کہ یہ کلمہ تو میری زبان پر نہایت گراں معلوم ہوتا ہے میری زبان میں اسکے کہنے کی طاقت و قدرت نہیں معلوم ہوتی خصوصاً آپ کا نام تو میں لے ہی نہیں سکتا کیونکہ آپ کی طرف سے میرے دل میں سخت عداوت کی ایک آگ جل رہی ہے میں کبھی آپ کا نام عزت کے ساتھ نہیں لونگا۔ جب یہ بات ابوسفیان کے مونہہ سے نکلی تو آنحضرت کو سخت جلال آیا یہانتک کہ چہرۂ مبارک سرخ ہوگیا اُسوقت حضرت ولایت مآب نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ذرا مجھے چھوڑیے کہ اس کافر کی گردن ماردوں باوجود اسکے کہ حق ظاہر ہوگیا اور باوجود اسکے کہ سرور عالم نے کس ہمدردی سے اس کو نصیحتیں کیں مگر اُس نے ایک نہ سُنی۔ اُسوقت ابوسفیان کی ران پر حضرت عباس نے زور کا دباؤ ڈالا قریب تھا کہ جان نکل جائے اور فرمایا کہ اے حمار قریش تو سرور عالم کے جلال اور ولایت مآب کی ذوالفقار کو نہیں دیکھتا۔ ابوسفیان نے کہا یا ابالفضل آپ کیا فرماتے ہیں میں کیا کروں حضرت عباس نے فرمایا کمبخت جلد کہو اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله ابوسفیان نے کہا وحیونک یا ابا الفضل یہ کلمہ میری زبان پر نہایت ہی گراں ہے مجکو امید نہیں کہ میری زبان اسکو ادا کرسکے۔ حضرت عباس نے فرمایا اگر نہ کہوگے تو حضرت علی تم کو زندہ نہیں چھوڑینگے ابوسفیان نے کہا اگر میں نے یہ کلمہ پڑہ لیا تو لات و عزی و ہبل کی کون عبادت کریگا اور کون ان کی حفاظت کریگا۔ اور یہ اشعار پڑہے۔

ابوسفیان کو تبلیغ اسلام

حضرت عباس کے کہنے سے ابوسفیان کا کلمہ پڑہنا

یقولون لی اسلم وانت بعزة ... ولیس بقلبی عند ذاک قیاد

فقلت لهم والقلب منی ذاهب ... وقد حارت فی امری دعاب رشادی

ءادخل فی الاسلام بالسیف عنوة ... فان کان هذا الامر یا جهادی

واترک العزی مع اللات جملة ... وادمی بها خلفی بطرد والبوادی

واترك اموالی تکون غنیمة — ودینی وآبائی واهلی واجدادی
فلولا مخافتی من السیف مصرعاً — لما حلت عن عزی بقولی اسعادی
سأتبعهم خوفاً ورعباً وعنوة — وفی القلب من هذا شؤن وابعاد

یعنی مجھ سے لوگ کہتے ہیں کہ مسلمان ہو جا حالانکہ میں بہت معزز آدمی ہوں۔ اور میرا دل اسلام کے لیے مقید نہیں ہو سکتا۔ میں نے یہ کہہ تو دیا اگر میرا دل میرے ہاتھ سے نکلا جاتا ہے۔ میں اس امر میں حیران ہوں اور میری عقل جاتی رہی ہے۔ کیا میں تلوار کے ڈر سے اسلام میں داخل ہو جاؤں۔ ہاں اگر یہ امر میری کوشش سے ہوتا تو اچھا تھا۔ میں اپنے بتوں لات وعزیٰ وغیرہ کو چھوڑ دوں۔ اور بتوں کو چھوڑ کر میں اپنی اولاد سے دور ہو جاؤں اور میں اپنے مال و دولت کو لوگوں کے لیے غنیمت بنا دوں اور اپنا دین اور اپنے اہل و عیال اور باپ دادا کے دین کو چھوڑ دوں مجکو اگر اپنی جان کا اندیشہ نہوتا کہ تلوار سے مجکو پچھاڑا جائیگا۔ میں ہرگز اپنی عزت کو نہ چھوڑتا اور ہرگز اسلام کا اقرار کرتا میں اُن لوگوں کے ڈر اور رعب اور سختی کی وجہ سے اتباع کرونگا۔ مگر میرے دل میں اس بات سے بہت سی پرخاشیں ہیں اور میرا دل اس سے بہت دور ہے۔

حضرت عباس نے یہ سُنکر فرمایا اے ابوسفیان یاد رکھ اگلی کل ہم سب مکے میں داخل ہو جاوینگے اور تیرے بتوں کو توڑ دینگے خصوصاً ہبل اعلیٰ کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں گے اور جو شخص منکر اسلام ہوگا اسکو قتل کر دینگے۔ یہ سُنکر ابوسفیان بہت گھبرایا اور کہا یا ابا الفضل اب جو کچھ آپ فرمائیں میں تعمیل کروں۔ حضرت عباس نے فرمایا ارے ظالم جلد کہو اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبده ورسوله۔ ابوسفیان نے کہا اشهد ان لا اله الا الله۔ اب دوسرا کلمہ کہتے ہوئے میرا دل اور میری زبان یاری نہیں دیتی۔ حضرت عباس نے فرمایا اے حمار قریش کلمہ شہادت کو پورا کر۔ ابوسفیان نے کہا کس طرح پورا کروں۔ حضرت عباس نے فرمایا اے حمار قریش کہہ اشهد ان محمداً رسول الله جب آنحضرت نے ابوسفیان سے کلمہ شہادت سُنا تو آپ

ابوسفیان کے کلمہ پڑھنے سے خوشی

بہت خوش ہوئے اور تکبیر کہی آپ کے ساتھ تمام مسلمانوں نے تکبیر کہی پھر حضور نے ارشاد فرمایا اے ابوسفیان اب تم اپنی قوم میں جاؤ مگر خبردار ہو کا نہ دینا اور منافق نہ ہو جانا۔ ابوسفیان نے آنحضرت کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور مکہ کو روانہ ہو گئے۔ جب لشکر اسلام سے دور نکل گئے[۱] تو آنحضرت نے حضرت عباس کو آواز دی یا عمی حضرت عباس نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ۔ جب قریب گئے تو آنحضرت نے فرمایا ابوسفیان کو جا کر پکڑیئے وہ منافق ہو گیا اس نے لات و عزیٰ کی تعریف کی اور ہبل اعلیٰ کی جے کرتا ہوا جا رہا ہے۔ حضرت ولایت مآب نے جو یہ سنا فوراً عرض کیا کہ آپ مجکو اجازت دیجیے کہ میں ابوسفیان کا کام تمام کر آؤں یا اگر آپ فرمائیں تو قید کر لاؤں اور حق یہ ہے کہ میں اسکے قتل کا بہت مشتاق ہوں۔ آنحضرت نے یہ سنکر تبسم فرمایا کہ ہاں تم ایسا ہی کرو گے اور خدا تمہارا حافظ و ناصر ہے مگر تمہارے عم بزرگوار اس کام میں تم سے زیادہ بہتر ہیں کیونکہ ان کی ہی کوشش سے ابوسفیان یہاں آیا اور کلمہ پڑھا اب وہی اسکا کام کریں یا قید کریں تو بہتر ہے یہ سنکر حضرت عباس کھڑے ہوئے اور اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے اور کمر باندھکر تلوار لٹکا کر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہاتھ کو بوسہ دیا۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا عمی اگر آپ کو ابوسفیان پر دسترس ہو تو اسکو قتل نہ کیجیے اور وہ آپ کو تنہا دیکھ کر آپ پر حملہ کریگا مگر آپ اسکے شر سے محفوظ رہیں گے اور آپ پر اسکو قدرت نہو گی۔ جب آپ یہ دیکھیں فوراً علی اپنے بھتیجے کو آواز دینا علی کا نام سنتے ہی اس کی ساری بہادری کرکری ہو جائے گی جب آپ دیکھیں سواری سے اتر کر اسکے پاس جائیے اور اسکے سر سے عمامہ اتار کر اسکی گردن سے اسکے ہاتھ اور گردن سے

---

[۱] جب ابوسفیان رخصت ہو لیے حضرت عباس آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ابوسفیان نے تمام لشکر اسلامی کو دیکھا نہیں ہے مجھے اندیشہ ہے کہ مکہ میں جا کر پھر کہیں سرکشی نہ کرے بہتر ہوگا کہ وہ روکا جائے کہ تمام لشکر اسلامی اسکے سامنے سے گذرے تاکہ اسلام کی ہیبت اسکے دل میں بیٹھ جائے آنحضرت نے حضرت عباس کی رائے کو پسند کیا۔ روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۱۰۶

اُس کی گردن باندھ لیجیے اور مضبوط پکڑ کر پہاڑ کی گھاٹی کے پاس اُسکو لیکر کھڑے ہو جائیے تاکہ لشکر اسلامی جب گھاٹی کے پاس سے ہو کر گذرے تو اُس کی نظر پڑے اور ہیبت اسلامی اُسکے قلب پر جاگزین ہو اسی طرح مجکو خدا نے حکم دیا ہے اور وہ انشاء اللہ دولت اسلام سے مشرف ہو جائیگا۔ حضرت عباس اس حکم کو سُنکر بہت خوش ہوئے کہ خدا و رسول نے آپکو اس خدمت کے لیے منتخب فرمایا اور نہایت تیزی کے ساتھ گھوڑا بڑھاتے ہوئے روانہ ہو گئے اور ابو سفیان کو جا پکڑا۔ ابو سفیان نہایت اطمینان سے اپنی شجاعت و بہادری کے اشعار پڑھتا جا رہا تھا اور بتوں کی تعریف کرتا تھا۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

یقول لی العباس قولاً مسدّدا اجب صاغراً قول النبی الموفّق
واقسم بالعزیٰ وباللات انّنی لاشجع من لیث کریم محقق
لاشعل نار الحرب من کل فارس ومن کل لیث فی الامور موفق
واسعیٰ بجیشی کل یوم و لیلۃ واصلاً نفسا ها بالجیوش و اہق
وانی انا المقدام فی حومۃ الوغی الحامی الاصل عن فی جمع ملتق

یعنی مجھ سے حضرت عباس نخی سے یہ بات کہتے ہیں کہ میں نہایت ذلت سے نبی کے قول کو تسلیم کرلوں۔ میں عزیٰ اور لات کی قسم کھاتا ہوں کہ میں اعلیٰ درجہ کا بہادر ہوں میری شجاعت شیر نر سے بڑھ کر ہے۔ میں تمام اپنے قوم کے سواروں سے لڑائی کی آگ روشن کرونگا۔ اور میں اپنے شیر دلوں کے ساتھ جو میرے مطیع ہیں جنگ کرونگا۔ اور میں رات دن کوشش کرکے تمام میدانوں کو جنگ کے اپنے لشکر سے بھر دونگا۔ میں وہ ہوں کہ کمان لشکر کی میرے ہاتھ میں ہوتی ہے اور میں ہمیشہ دشمن کے لشکر میں گھس کر حملہ کرتا ہوں اور بڑے بڑے جاؤں کے لشکر میں حملہ کیا کرتا ہوں۔

یہ کہہ ہی رہا تھا کہ حضرت عباس اُسکے قریب پہونچ گئے اور آواز دی کہ یا عدو اللہ تو نے اپنا

حضرت عباس کا ابوسفیان کو پکڑنا اور اسکا حملہ کرنا

دین بدل دیا اور میری کوشش اکارت کر دی کمبخت تو منافق ہو گیا اور تو نے دہوکا دیا تو بڑا غدار ہے۔ ابوسفیان نے یہ سُنکر حضرت عباس کی طرف رُخ کیا اور دیکھکر کہ یہ تنہا ہیں ارادہ کیا کہ لاؤ ان کو مار لوں اور نہایت غصہ کے لہجے اور بلند آواز سے کہا کہ بلکہ تم بنی ہاشم بڑے غدار ہو۔ حضرت عباس نے فرمایا یا اباحنظلہ اہل نبوت کبھی غدر نہیں کرتے تو نے ہی غدر کیا کہ مسلمان ہو کر کافر ہو گیا اور بتوں کی تعریف کرنے لگا ابوسفیان نے کہا کہ کیا وجہ ہوئی کہ تم ایسی جلدی میرے پاس آئے حالانکہ میں ابھی تمہارے پاس سے آرہا ہوں - حضرت عباس نے فرمایا کہ آنحضرت کو ابھی معلوم ہوا کہ تو منافق ہو گیا اور بتوں کی تعریف کی اسی وجہ سے مجھے بھیجا ہے اور میرا ایک کام بھی تجھ سے ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ جب میں تمہارے قبضہ میں تھا اُسوقت تم نے مجھ سے کیوں نہ اپنا کام نکالا حضرت عباس نے فرمایا کہ وہ کام علیحدگی میں کہنے کا ہے۔ ابوسفیان نے کہا ہٹو اے بنی ہاشم میں تم کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ تم سے بات چیت کروں اور یہ کہکر حملہ کا ارادہ کیا حضرت عباس نے فوراً اپنے بھتیجے علی کو آواز دی ابوسفیان نے کہا کہ یہاں تمہارا بھتیجا کہاں ہے جو اُسکو آواز دیتے ہو حضرت عباس نے فرمایا کہ وہ میرے پیچھے ہیں تجھے اس حالت میں دیکھکر فوراً قتل کر دینگے میں نے تجھے ہر پہلو سے بچایا اور حد درجہ تیرے ساتھ ہمدردی کی۔ آج تو مجھ پر حملہ کرتا ہے اگر کل میں تجھے امن نہ دیتا تو کیا بچ سکتا تھا۔ یاد رکھ علی تیرے خون کے پیاسے ہیں ابوسفیان نے جب حضرت ولایت مآب کا نام سُنا سناٹے میں رہ گیا اور ساری بہادری پر پانی پھر گیا اور حضرت عباس کے سامنے ایسا ہو گیا جیسے شیر کے سامنے بکری اور بالکل بےحس و حرکت کھڑا رہ گیا۔ حضرت عباس نے اپنی کریم النفسی اور صلہ رحمی کے باعث اسکو کچھ سزا نہ دی اور آگے بڑھے۔ ابوسفیان نے کہا یا اباالفضل کیا پھر تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے بھتیجے محمدؐ کے پاس چلوں۔ اگر ایسا ہی تو علی کے حملے سے مجکو بچانا۔ حضرت عباس نے فرمایا

حضرت عباس کا ابوسفیان کو باندھ لینا

گھبرا مت اور اُنکا عمامہ سر سے اُتار کر نصف سے ہاتھ باندھے اور نصف گردن میں ڈالکر

پہاڑ کی گھاٹی کے پاس لا کھڑا کیا۔ اسکا عمامہ بہت بیش قیمت تھا جا بجا سونے کا کام ہو رہا تھا
اور یہ فرمایا کہ خدا اور رسول کا یہی حکم تھا جس کی میں نے تعمیل کی۔ یہ حالت دیکھ کر ابوسفیان نے
سر بلند کیا اور کہا یا ابا الفضل اب تو تم نے مجھے قید کر لیا اب جو جی چاہے کرو اب کی بار مجھکو
تم سے خلاصی مشکل ہی اور اسی کا مجھے خیال تھا پھر نہایت شرمندگی سے سر نیچا کر لیا۔ اُدھر
آنحضرت نے تمام قبائل کو حکم دیا کہ مکے کی طرف کوچ کرو۔ جب یہ حکم لوگوں نے سنا سب اپنے
اپنے خیموں میں گئے اور خود و زرہیں پہن پہن کر خودوں پر عمامہ باندھکر تلواریں ہندی لٹکا کر
عربی گھوڑوں پر سوار ہوئے اور نیزے ہاتھوں پر لیکر بہت پھرتی کے ساتھ سلام کیواسطے
حاضر دربار نبوی ہوئے۔ جب قریب آئے اپنی اپنی سواریوں سے اُترے اور سلام کیا
آنحضرت ہر شخص کو سلام کا جواب دیتے اور مرحبا فرماتے تھے پھر فوج کے تمام جرنلوں کو
اشارہ سے بلایا اور ارشاد فرمایا کہ جب تم ابوسفیان کے پاس سے گزرو تو ایسے اشعار پڑھنا
جن میں اسلام کی تعریف اور کفر کی مذمت ہو اور ہر شخص اپنے جھنڈے ہلائے مگر ابوسفیان کو
کوئی مارے نہیں اور نہ زخمی کرے اور جھنڈا ہلاتے وقت یہ کہے کہ دیکھ اے خدا کے دشمن تیرے
اور تیری قوم کے قتل قمع کرنے کے لیے خدا نے کیسا سامان مہیا کیا ہی یہ کہتا ہوا چلا جائے
اسی طرح خدا کا حکم ہی۔ غرض سب سرداروں نے نہایت اطاعت سے اس حکم کو سُنا
اور اپنی اپنی فوج کو لیکر یکے بعد دیگرے روانہ ہوئے۔ حضرت عباس کہتے ہیں کہ میں ابوسفیان
کو خوب مضبوط پکڑے ہوئے لشکر کی آمد کا منتظر تھا۔ ابوسفیان کی یہ حالت تھی کہ کبھی لمبے لمبے
سانس لیتا کبھی اظہار افسوس کرتا کبھی شرم سے نیچی نگاہ کر لیتا کہ اتنے میں ایک دستہ فوج
کا آیا جسکا سردار عباس بن مرداس سلمی تھا۔ یہ لوگ تمام لوہے میں ڈوبے ہوئے سروں پر
خود رکھے ہوئے تھے۔ سوا اُنکی آنکھوں کے اُنکے چہرہ پر کچھ نہیں معلوم ہوتا تھا اور نہایت
بہادری سے آ رہے تھے جب عباس بن مرداس ابوسفیان کے قریب پہونچے تو اُنھوں نے
رجزیہ اشعار پڑھے جن میں آنحضرت کی تعریف تھی اور اس بات کا اظہار تھا کہ ہمارے

دلوں میں سے غیظ و غضب اُسوقت نکلیگا جب ہم فتح کر لینگے۔ اسکے بعد عباس بن مرداس نے اپنے
جھنڈے کو حرکت دی اور ابوسفیان پر حملہ کیا اور کہا دیکھ اے خدا کے دشمن تیرے اور
تیری قوم کے قلع قمع کرنے کے لیے خدا نے کیا سامان تیار کرکے بھیجا ہی یہ کہہ کر آگے بڑھے
حضرت عباس کہتے ہیں کہ ابوسفیان نے سر اُٹھا کر مجھ سے دریافت کیا کہ یہ کون شخص تھا
میں نے کہا یہ عباس بن مرداس سلمی تھا اور یہ قبیلہ بنو سلیم تھا آنحضرت نے اس غزوہ میں
اسکو سب سے آگے رہنے کا حکم دیا ہی۔ یہ سُنکر اُس نے لمبی سانس لی اور کہا کہ کہاں میں
اور کہاں بنو سلیم پہلے یہ لوگ ہمارے ساتھ کیسے تھے اور اب کیسے ہیں یہ کہکر پھر گردن نیچی
کر لی اتنے میں دوسرا قبیلہ آیا ان کا سردار عقبہ بن عامر الجہنی تھا۔ یہ لوگ بھی خود اور زرہیں
پہنے ہوئے تھے۔ سوائے آنکھوں کے انکے چہرہ پر کچھ نظر نہیں آتا تھا عقبہ نے ابوسفیان
کے آگے کھڑے ہوکر رجزیہ اشعار پڑھے جنکا مضمون یہ تھا کہ ہم لوگ لڑائی کے وقت
نہایت صبر سے کام لیتے ہیں اور ہم لوگ رسول کی مدد کرنا فرض سمجھتے ہیں ہم کو اسکے
بدلے میں خدا فردوس اعلیٰ میں جگہ دیگا ہم نے اپنی جانوں کو خدا کے رسول پہ جن پر بادل
سایہ کرتے ہیں فدا کر دیا ہے اور یہ اشعار پڑھکر علم کو حرکت دی اور ابوسفیان پر حملہ کیا پھر
کہا یا عدو اللہ انظر ما اعد لک ولقومک یعنی اے خدا کے دشمن دیکھ تیرے اور
تیری قوم کے لیے خدا نے کیا کیا سامان مہیا کیا ہی۔ یہ کہتے ہوئے چلے گئے۔ ابوسفیان
نے کہا کہ یہ کون لوگ تھے حضرت عباس نے فرمایا یہ عقبہ بن عامر الجہنی تھے اور اسکے
ساتھ بنو جہینہ تھے۔ یہ سُنکر ایک لمبا سانس لیا اور کہا کہاں میں اور کہاں بنو جہینہ پہلے
کیسے تھے اور اب کیسے ہیں۔ حضرت عباس کہتے ہیں کہ اتنے میں تیسرا قبیلہ آیا یہ
بھی سلاح زرہوں و خودوں میں جکڑے ہوئے تھے انکے سردار نعمان بن منذر مزنی
تھے انھوں نے بھی ابوسفیان کے پاس آکر رجزیہ اشعار پڑھے جنکا مضمون یہ تھا کہ
ہم نے دین محمدی کی مدد کی اور ہم دین پر قائم ہوگئے اور ہم نے رسول خدا کی اطاعت

اختیار کر لی جنھوں نے ہم کو احکام دین کے سکھائے اُن پر خدا کی رحمت ہر وقت سے ہے
اور سب غلام تکبیر کہی اور علم کو حرکت دی اور ابوسفیان پر حملہ کیا اور وہی الفاظ جو پہلے شیرزن
نے کہے۔ ہم کہکر آگے بڑھے۔ ابوسفیان نے حضرت عباس سے دریافت کیا کہ یہ کون
لوگ تھے۔ حضرت عباس نے فرمایا کہ یہ نعمان بن منذر مزنی تھے اور یہ قبیلہ مزنیہ تھا۔
اتنے میں ایک اور قبیلہ نمودار ہوا اسکے سردار اقرع بن حابس تمیمی تھے انھوں نے بھی رجزیہ
اشعار پڑھے اور علم ہلا کر ابوسفیان پر حملہ کیا ایسا حملہ کہ ابوسفیان کے ہوش باختہ ہو گئے
اور وہی الفاظ جو پہلے لکھے گئے کہتے ہوئے چلے گئے۔ حضرت عباس نے ابوسفیان
کو بتایا کہ یہ بنو تمیم تھے۔ پھر ایک اور قبیلہ نمودار ہوا اسکے سردار دحیہ الکلبی تھے یہ ایسے
خوبصورت تھے کہ اکثر کبھی حضرت جبرئیل انہیں کی صورت میں آتے تھے۔ انھوں نے بھی
بدستور سابق اشعار پڑھے اور علم ہلایا اور حملہ کیا اور وہ الفاظ دہراتے ہوئے آگے
بڑھے۔ ابوسفیان نے پوچھا کہ یہ کون تھے حضرت عباس نے فرمایا کہ یہ دحیہ الکلبی تھے
اور یہ قبیلہ بنو حمیر ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ یا ابا الفضل میں نہ کہتا تھا کہ تمہارے بھتیجے بادشاہ
ہوگئے ہیں جس طرف چاہتے ہیں لشکر لیجاتے ہیں حضرت عباس نے فرمایا خاموش رہ اے
ستمگار قریش وہ نبی ہیں بادشاہ کا لفظ اُن کی شان میں مت کہہ۔ ابوسفیان نے کہا یا ابا الفضل
اب تم مجھکو چھوڑ دو میرا سانس رکا جاتا ہے مجھے اپنی موت نظر آرہی ہے۔ مجھکو امید نہیں کہ میری
جان بچ جائیگی۔ حضرت عباس نے فرمایا کہ گھبرا تو نہیں اور صبر کر اسکا نتیجہ اچھا ہوگا اور جلدی
سنتا کہ تیری لجاجت سب رفع ہو جائیگی۔ یہ سنکر ابوسفیان نے گردن نیچی کر لی کہ
اتنے میں مقداد بن الاسود بنو کندہ کو لئے آگے بڑھے اور انھوں نے بھی رجزیہ اشعار
پڑھے اور علم کو حرکت دی اور ابوسفیان سے وہی لفظ کہے جو سب سردار کہتے گئے تھے
ابوسفیان نے دریافت کیا کہ یہ کون تھے حضرت عباس نے فرمایا کہ یہ بنو کندہ تھے اسکے
سردار مقداد بن الاسود تھے۔ یہ سنکر ابوسفیان نے ایک لمبا سانس لیا اور کہا یا ابا الفضل

اب مجھکو چھوڑ دو اور یہ بتاؤ کہ تمہارے بھتیجے محمد کب آئینگے۔ اللہ اکبر ابوسفیان باوجودیکہ آنحضرت سے کس قدر عداوت رکھتا تھا مگر چونکہ مصیبت میں گرفتار ہی تو آنحضرت کو یاد کرتا ہی اور اور اسکے دل میں یقین ہی کہ آنحضرت اپنے اخلاق کے باعث اسکو چھوڑ دینگے حضرت عباس نے فرمایا کہ جب سب لشکر اسلامی روانہ ہوجائے گا اسوقت سرور عالم تشریف لائینگے اور مجھکو آنحضرت نے یہ ہدایت فرمادی ہی کہ جب تک میں نہ آؤں اسوقت تک تم ابوسفیان کو پکڑے ہوئے کھڑے رہنا۔ اتنے میں بنو مزار ومضر آئے۔ انھوں نے بھی وہی کیا جو پہلے لوگ کرتے گئے تھے پھر ابوذر غفاری اپنی قوم کو لیے ہوئے آئے اور رجزیہ اشعار پڑھے۔ پھر بنو عبس آئے جنکے سردار عمار بن عبسی تھے پھر بنو ثقیف آئے اسکے سردار عبداللہ بن مسعود ثقفی تھے انھوں نے بھی رجزیہ اشعار پڑھے اور وہی الفاظ کہے جو پہلے سردار کہتے گئے تھے۔ حضرت عباس ابوسفیان کو ہر ہر قبیلے کا پتہ اور شجاعت کی اطلاع فرماتے جاتے تھے اسوقت ابوسفیان نے کہا کہ یا ابا الفضل میں نے کسریٰ انوشیروان۔ مقوقس بادشاہ مصر کے لشکروں کو دیکھا ہی ایسا لشکر کسی بادشاہ کا بھی نظر نہیں آیا تمہارے بھتیجے تو بڑے بادشاہ ہوگئے۔ حضرت عباس نے فرمایا کہ بادشاہت نہیں ہی یہ نبوت ہی۔ اتنے میں ایک غبار معلوم ہوا جسمیں ہندی تلواریں چمکتی تھیں۔ جب غبار کھلا تو ایک ہزار بہادر نمودار ہوئے زرہیں پہنے عمامہ حجازی باندھے تلواریں ہندی لٹکائے نیزے ہاتھوں میں لیے عربی گھوڑوں پر سوار نہایت شجاعت کے ساتھ آئے۔ یہ سوار بنی ہاشم تھے۔ اسکے سردار ایک جوان نہایت حسین وجمیل صاحب حیا ووقار وصاحب ہیبت وافتخار تھے۔ سر پر خود اور اسپر عمامہ ہاتھ میں علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت عباس کہتے ہیں کہ اس سردار نے جب مجھے دیکھا تو مسکرائے اور سلام کیا اسوقت میں نے پہچانا کہ یہ میرے بڑے بیٹے فضل تھے انہوں نے ابوسفیان کو دیکھکر نیزہ ہلایا اور یہ اشعار پڑھے۔

جیاد الخیل سائرۃ الیکم   حداد الطرف یعرفن الحدیدا

فنادینا باقوام ادا بیتم — فقلنا لا تواردو لا سماددا
اقمنا ملة الاسلام حتی — جعلنا الشرع معتدلا سدیدا
فتب عما قریب یا ابن حرب — وجئ للمصطفیٰ دینا حمیدا
صلوٰۃ اللہ دائمۃ علیہ — کذا آل واصحاب جنودا

یعنی یہ تمام لشکر اسلام تمہاری طرف جا رہا ہے۔ نیزے تیز نوک والے کہ جو گھس جائیں لوہے میں۔ ہم نے تم کو منادی دین اسلام کی کی کہ تم توحید کا اقرار کرو مگر تم نے انکار کیا جب تمہارے انکار کی حد ہوگئی تب ہم نے کہا کہ اب نہ اقرار ہے اور نہ تمہاری طرف میلان ہے۔ ہم نے ملت اسلامی کو قائم کیا اور ہم نے شریعت محمدی جو تمام ادیان کا خلاصہ ہے اور متوسط ہے قائم کیا۔ پس اے ابن حرب تو توبہ کر اور محمد مصطفےٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر دین مبارک کو قبول کر۔ آنحضرت پر خدا کی رحمت ہمیشہ موج مارتی رہے اسی طرح آپ کی آل واصحاب ولشکر پر۔

غرض حضرت فضل بن عباس ہاشمی نے نیزہ ہلایا اور ابوسفیان پر حملہ کیا کہ اس کے اوسان خطا ہوگئے اور یہ فرمایا انظرھا اعد اللہ لک ولقومک۔ دیکھ خدا نے تیرے اور تیری قوم کے لیے کیا لشکر تیار کرکے بھیجا ہے۔ یہ فرمایا اور روانہ ہوگئے۔ ابوسفیان نے کہا کہ یہ کون بہادر تھا کیا کوئی روم کا سردار تھا یا کوئی شہسوار تھا کہ جو تمہارے بھتیجے کا مطیع ہوگیا ہے۔ حضرت عباس نے فرمایا کہ تم نے نہیں پہچانا کہ یہ سب لشکر بنو عبد مناف و بنی ہاشم سے تھے اور ان کا سردار میرا لڑکا فضل تھا۔ ابوسفیان نے کہا سچ کہتے ہو بہادروں کے بہادر ہی پیدا ہوتے ہیں۔ تمہارے اس بیٹے میں عبد المطلب کی بہت مشابہت ہے اب تو تم مجھکو چھوڑ دو میری روح نکلی جاتی ہے۔ حضرت عباس کہتے ہیں کہ مجھکو اس کی قوت قلبی پر نہایت تعجب آتا تھا۔ اتنے میں ایک غبار نظر آیا جس میں ہزار سوار تھے زرہ پہنے

ہوئے ہندی تلواریں لٹکائے عربی گھوڑوں پر سوار نیزے ہاتھوں میں نہایت شجاعت و مردانگی سے بادصرصر کی طرح ہمارے قریب آموجود ہوئے انکے سردار بھاری جسم کے آدمی تھے شجاعت اُن کے نورانی چہرہ سے ٹپکتی تھی سامنے وہ علم تھے۔ حضرت عباس کہتے ہیں کہ میں نے جو غور کیا تو میرے بھتیجے بطل الموحدین قاتل الکفرۃ والمشرکین زوج بتول بنت رحمۃ للعلمین ابن عم الرسول سیف اللہ المسلول لیث بنی غالب علی ابن ابی طالب تھے۔ ابوسفیان کے پاس جب پہونچے تو یہ اشعار پڑھے۔

اھز لوائی حیثما کنت سائراً	وقد ھز اسرافیل فی الجوخافق
ومعھم جیرال اللہ فی الجو والملأ	کتائب نصر بالحراب البوارق
بھم تکشف الاھوال فی کل مشھد	وفینا رسول اللہ فی العھد سابق
نصرنا رسول اللہ بالبیض والقنا	ونخلی دیار الشرک من کل بارق
فاسلم اباسفیان تحظی بالحمد	وتحظی بحور ناھدات عواتق
فان رسول اللہ افضل من مشی	وافضل من اتی الدین سابق
علیہ صلوۃ اللہ ماطار طائر	ماغرد القمری وما ذار شائق

میں اپنے نیزے کو جہاں چلتا ہوں ہلانے والا ہوں۔ اور تحقیق حضرت اسرافیل بھی ہوا نیزہ ہلانے والے ہیں۔ اور انکے ساتھ اللہ کا لشکر ہی خلا و ملا میں۔ اور کیا لشکر فتح کا لشکر ہے مع چمکدار ہتیاروں کے۔ انکے ساتھ تمام خوفناک جانیں ہر شہادت کی جگہ۔ کیونکہ ہم میں خدا کے رسول ہیں جو اپنے عہد میں سبقت کرنے والے ہیں۔ ہم نے رسول خدا کی مدد کی تلواروں اور نیزوں سے۔ اور ہم خالی کرینگے شرک کے گھر ہر چمکنے والی تلوار سے۔ پس اسلام لیا اے ابوسفیان اور خوش کر احمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اور خوش کر گھوڑوں کو اور

تلواروں کو جو جدا کرنے والی ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ افضل تمام مخلوقات سے ہیں
اور افضل اُن لوگوں سے جو دین کی طرف چلنے والے ہیں۔ اُن پر اللہ کی رحمت
جبتک جانور اُڑیں۔ اور جبتک قمری بولے اور جبتک شائق زیارت کا
مشتاق رہے۔

اور حملہ کیا کہ ابوسفیان گھبرا گیا اور حضرت ولایت مآب آگے بڑھے۔ ابوسفیان نے دریافت
کیا کہ یہ کون بہادر تھا کہ اسکے رعب سے میرے اوسان خطا ہوگئے۔ حضرت عباس نے فرمایا
کہ یہ میرے بھتیجے علی ابن ابی طالب تھے۔ اتنے میں ایک غبار اور نظر آیا اس میں بکثرت
سوار تھے اور تسبیح و تہلیل کی آوازیں آرہی تھیں۔ حضرت عباس کہتے ہیں کہ بعد تامل کے
معلوم کہ وسط لشکر میں ہزاروں ہزار مقدسوں کے بیچ میں چودھویں رات کے چاند کی مانند
چہرۂ نورانی چمکتا ہوا خوشبو بدن سے مہکتی ہوئی کہ جیسے مشک کو مات کر دیا تھا گیسو گرد والے
بال سراج منیر بشیر و نذیر سید الطاہر ذوالاصل الفاخر ابوالقاسم جد الحسنین امام القبلتین
خاتم الانبیاء والمرسلین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین سیدنا ومولانا محمد بن عبداللہ بن
عبدالمطلب بن ہاشم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ حضرت عباس کہتے ہیں کہ [illegible]
جب ابوسفیان کے قریب تشریف لائے تو فرمایا الحمد للہ الذی اعز الاسلام [illegible]
الایمان (انک علی) کل شیء قدیر [illegible] اللہ ابوسفیان نے اسلام کی ہدایت [illegible]
کی محبت ڈالدے۔ بیشک تجھکو ہر چیز پر قدرت ہے) خدا نے آپ کی دعا قبول فرمائی
اور ابوسفیان نے دل سے [illegible] صاف ہوگئے۔ پھر آنحضرت نے حکم دیا کہ لشکر کیساتھ
جتنے علم ہیں جب مکہ کے قریب ہوں تب تک پھریرے کھولدیے جائیں اور بادشاہ کسری
اور شاہ روم اور شاہ نجاشی کا علم جو بدست حضرت جعفر طیار سپاہ تھا جسپر آیتیں لکھی
تھیں اور بہت بیش قیمت پھریرا اس پر تھا کھولا گیا اور بادشاہ خیبر مرحب یہودی کا پھریرہ
حسان بن ثابت کو عطا ہوا انہوں نے آنحضرت کے انواروں کی کثرت دیکھکر یہ قصیدہ

پڑہا تہا جسکا یہ مضمون تہا کہ ہم میں ایسے رسول ہیں کہ تمام مخلوق میں اللہ کے نزدیک افضل ہیں اور ہم اللہ کے گہر کو تمام بتوں سے پاک صاف کرینگے اور تمام سرکشوں کو ہم پابند کرینگے اور اُنکی لاشوں کو زمین نمناک میں چہوڑینگے ۔ ہمارے لشکر کو دیکہکر عورتیں اپنے گہونگہٹوں میں تہپڑ مارینگی، جب ہم آئینگے اور عمرہ کرینگے اور فتح ظاہر ہوگی اور کفر کی ظلمت رفع ہوجائیگی اور حضرت جبرئیل اللہ کے امین ہم میں آتے ہیں اور روح القدس اور آسمان کے فرشتے اللہ تعالی نے فرمایا کہ مینے ایک بندہ کو رسول بناکر بہیجا وہ سچ کہتا ہے بہت سے لوگوں نے اُس کی تصدیق کی اور اے کافر قوم تم نے جہٹلایا وقال اللہ قد ارسلت جندا۔ ہم الانصار عادتہا اللقاء۔
یعنی اللہ تعالی نے فرمایا مینے ایک لشکر بہیجا ہے وہ کون لوگ ہیں وہ انصار ہیں جن کی عادت خدا کے قرب حاصل کرنے کی ہے۔ ہجرتم سید ابرار فنا۔ امین اللہ شیمتہ الوفاء۔
یعنی تم نے سید نیک مہربان خدا کے امین کو چہوڑ دیا جسکی عادت مہر وفاداری ہے وان ابی ووالدتی وعرضی۔ لعرض محمد منکم وقاء۔ اور میرے ماں باپ اور میری عزت حضور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت پر فدا ہے۔

ابوسفیان کو امان

حضرت حسان بن ثابت جب قصیدہ سنا چکے تو حضرت عباس نے حضور سرور عالم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ابوسفیان کو آپ امان دیدیجیے اور انکی دل تسکین فرمادیجیے کیونکہ آپکو معلوم ہے کہ سرداران لشکر نے انکو بہت ذلیل کیا ہے حضور یہ سنکر مسکرائے اور فرمایا یا عمی آپکے اختیار میں ہیں بہتر ہے کہ انکو چہوڑ دیجیے اور اجازت دیدیجیے کہ مکہ پہنچ جائیں اور ہمارے آنیکی اطلاع کریں اور یہ حکم عام دیدیجیے من دخل دار ابی سفیان فہو امن یعنی جو شخص ابوسفیان کے گہر پناہ لیگا وہ مامون ہے، ابوسفیان اسکے سنتے ہی اپنے گہر پہونچے اور باآواز بلند لوگوں سے کہتے تہے کہ بہائیو آؤ میرے گہر میں پناہ لیلو ابن سعد و حارث بن ابی اسامہ نے اپنے مسند میں اور ابن عساکر نے عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم سے روایت کی ہے کہ آنحضرت خانہ کعبہ میں تشریف لائے اور ابوسفیان مسجد میں بیٹہے ہوئے کہہ رہے تہے کہ ہم

یہ نہیں سمجھتے تھے کہ جناب سرور عالم ہم پر غالب ہو جائینگے کہ اتنے میں آنحضرت تشریف لے آئے اور آپنے حضرت ابوسفیان کے سینہ پر ہاتھ رکھا اور فرمایا اللہ تعالیٰ اسنے تم پر مجکو غالب کیا حضرت ابوسفیان نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ وانک لرسول اللہ۔ اُدہر حضور نے اپنے کریمانہ اخلاق سے یہی حکم دیدیا تھا کہ جو شخص بیت الحرام میں داخل ہوگا اُسکو بھی امن ملیگا اور جو شخص اپنے گہر کا دروازہ بند کرلیگا وہ بھی مامون ہے سبحان اللہ جس شہر کے لوگوں نے آنحضرت کو وہ وہ تکلیفیں پہنچائیں تہیں کہ جن کی انتہا نہیں رہی تھی اور نہ صرف آپ پر بلکہ آپکے تمام کنبہ پر اُن لوگوں کے ساتھ آپ ایسے اخلاق سے پیش آئے ہیں اللہ اکبر یہ آپکے اخلاق کی ہی وجہ تھی کہ سارا عرب آپکا مطیع ہوگیا تھا آخر جب مکہ فتح ہوگیا حضرت عباس نہایت مسرت و جوش اسلامی کے ساتھ جس طرف تشریف لیجاتے تھے یہ اشعار پڑھتے تھے

حضرت عباس کے اشعار فتح مکہ کی خوشی میں

لاح البیان واشرقت انوارہ	بنبینا وھذا ایة الخلاق
ظاہر ہوگئی روشنی اور چمکنے لگے انوار آپکے	ہمارے نبی کے ساتھ جو مخلوق کے ہادی ہیں
نور الہدیٰ قد جاء وسط دیارکم	فاستقبلوہ بفرحة وتلاق
ہدایت کا نور تمہارے گہر کے بیچ میں آگیا	اُسکا استقبال نہایت خوشی اور کشادہ روئی سے کرو
الخائف الہیجاء فی یوم الوغی	خیر الانام وصفوة الخلاق
وہ کیسے تیار ہیں گہس جانے والے ہیں اور بہادر ہیں لڑائی میں	تمام مخلوق سے بہتر ہیں اور خلاصہ ہیں

ابن سعد نے بطریق عبداللہ بن عباس حضرت عباس سے روایت کی ہے کہ جب مکہ فتح ہوگیا تو آنحضرت نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ آپکے بھتیجے عتبہ و معتب ابولہب کے بیٹے کہاں ہیں میں نے عرض کیا کہ اُن لوگوں کے ساتھ ہونگے جو بہاگ گئے ہیں اور مسلمان نہیں ہوئے آپنے فرمایا کہ آپ جائیے اور اُنکو بلا لائیے یہ حکم سنکر حضرت عباس سوار ہوئے اور اُن دونوں کو تلاش کرکے آنحضرت کی خدمت میں پیش کردیا حضور نے اُنکو اسلام لانے کے لیے ارشاد فرمایا

لہ خصائص الکبریٰ ص ۲۶۹

وہ دونوں آپ کا یہ اخلاق اور صلہ رحمی دیکھکر مسلمان ہو گئے اور بیعت کر لی پہر آنحضرت
کھڑے ہوئے اور ان دونوں بھائیوں کا ہاتھ پکڑکر خانہ کعبہ میں لے گئے اور کھڑے ہوکر
دعا کی پہر تہوڑی دیر میں واپس تشریف لائے تو حضرت عباس کہتے ہیں میں نے آنحضرت کے
چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار دیکھے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ایسے ہی
مسرور رکھے میں آپکے چہرہ پر خوشی کے آثار دیکھتا ہوں آپنے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا
کی تھی کہ خدایا ان دونوں میرے بھائیوں کو مجھے عنایت فرمادے اللہ تعالیٰ نے میری
دعا قبول فرمائی اور انکو مجھے دیدیا۔ سبحان اللہ آنحضرت کو اپنے عزیزوں کا کسقدر خیال تہا۔
آخر حضرت عباس کی کوشش سے قریش بچگئے ورنہ اگر لشکر اسلامی اچانک مکہ پر جا پڑتا تو نوبت
کشت و خون ہوتا اور پہر آپکے اور آپکے اہلبیت کے اخلاق دیکھکر قریش کے سردار ابوسفیان
بہی مسلمان ہو گئے اور انکی بی بی ہندہ بہی مشرف باسلام ہوگئیں اور پہر حضور سرور عالم نے
ابوسفیان کو بہی امیر مکہ بنایا حضرت عباس کا یہ احسان قریش کے ساتھ ایسا ہوا کہ باید و شاید۔
سبحان اللہ حضور سرور عالم اور آپکے اہلبیت کسقدر رحیم و کریم تہے کہ باوجود اسکے کہ قریش
نے آپ کو خصوصاً کیسی کیسی تکلیفیں اور تمام بنی ہاشم کو عموماً پہنچائیں۔ انکو ذات باہر کرکے
بیع وشری مناکحت میل جول مطلق بند کردیا انکے مرد وعورت سب کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں
مگر باوجود ان سختیوں کے حضور سرور عالم بہی انکی تکلیف کے خیال سے آبدیدہ ہوتے
ہیں اور حضرت عباس کو بہی انکی فلاح کے خیال میں رات کو نیند نہیں آتی اور آنحضرت
کے دلدل پر سوار ہوکر لشکر سے باہر جاتے ہیں اور قریش کی فلاح کی تدبیریں سوچتے
ہیں اور منتظر رہتے ہیں کہ کسی طرح انکو خبردار کریں اور دائرہ اسلام میں داخل کریں۔
واقعی یہ امر بنی ہاشم کی سیادت کی دلیل ہے کیونکہ یہی لوگ ہمیشہ حاکم رہے انہیں کے
یہاں سے تمام حجاج کو کہانا اور پانی ملتا تہا۔ یہی لوگ بیت اللہ کی تعمیر کرتے تھے صحیح ہے خصوصاً

خصائص الکبریٰ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۶۳

نے فرمایا ہے سید القوم خادمہم یعنی قوم کا سردار اُنکا خادم ہوتا ہے پس بنی ہاشم کیا زمانہ جاہلیت میں اور کیا زمانہ اسلام میں ہمیشہ اپنی قوم کی بہبودی میں کوشاں رہے خصوصاً حضرت عباس اور اُنکے بیٹے اور بھتیجے اور بھائی اسلام کے ایسے شیدا تھے کہ اپنی جانیں تک قربان کر دیں حضرت امیر حمزہ نے اسلام کے پھیلانے میں وہ کوشش کی کہ بایدوشاید یہانتک کہ آپ شہید ہو گئے آپ کی لاش مبارک پاش پاش کی گئی۔ حضرت جعفر طیار حضرت عباس کے بھتیجے جن کو حضرت عباس نے اپنی آغوش محبت میں پرورش کیا تھا اسلام کی اشاعت میں کسقدر کوشاں رہے کہ اسی کی خاطر ہجرت کی بادشاہ نجاشی کو اسلام میں داخل کیا اُسکے سامنے سورۂ مریم نہایت جوش اور فصاحت سے پڑہی کہ وہ آبدیدہ ہوکر کہنے لگا کہ مجھکو اس کلام سے وہی انوار و برکات معلوم ہوتے ہیں جیسے توریت و انجیل سے بیشک یہ خدا کا کلام ہے، حضرت جعفر طیار صورت میں بھی رسول اللہ کے بہت مشابہ تھے آخر اسلام کی خدمت کس بہادری سے کی کہ جہاد میں جتنے زخم لگے تھے سب سینہ پر تھے جب بدن زخموں سے چلنی چور ہوگیا اور دونوں ہاتھ کٹ گئے تو روح نے قالب خاکی کو خیرباد کہا اور سیدھی جنت کو سدھارے ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حضرت جعفر کی شہادت کے وقت حضور سرور عالم اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ کے مکان پر تشریف لے گئے ہیں تو حضرت زہرا حضرت جعفر پر گریہ کر رہی تھیں آنحضرت آبدیدہ ہوئے اور فرمایا علی مثل جعفر فلیبک الباکیۃ یعنی جعفر جیسے بہادر شیردل پر اگر کوئی رونیوالا روے تو کچھ بیجا نہیں ہے بیشک وہ ایسے ہی پاک نفس اور خدا کے عاشق تھے۔ رضی اللہ عنہ۔ حضرت جعفر طیار کے بھائی جناب ولایت مآب اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب نے کسقدر اسلام کی خدمت کی بڑے بڑے بہادر کفاروں کے مارنے

فتح خیبر کا سہرہ انہیں کے سر بندھا آنحضرت پر اپنی جان قربان کرنے میں ورگذر نہ کی عین معرکے
کے وقت کہ کفاروں نے آنحضرت کے قتل کا ارادہ کیا تھا آپ آنحضرت کے بستر مبارک پر لیٹ
گئے اب جان قربان کر دینے میں کیا کسر رہی تھی۔ خدا ہی نے جان بچالی۔ علاوہ ظاہری اسلام
کی خدمتوں کے باطنی خدمتیں تو ایسی کی ہیں کہ آپ کا فیض قیامت تک چلا جائیگا انہیں کی نسبت
میں حضور سرور عالم فرماتے ہیں انا مدینۃ العلم وعلی بابھا یعنی میں شہر ہوں علم کا اور علی
اسکے دروازے ہیں حضرت عقیل جن کی بابت ارشاد نبوی ہے کہ یا عقیل انی احبک حبین
حبا لقرابتک وحبا لعمی ابیطالب ایاک یعنی اے عقیل میں تم سے محبت رکھتا ہوں دو قسم کی
محبتیں ایک تو بوجہ رشتہ داری کے اور ایک اس وجہ سے کہ میرے عم ابیطالب کو تم سے
محبت تھی۔ یہ انکے بھائی سید الشہداء اسد اللہ حضرت حمزہ اور ساقی حجاج والمتکلم لیلۃ العقبۃ
للرجال من اہل المدینہ من طرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم والمؤمن بالنبی حال
تکلمہ لیلۃ العقبۃ یعنی صاحب سقایہ اور آنحضرت کی طرف سے لیلۃ العقبہ میں اہل مدینہ سے
گفتگو کرنیوالے اور گفتگو کی حالت میں ہی ایمان لانے والے حضرت عباس انکے عم حضرت
سیدہ فاطمہ زہرا انکی زوجہ سیدہ نساء اہل الجنۃ سبطین کریمین سیدا شباب اہل الجنۃ
انکے صاحبزادے۔ علاوہ ازیں جود وسخا بنی ہاشم پر ختم تھی چنانچہ جود علی وجود عبداللہ بن جعفر
جود عبیداللہ بن عباس عرب میں مشہور تھے۔ ابو سفیان بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمی کہتے
ہیں۔ لقد علمت قریش غیر فخر۔ بانا نحن اجودہم حصانا۔ واکثرہم دروعا
سابغات وامضاہم اذا طعنوا سنانا۔ وادفعھم عن الضراء فیہم۔ وابینہم
اذا نطقوا لسانا یعنی جان لیا قریش نے ہم فخر سے نہیں کہتے کہ ہم ان میں اعلی درجہ کے سخی
ہیں اور پناہ ہیں اور ان سے زیادہ ہمارے پاس زرہیں ہیں جو لٹکنے والی ہیں اور ان سے
زیادہ چلنے والی نیزے جس وقت چبھو کے دیے جائیں اور بلند زیادہ ہیں ہم ان سے تکلیف دینے سے انہیں

(۱) ینابیع المودۃ ص ۱۲۷

اور زیادہ بیان کرنیوالی ہیں ہماری زبانیں جب وہ بولیں ولیس فی الارض قوم اثبت جنانا
فی الحرب والاکثر قتیلا تحت السیوف الامن بنی ہاشم یعنی لڑائی میں کوئی قوم زیادہ
ثابت رہنے والی زمین میں اور نہ زیادہ تلواروں کے نیچے مرنے والی نہیں ہو مگر بنی ہاشم
کہ ان لوگوں نے اس بہادری سے اسلام کی خدمت کی اور حق بات میں انکی زبانیں ایسا
کاٹ رہی ہیں جیسی تلواریں تیز حضرت عبد اللہ بن عباس نے کیسی اسلام کی خدمت
کی کہ ابتک انکے علم کے نور سے عالم روشن ہو رہا ہے اللھم علمہ القرات اللھم فقہہ
فی الدین انہیں کے حق میں رسول اللہؐ دعا دی تھی۔ حضرت امام حسن نے کس خوبی سے
اسلام کی خدمت کی اور کس صبر اور تحمل اور تدبر سے تمام جنگیوں کا فیصلہ کرکے ہزاروں
مسلمانوں کی جانیں بچالیں اور مخلوق پر ظاہر کر دیا کہ اخلاق محمدی یہ تھے۔ حضرت امام حسین
علیہ السلام نے اسلامی جوش میں بادشاہ فاسق کی بیعت نہیں کی اور امت پر ظاہر کردیا
کہ اسلام کی حفاظت میں اگر جان تک جاتی رہے تو نہایت صبر سے جان دیدینی چاہئے
چاہے اپنے جوان جوان بیٹے بھتیجے اپنے نننھے ننھے بچے ذبح ہو جائیں اپنا گھر تباہ و ویران ہو جائے
مگر اسلام کا بول بالا رہے سبحان اللہ غرض اہل خانہ تمام آفتاب سست کا مضمون ہے
ہر ایک ہاشمی کے اگر حالات مفصل لکھے جائیں تو ایک دفتر چاہئے حضرت عباس کو ابتدائے
اسلام سے ہی اسلام کے ساتھ دلچسپی تھی اور ہمیشہ اس کی ترقی کے خواہاں رہتے تھے
اس کڑے وقت میں جب ابو طالب عم رسول کا انتقال ہو گیا ہے حضرت عباس ہی آنحضرت
کے معاون مددگار رہتے۔ چنانچہ مورخین نے برابر لکھا ہے وکان العباس انصر الناس
لرسول اللہ صلی اللہ وسلم بعد ابی طالب یعنی بعد ابو طالب کے آپ کے اعمام
میں سے حضرت عباس ہی ہیں کہ ہر حال میں آنحضرت کے معاون و مددگار رہے ہیں کیا
زمانہ جاہلیت اور کیا زمانہ اسلام میں آخر فتح مکہ میں کسقدر ہمدردی سے قریش کی جانیں
بچائیں اور انکے دائرہ اسلام میں لانے کی کیسی کوشش کی اور ظاہر کر دیا کہ زمانہ ان ہی

کے لوگ ایسے صاف باطن اور اپنی قوم کی بہبودی اور راہ راست پر لانے کے لیے اس طرح کوشش کرتے ہیں۔ بعد فتح مکہ کے جنگ حنین میں حضرت عباس نے کیسی اسلام کی خدمت کی کہ باید و شاید یعنی ایسی حالت میں کہ مسلمان پراگندہ ہو گئے تھے اور آنحضرت کی خدمت میں چند ہی آدمی تھے اُسوقت حضرت عباس نے آنحضرت پر اپنی جان قربان ہی کر دی تھی اور پھر آنحضرت کے حکم سے جب حضرت عباس نے آواز دی تو آپ کی آواز سے تمام مسلمانوں کا لشکر جمع ہو گیا اور پھر مسلمانوں نے مشرکین سے بشدت تمام جنگ کی اسی حالت میں خدا نے مدد کی اور لشکر کفار کو ہزیمت ہوئی چنانچہ کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ و علی المومنین و انزل جنودا لم تروھا و عذب الذین کفروا و ذلک جزاء الکفرین یعنی بعد از اں خدا نے اپنے رسول اور مومنین پر تسکین و تسلی نازل فرمائی اور ایسا لشکر بھیجا کہ اُنہوں نے اُسکو نہ دیکھا اور کافروں پر عذاب کیا اور کافروں کی یہی سزا ہے غرض بعد فتح مکہ کے حضرت عباس حضور سرور عالم کے ساتھ مدینہ چلے آئے اور مسجد نبوی کے پاس حضرت عباس کا گھر تھا بلکہ پرنالہ حضرت عباس کے مکان کا مسجد نبوی کے صحن کی طرف تھا جسکو خود حضور نے نصب کرایا تھا جسکو ہم سفرنامہ ابن بطوطہ سے نقل کر کے لکھتے ہیں۔[1]

جب حضرت عمر نے ارادہ کیا کہ جو جگہ مسجد کے متصل حضرت عباس کی تھی اسکو بھی مسجد نبوی میں داخل کیا جائے تو حضرت عباس نے حضرت عمر کو روکا چونکہ حضرت عباس کی دیوار کا پرنالہ مسجد میں گرتا تھا اُسکو حضرت عمر نے بغیر اجازت حضرت عباس کے نکال ڈالا اس بات سے حضرت عباس حضرت عمر سے ناراض ہو گئے اور باہمی نزاع کے فیصلے کے لیے حضرت ابی بن کعب کو اپنا پنچ مقرر کیا چنانچہ حضرت عباس اور حضرت عمر حضرت ابی بن کعب کے مکان پر تشریف لے گئے حضرت ابی بن کعب نے تھوڑے وقفہ کے بعد ان دونوں حضرات کو اندر آنے کی اجازت دی اور معذرت کی کہ میری جاریہ

[1] سفرنامہ ابن بطوطہ مترجم صفحہ ۱۳۱
ایضاً کنز العمال جلد ۷ صفحہ ...

میرا سر دہلا رہی تھی اسلو چہرے سے میں نے توقف کیا تہا پس حضرت عمر نے گفتگو شروع کی حضرت ابی بن کعب نے حضرت عمر کو روکا اور بلحاظ عظمت قرابت نبوی علیہ السلام کہا کہ اول حضرت عباس بیان فرمائیں۔ حضرت عباس نے فرمایا کہ حضور سرور عالم نے میرے لیے ایک خط کہینچا تہا جس میں اپنا مکان بنایا اور اس خط کو شامل مکان کیا اور یہ پرنالہ جسکو حضرت عمر نے توڑ ڈالا ہے وہ پرنالہ تہا جسکو میں نے بحکم حضور سرور عالم آپکے دوش مبارک پر کہڑے ہوکر قایم کیا تہا کیونکہ بارنبوت میں نہیں اٹہا سکتا تہا اب حضرت عمر نے اسکو گرا دیا اور میرے مکان کو مسجد میں داخل کرنا چاہتے ہیں اسکے جواب میں حضرت ابن کعب نے کہا کہ مجکو بہی اسی قبیل کا ایک واقعہ معلوم ہے۔ میں نے آنحضرت سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ حضرت داود علیہ السلام نے۔ جب بیت المقدس بنانیکا ارادہ کیا تو اس جگہ دو یتیموں کا ایک گہر تہا حضرت داود نے انکو اس گہر کے بیچ ڈالنے کی تحریک کی ان دونوں نے بیچ سے انکار کیا پہر حضرت داود نے انکو زیادہ تحریص کی تب انہوں نے حضرت داود کے ہاتہ بیچ ڈالا ان دونوں یتیموں نے قیمت کے باب میں کچہہ مبالغہ کیا پس آپ نے پہلی بیع کو فسخ کرکے دوبارہ زیادہ قیمت پر معاملہ کیا ان یتیموں نے پہر بہی قیمت کے باب میں مبالغہ کیا حضرت داود کے نزدیک وہ قیمت جو مانگتے تھے بہت زیادہ تہی اسکو گراں سمجہا پس اللہ تعالے نے حضرت داود کی طرف وحی بہیجی کہ اگر تم جو قیمت انکو دیتے ہو وہ ایسی چیز ہے کہ تمہاری ملک ہے تو تم جانو اور اگر ان کو جو قیمت دیتے ہو وہ ہمارے دیے ہوئے رزق میں سے ہے تو انکو اسقدر دینا چاہیے کہ وہ راضی ہوجائیں کیونکہ ہمارے نام کا گہر سب گہروں سے زیادہ مظلمہ سے پاک ہونا چاہیے اور تم پر اس گہر کا بنانا حرام کیا گیا۔ حضرت داود نے عرض کیا اے میرے پروردگار وہ گہر سلیمان کو عطا کر پس اللہ تعالیٰ نے وہ گہر حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا کیا پس حضرت عمر نے ابی بن کعب سے یہ تقریر سنکر کہا کہ کوئی اور بہی ہے۔ جو یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی ارشاد فرمایا ہے جیسا تم نے کہا یہ سنکر ابی بن

ایک قوم کی طرف جو انصار میں سے تھے نکلے اور اُن سے بیان کیا اُس قوم نے تصدیق
کی بیشک آنحضرت نے فرمایا تھا۔ پس حضرت عمر نے فرمایا کہ اے ابی بن کعب اگر میں سوا
تمہارے آنحضرت کے اس قول کا راوی اور کسی کو نہ پاتا جب بھی تمہارے قول پر یقین کرتا
تھا لیکن بنظر احتیاط و مصلحت میں نے ایسا کیا کہ تمہارا قول اچھی طرح درجہ ثبوت کو پہونچ جاوے
اسکے بعد حضرت عمر نے کہا کہ واللہ اب تمہارا پرنالہ جس مقام سے کہ میں نے گرایا تھا ضرور
اسی طور پر قائم کرونگا اور اس طرح کہ تمہارے دونوں قدم میرے کندھوں پر ہوں چنانچہ
حضرت عباس نے حضرت عمر کے کندھے پر چڑھ کے اُس پرنالہ کو بدستور اپنی جگہ قائم کردیا
پھر حضرت عباس نے فرمایا بہرحال جب تم نے اُس پرنالہ کو میرے ہی لیے ثابت کردیا
پس یہ مکان اللہ کی راہ میں صدقہ ہے یہ سنکر حضرت عمر نے بموجب فرمانے حضرت عباس
کے اسکو گرایا اور اُس مکان کو مسجد نبوی میں داخل کردیا۔ زمانہ[2] وفات کے قریب جب
سورہ نصر نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو مجمع عام میں پڑھا تو حضرت
عباس سنکر جوش محبت سے رونے لگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اے
عم آپ کیوں روتے ہیں حضرت عباس نے عرض کیا کہ اس سورت سے آپکی جدائی کی بو آتی
ہے آپنے فرمایا کہ بیشک ایسا ہی ہے دیکھو کسقدر پرتو نبوت سے حضرت عباس کا دل روشن تھا۔
ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء غرض[3] حضرت عباس تا حین حیات آنحضرت کی خدمت
صدق دل سے کرتے تھے جب حضور سرور عالم مرض الموت میں مبتلا تھے تو حضرت علی آپکے
پاس سے باہر نکلے تو حضرت عباس نے انکا ہاتھ پکڑا اور فرمایا بھتیجے دیکھو اس مرض میں جناب
سرور کائنات انتقال فرما جائینگے میں سب نشانیاں جو بنو عبدالمطلب میں آخری وقت کی
ہیں آنحضرت میں پاتا ہوں لہذا تم جاؤ اور دریافت کرو کہ آپکے بعد آپ کا جانشین کون ہوگا

حضرت عباس کا حضرت علی کو دربارہ خلافت مشورہ

[1] نور الابصار صفحہ ۸۱ فی مناقب آل بیت النبی المختار مطبوعہ مصر [2] بیضاوی شریف صفحہ ۸۱۷ مطبوعہ مصر

[3] ابن اثیر صفحہ 119 ج ۲

اگر ہم میں سے کسی کو فرمائینگے تو بہتر ہے اور اگر کسی غیر کی نسبت ارشاد ہوگا تو ہمارے لیے کوئی وصیت فرمائینگے۔ حضرت علی نے جواب دیا کہ اگر ہم نے دریافت کیا اور آنحضرت نے انکار کر دیا تو پھر واضح ہے کہ پھر کوئی شخص ہمکو حکومت نہ دیگا ایسی صورت میں قسم بخدا میں نہیں دریافت کرونگا ہاں اگر آپ اپنے ہی فرما دیں تو دریافت کروں حضرت عباس یہ سنکر خاموش ہو گئے مسئلہ خلافت کچھ ایسا گول رہا اگر اسوقت اظہار ہوجاتا تو اس عظیم الشان اختلاف کی بنیاد اسیوقت منہدم ہو جاتی بنی ہاشم یہ ثابت کرتے ہیں کہ حضور نے حضرت علی کو وصی قرار دیا تھا اور من کنت مولاہ فعلی مولاہ یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ باقی حضور نے مرض الموت میں حضرت صدیق اکبر سے ہی نمازیں پڑھوائیں حالانکہ حضرت علی اور حضرت عباس سب موجود تھے تو غرض خدا کو یہ منظور تھا ہوا اس میں شک نہیں بنی ہاشم چاہتے ضرور تھے کہ آپ کا جانشین ہو تو انہیں میں سے ہو جب آنحضرت کا بالکل آخری وقت ہو گیا تو حضرت علی نے آپکے سر مبارک کو گود میں لیا جب جانکنی شروع ہوئی تو گھبرا کر اپنے عم حضرت عباس کو آواز دی حضرت عباس دوڑے ہوئے آگئے اور ان دونوں حضرات نے آپکو بستر پر لٹا دیا چونکہ حضور سرور عالم کا ارشاد تھا کہ میرے اہلبیت مجھکو غسل و کفن دیں اسوجہ سے حضرت عباس مع اپنے دونوں صاحبزادوں حضرت فضل اور حضرت قثم اور حضرت علی اور حضرت اسامہ بن زید نے آپکو غسل دیا۔ حضرت عباس اور حضرت فضل و حضرت قثم آنحضرت کے پہلو بدلتے اور پانی ڈالتے تھے اور حضرت علی غسل دیتے تھے۔ اسامہ بن زید اوپر سے پانی ڈالتے تھے جب آپکو غسل دے چکے تو تین کپڑوں میں تکفین ہوئی۔ ایک روایت میں ہے جب حضور سرور عالم کا آخر وقت ہوا اور آپ پر غشی

---

۱۳ روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۲۱۱ ۱۴ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۲۶

۱۵ جسکو حضرت عبداللہ بن مسعود نے آنحضرت سے دریافت کیا تھا کہ آپکو غسل کون دیگا آپنے فرمایا میرے اہل بیت — روضۃ الصفا صفحہ ۳۰۶ جلد ۲ ۱۶ نور الابصار صفحہ ۳۳

۱۷ دیکھو مدارج النبوۃ ... رسول الثقلین مطبوعہ نولکشور ...

طاری ہوئی اور عورتوں کا شور ہوا تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین دوڑتے ہوئے حجرہ تک پر آئے حضرت عباس جلدی سے اندر گئے اور باہر والوں پر دروازہ بند کر دیا پھر تھوڑی دیر بعد لوگوں کے پاس آئے اور ان سے خبر رحلت حضور سرور عالم سنائی صحابہ نے دریافت کیا اے عم رسول اللہ آپ نے کیا بات پائی اور کونسی علامت دیکھی فرمایا کہ میں نے آنحضرت کو فرماتے سنا یا جلال ربی الرفیع فقد بلغت یعنی میں اپنے پروردگار کی عظمت بلند اور قدس پر ہمت فائز ہوا اور یہ آخر کلام حضرت کا تھا اور الصلوٰۃ کا لفظ بھی زبان مبارک پر جاری ہوا تھا اور حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ بھی جاری ہوئے تھے اللھم اغفرلی وارحمنی والحقنی بالرفیق الاعلی بعض اصحاب نے کہا کہ آنحضرت کا انتقال نہیں ہو سکتا کہ دین آپ کا پھیلا ہے غالباً آنحضرت پر غشی طاری ہو گئی ہے پھر سب دروازے پر جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ دفن نہ کرنا آنحضرت زندہ ہیں واقعی وہ وقت ایسا سخت تھا کہ سب کے حواس باختہ ہو گئے تھے - حضرت عمر تو تلوار اٹھائے فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص کہیگا کہ آنحضرت انتقال فرما گئے تو میں گردن اڑا دونگا حضرت عثمان گونگے ہو گئے تھے اور حضرت علی اس صدمہ سے بیٹھ گئے تھے جب یہ حالت تھی تو حضرت عباس اندر سے نکلے اور کہا اے مسلمانو حضرت کی شان وفات کے لیے کیا تمہارے پاس کوئی عہد ہے کہ اپنے انتقال ہونیکا تم سے عہد کیا تھا سب نے کہا نہیں تب حضرت عباس نے کہا الحلف باللہ انا اشھد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد ذاق الموت یعنی خدا کے لیے میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک آنحضرت نے ذائقہ موت کا چکھا ہے اور خود اللہ پاک نے خبر دی ہے انک میت وانھم میتون یعنی اے محمد ضرور تم بھی مرنیوالے ہو اور وہ بھی - اتنے میں ہی حضرت ابوبکر آ گئے اور آپ نے بھی باہر نکلکر یہی آیت پڑھی بالآخر لوگوں کو یقین ہوا کہ آنحضرت نے ضرور وفات پائی تب سب صحابہ نے

ـــ

ے ممکن ہے یہ سب الفاظ انکی زبان پر جاری ہوئے ہوں (مؤلف)

[illegible]

درمیان حضور سرور عالم اور آپ کے اہلبیت کے تخلیہ کردیا کہ اہلبیت[1] نے آپکو غسل دیا اور
کفن پہنایا جب حضرت عباس اور حضرت علی حضرت فضل حضرت ابوسفیان بن حارث
حضرت اسامہ بن زید کو اندر طلب کیا اور جب بنی ہاشم سے حضرت عباس نے فرمایا کہ
دروازہ بند کردو ایک شخص انصار سے کہ بدر میں شریک ہوئے اوس بن خولی انصاری کو
اجازت اندر آنیکی دی گئی۔ جب یہ لوگ اندر آگئے سب پر بیہوشی طاری ہوگئی کہ
یکایک ایک آواز آئی کہ آنحضرت کو غسل دینے کی ضرورت نہیں ہے وہ پاک ہیں حضرت
عباس چونک اٹھے اور فرمایا کہ ہم خود غسل دینگے اور گھر والوں نے کہا کہ غسل کی کیا ضرورت
ہے حضرت عباس نے فرمایا کہ پھر وہ ایک آواز پر پکارنے والا معلوم نہیں ہم سنت کو
ترک نہیں کرسکتے اسوقت حضرت عباس اور حضرت علی نے تخت پر لٹایا اور آنحضرت
کو بغل میں لیا اسوقت آواز آئی کہ پشت پر لٹا دو پھر دونوں حضرات اٹھے اور پشت پر لٹا دیا سر
مبارک مشرق کو اور پیر مغرب کو تھے سب سے اول حضرت عباس نے آنحضرت کے
جنازہ کی نماز پڑھی انکے بعد تمام سادات بنی ہاشم نے پھر مہاجرین نے پھر انصار نے پھر تمام
مدینہ والوں نے سب نے علیحدہ علیحدہ نماز پڑھی کیونکہ کوئی امام منتخب نہیں ہوا تھا۔
بعد ازاں سب باہم ذکر کرنے لگے کہ آنحضرت کو کہاں دفن کیا جائے بعضوں نے کہا
ادفنوہ فی مصلاہ عند اللقاء یعنی حضرت کی نماز پڑھنے کی جگہ جسوقت جہاں کھڑے
ہوتے تھے تب حضرت عباس نے کہا کہ ایسا نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی
قبل ایک ساعت وفات کے تم سے عہد لیا ہے اور فرمایا تھا لعن اللہ قوما اتخذوا قبورهم
مساجد۔ یعنی خدا لعنت کرے اس قوم پر جنہوں نے اپنی قبروں کو مسجد بنا لیا پس آنحضرت
نے تم سے اس بات کا ذکر اسلیے کیا تھا کہ تم انکو انکی نماز کی جگہ دفن نکرو کیونکہ ظاہر ہے کہ آنحضرت
کی نماز کی جگہ میں نماز پڑھنے کو ہر شخص اور جگہ سے بہتر سمجھیگا پس اگر یہاں قبر بنادی جائیگی

صحابہ کا اختلاف اور حضرت عباس کی رائے دفن کے متعلق

[1] نزہۃ الناظرین عربی مطبوعہ مصر صفحہ ۳۰ سید جعفر بن سید اسمعیل المدنی البرزنجی۔

تو لوگ قبر کی طرف نماز پڑھنے لگیں گے تب لوگوں نے کہا کہ ہم بقیع میں دفن کرینگے حضرت
عباس نے کہا کہ نہیں واللہ ہم بقیع میں دفن نہیں کرینگے لوگوں نے کہا کیا وجہ حضرت
عباس نے کہا کہ ہمیشہ لونڈیاں اور غلام آنحضرت کی قبر پر آیا کرینگے (یعنی بھاگ کر چھپا کرینگے)
اور انکے مالک وہاں سے انکو پکڑ لیجایا کرینگے۔ تب لوگوں نے کہا آخر پھر کہاں دفن کریں
حضرت عباس نے کہا جس جگہ آپکی قبض روح ہوئی حضرت ابوبکر نے بھی اس کی
تائید کی آخر ایسا ہی ہوا حضرت عباس حضرت علی حضرت فضل حضرت قثم۔ اوس بن خولی
ان حضرات نے قبر میں اتارا آخر میں سب سے حضرت قثم بن عباس قبر میں سے اتر کر
نکلے ہیں وہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت کے ہونٹ ہلتے دیکھے ہیں کان دہر کر
(سنا) تو اُمتی اُمتی آپکی زبان پر تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ آخری صحبت حضرت
قثم کو ہی میسر ہوئی۔ دفن سے جب فراغت ہوئی تو حضرت فاطمہ زہرا کے غم و رنج نے
قیامت برپا کر رکھی تھی اسوقت حضرت عباس نے اپنا کلیجہ پکڑ کر فرمایا اے بنت رحمۃ للعالمین
ان بے ماندوں پر رحم کرو ہم لوگ مرنے ہی والے تھے اولی سے مجبور ہیں ورنہ وہیں سر پھوڑ کر
رہجاتے جسنے ہمیں خاک سے پاک کیا اُسے ہمنے خاک میں ملا دیا جاتا خدا سے کسی کی کوشش
نہیں چلتی بیٹا صبر کرو انا للہ وانا الیہ راجعون حضرت فاطمہ قبر مبارک پر آئیں اور قبر کی
مٹی کو اپنے منہ اور آنکھوں سے لگایا اور یہ اشعار پڑھے۔

حضرت عباس کا حضرت فاطمہ کو تسکین کرنا

حضرت فاطمہ کے اشعار

ماذا علی من شم تربة احمد ﴿ ان لا یشم مدی الزمان غوالیا

صبت علی مصائب لو انها ﴿ صبت علی الایام صرن لیالیا

یعنی نہیں اس شخص پر جسنے آنحضرت کی قبر کی مٹی سونگھی کہ وہ مشک و عنبر کو اسکے بعد سونگھے
مجھ پر اسقدر مصائب پڑے ہیں اگر دنوں پر پڑتے وہ راتیں ہو جاتیں۔ آخر حضرت
سیدہ اس صدمہ سے چھ مہینے کے بعد اس دار ناپائیدار سے سدھار گئیں۔

۱ شمس التواریخ صفحہ ۱۰۰۳ ۲ نور الابصار صفحہ ۱۲

حضرت سیدنا عباس نے انکے جنازہ کی نماز پڑھائی بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت ولایت مآب
سیدنا علی ابن ابی طالب نے نماز پڑھائی۔ حضرت عباس اور حضرت فضل ابن عباس اور
حضرت علی مرتضیٰ نے قبر میں اتارا حضرت فاطمہ زہرا کے انتقال سے بنی ہاشم پر سخت صدمہ
پہنچا تھا کیونکہ آنحضرت کی مفارقت کا زخم ابھی بھرنے نہیں پایا تھا کہ یہ صدمہ جانکاہ اور
جھیلنا پڑا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت علی جب مکان پر آئے ہیں تو حضرت فاطمہ کی
جدائی میں یہ اشعار پڑھے ہیں۔

حضرت علی کے اشعار

ارى علل الدنيا علي كثيرة — وصاحبها حتى الممات عليل
لكل اجتماع من خليلين فرقة — وكل الذي دون الفراق قليل
وان افتقادي فاطما بعد احمد — دليل على ان لا يدوم خليل

یعنی دنیا کی بیماریاں مجھ پر بکثرت آن پڑیں اور دنیا میں رہنے والا تا حیات اس میں مبتلا رہتا ہے
دو دوستوں کی یکجائی کا نتیجہ جدائی ہے اور تمام رنج جدائی کے رنج سے فروتر ہیں کم ہیں۔ بعد
رسول اللہ کے فاطمہ کی جدائی ہو جانی یہ دلیل ہے کہ کسی کی صحبت قائم نہیں رہ سکتی۔ غرض الیوم
یکل جب حضور سرور عالم نے قلم دوات اور کاغذ طلب فرمایا تھا اور اصحاب رسول اللہ
میں اس بارے میں اختلاف ہوا تھا یہ امر مبہم رہا۔ بروایت سعید ابن جبیر حضرت عبداللہ بن
عباس سے ثابت ہے کہ فرماتے تھے الرزیۃ کل الرزیۃ اور روتے تھے کہ افسوس
پیغمبر نے اصحاب سے کتابت کی فرمائش کی اور اسکا ظہور نہیں ہوا اصل یہ ہے کہ بعض امور
[illegible] خلافت کے متعلق [illegible] تھا کہ
[illegible] خلافت کے ہی [illegible]
[illegible] انتخاب ایسا مبارک
[illegible] اسلام پر پورا حق

لہ ابن اثیر صفحہ ۱۳ جلد ۳ ازالۃ الخفاء صفحہ ۲۱۴

ہو رہی تھی اور خود مسلمانوں نے ارکان اسلام میں رخنہ اندازی کرنی شروع کردی تھی یعنی زکوٰۃ
دینی بند کردی تھی ادہر مسیلمہ کذاب نے ایک عظیم الشان لشکر اسلام کے مقابلے کے لیے
تیار کرلیا تھا اور آخر وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی ماتحتی
میں لشکر روانہ کرنیکا حکم دیا تھا اس کی تعمیل ہونی ضروری تھی غرض حضرت صدیق اکبر کا
ہی استقلال تھا کہ سب مرحلے آسانی سے طے ہوگئے اور بات اصل میں یہ تھی کہ اس زمانہ
میں جتنے کام ہوتے تھے سب مشورے سے ہوتے تھے حضرت علی اور حضرت عباس خاندان
نبوت میں ممتاز رکن سمجھے جاتے اور بنی ہاشم ان سب سے مشورہ لیا جاتا تھا۔ حضرت ابوبکر

حضرت صدیق اکبر کی محبت اہلبیت سے

صدیق کا بنی ہاشم کے ساتھ یہ برتاؤ تھا کہ آپ فرماتے ہیں والذی نفسی بیدہ لقرابۃ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم احب الی من قرابتی یعنی میری جان جسکے ہاتھ میں ہے اوسکی
قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آنحضرت کی قرابت مجھکو اپنی قرابت کے اعتبار سے زیادہ محبوب
ہے چنانچہ آنحضرت کے زمانہ میں ذوی القربی اور بنی ہاشم و ازواج کے ساتھ جو برتاؤ تھا وہی
طریقہ آپ کی خلافت میں عمل ہوتا رہا اگرچہ حضرت عباس اور حضرت علی نے اپنے
ورثہ کے متعلق قوی دلائل پیش کیے مگر حضرت صدیق اکبر نے اس حدیث کو ان لوگوں کے
سامنے پیش کیا جسکو حضرت ابوبکر نے ہی صرف نہیں روایت کیا بلکہ حضرت عمر حضرت علی و
حضرت عائشہ نے بھی روایت کیا ہے اور حضرت عباس نے سنکر خاموشی اختیار کی ہے وہ
حدیث یہ ہے لا نورث ما ترکناہ صدقۃ یعنی ہم پیغمبر لوگ میراث نہیں چھوڑتے ہمارے مال
کا کوئی وارث نہیں جو ہم نے چھوڑا وہ خدا کی راہ میں صدقہ ہے بخاری شریف میں حضرت عائشہ
صدیقہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے حضرت ابوبکر صدیق کے پاس کسی
کسیکو بھیجا تھا اپنے والد بزرگوار کے حصے کے متعلق جو مدینہ اور خیبر میں رہتی تھی تب حضرت
صدیق نے کہا کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ ہمارے مال میں میراث نہیں جو ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے

ملاحظہ ازالۃ الخفا صفحہ ۱۰۰

البتہ آنحضرت کی آل و اولاد و بیبیاں اس مال سے بقدر کھانے کے لیتے رہینگے اور میری طرف سے اس میں کچھ کمی بیشی نہ ہوگی واقعی یہ واقعہ بھی بڑا اہم بالشان تھا اگر حضرت صدیق اکبر اس حدیث پر عمل نہ کرتے تو پھر قیامت تک اس حدیث پر عمل نہ ہوتا پیرو آنحضرت کے فرمان پر اپنی جانیں قربان کرنے میں دریغ نہیں کرتے تھے سنت پر عمل کرنا اور احیاء سنت کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ غرض حضرت عباس اور حضرت علی ہمیشہ امور خلافت میں آزادی کیساتھ مشورہ دیا کرتے تھے۔ جب حضرت عمر کا زمانہ آیا اور خدا نے اپنے رسول کی پیشنگوئیاں سچی کردیں کہ روم و شام و فارس کی سلطنتیں مسلمانوں کے قبضہ میں آگئیں جناب حضرت ولایت مآب اسکے زمانہ میں بھی خلافت کے ایک معزز مشیر تھے علی ہذا حضرت عباس چنانچہ ابن اثیر میں ہے کہ [illegible] اذا ارادوا ان یسالوہ ای عمر عن شیء سوالہ لعثمان او عبد الرحمٰن بن عوف فان لم یقدر ھذان علی شیء ثلثوا بالعباس بن عبد المطلب یعنی صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جب حضرت عمر کے احکاموں کی بابت تحقیق کرنا چاہتے تھے تو اول حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے دریافت کرتے اگر ان سے پتہ نہ چلتا حضرت عبد الرحمن بن عوف سے اگر ان سے بھی نہ معلوم ہوتا تو حضرت عباس کی طرف رجوع کرتے تھے حضرت عباس انکو عمدہ طریقے سے بتلادیا کرتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عباس کو خلافت کے کلی و جزوی امور کی خبر رہتی تھی اور حضرت ولایت مآب کی بابت تو حضرت عمر کا قول مشہور ہے لولا علی لھلک عمر یعنی اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا۔ کسی روایت میں یہ بھی دیکھا ہے کہ حضرت ولایت مآب سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ اس کی کیا وجہ کہ آپ کی خلافت میں ایسی فتوحات نہیں ہوئیں جیسی کہ پہلی خلافتوں میں ہوئیں

حضرت عباس کا امور خلافت کے کلی و جزوی باتوں کا علم رکھنا

۱ مشارق الانوار [illegible] ۱۳۱ [illegible]

۲ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۰۲ — [illegible] صفحہ ۴۲

رجسٹر میں اول حضرت عباس کا نام
حضرت عمر کا لکھنا

آپنے فرمایا کہ اُنکے مشیر تھے ہم اور ہمارے مشیر ہو تم۔ حضرت عمر بھی ان حضرات کی اسقدر عزت کرتے تھے کہ تمام امور میں اُن سے مشورہ لیا کرتے تھے چنانچہ جب حضرت عمر نے اموال غنیمت بحسب درجات تقسیم کرنیکا ارادہ کیا اور اسکے واسطے ایک رجسٹر بنایا ہی تو حضرت علی اور حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا کہ اول آپ اپنا اسم گرامی لکھیں حضرت عمر نے فرمایا میں کس طرح اول اپنا نام لکھوں کہ حضرت عباس عم رسول اللہ موجود ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت عباس اور انکے بعد حضرت علی اور حضرت حسن اور حضرت حسین کا نام لکھا اور ان حضرات کے بعد اہل بدر پھر جو لوگ آنحضرت کے قریبی رشتہ دار تھے اور اہلبیت کے ساتھ حضرت سلمان کا نام بھی لکھا گیا حضرت عباس کے لیے بارہ ہزار بعض روایت میں پچیس ہزار دینار باقی پانچ پانچ ہزار اہل بدر کے لیے مقرر کیا اور دیگر حضرات اہل بیت کو پانچ پانچ ہزار مقرر ہوئے اہل حدیبیہ کے لیے چار ہزار اور ازواج کے لیے دس دس ہزار اور حضرت عائشہ کو ۱۲ ہزار دینار بوجہ محبت آنحضرت کے مقرر کیے اور حضرت ابوذر کو بھی حضرت امام حسن اور امام حسین کے ساتھ کیا گیا۔ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کو آنحضرت کے اہلبیت سے بہت محبت تھی۔ عبدالرحمن[۲] بن ابی لیلی سے روایت ہے کہ اُنہوں نے کہا مینے سنا حضرت ولایت مآب سے فرماتے تھے کہ میں اور میرے عم عباس اور فاطمہ اور زید بن حارثہ آنحضرت کی خدمت میں ہم سب جمع ہوئے پس مینے عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ پسند فرماویں تو ہم سب کے حق خمس کا جسکا حکم کلام پاک میں ہی مجھکو ولی مقرر فرما دیجیے تاکہ آپ کی زندگی میں میں سب پر اس کو تقسیم کر دیا کروں تاکہ پھر ہمسے کوئی جھگڑا نکرے پس آنحضرت نے حکم دیدیا اور میں حق خمس کو سب حقداروں پر برابر تقسیم کرتا رہا بعد آپ کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی مجھی کو اسپر مقرر کیا یہانتک کہ حضرت عمر کا زمانہ آیا اور مال بکثرت آیا تو حضرت عمر نے ہمارے حق سے ہمکو معزول کر دیا اسکے

---

[۱] ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۹۴ [۲] روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۲۵۱ [۳] ابو داود ص ۱۹ جلد ۲

بعد پھر کچھ مال بھیجا اور بعض روایتوں میں ہے کہ حق مقررہ سے کم بھیجا تھا تو ہمنے اُسکو واپس کر دیا کہ اگر وہ تو پورا حق دو ورنہ ہمیں ضرورت نہیں عام مسلمانوں پر خرچ کر دیا جاوے پس وہ دن تھا کہ اسکے بعد پھر ہمکو کسی نے نہ دیا اسکے بعد میں حضرت عمر کے پاس سے آیا اور حضرت عباس سے ملا تو حضرت عباس نے فرمایا اے علی تمنے ہمارے روز ہمیشہ سے ہمکو محروم کر دیا اب ہمکو کوئی شخص نہیں دیگا۔ راوی لکھتا ہے وکان العباس رجلا داھیا یعنی تھے حضرت عباس بہت فہیم اور صاحب رائے صائب ابن شہاب یزید بن ہرمز سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمایا کہ ذوی القربیٰ سے مراد آنحضرت کے کنبہ کے لوگ ہیں کہ جنکو آنحضرت ہمیشہ خمس دیا کرتے تھے۔ حضرت عمر نے بھی ہمکو دیا مگر ہمارے حق سے کم تھا ہمنے اُسکو واپس کر دیا۔ نسائی نے دوسرے طریقہ سے لکھا ہے کہ حضرت عمر نے ہم لوگوں کے قرض ادا کرنے اور بے نکاحوں کے نکاح کرنے اور فقرا کی خدمت کرنے کے لیے ہمیں بلایا پس ہم نے انکار کیا کہ جب تک ہمارا حق ہمکو پورا نہ ملیگا ہم نہیں لینگے آخر ہم نے چھوڑ دیا۔ جب حضرت عمر کے زمانہ میں قحط پڑا ہے تو حضرت عباس کے ہی وسیلے سے جب دعا مانگی گئی تو پانی برسا جسکو بتفصیل ہم مناقب حضرت عباس میں لکھینگے۔

حضرت عمر نے آخر وقت میں چھ آدمیوں کو منتخب فرمایا مگر حضرت عباس باوجودیکہ انکا فضل و اجلال تمام صحابہ پر روشن تھا انکو اس انتخاب سے علیحدہ رکھا گیا تھا حالانکہ اور تمام امور میں اُنسے مشورہ کیا جاتا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عباس کا دلی منشا یہ تھا کہ حضرت علی مرتضیٰ خلیفہ ہوں اسیوجہ سے حضرت عباس نے حضرت علی سے فرمایا کہ تم ان لوگوں سے علیحدہ رہو جناب ولایت مآب نے کہا کہ میں اختلاف کو پسند نہیں کرتا حضرت عباس نے فرمایا کہ تم اگر اختلاف کو پسند نہیں کرتے تو دیکھو گے جسکو تم بالطبع مکروہ سمجھتے ہو۔ غرض حضرت عبد الرحمن بن عوف اس کام کے منتظم ٹھیرے اسوقت حضرت علی نے حضرت

سلہ ابوداؤد صفحہ ۱۹ مطبع اصح المطابع لکھنؤ ۲ سلہ ابن اثیر صفحہ ۱۳ جلد ۲ مصری

عباس سے کہا کہ پھر خلافت ہم سے لے لی گئی حضرت عباس نے فرمایا کہ تم نے کیسے جانا
حضرت علی نے کہا کہ میرے نام کے ساتھ حضرت عثمان کا نام لیا گیا ہے اور حضرت عمر نے یہ
حکم دیا ہے کہ اکثر کا ساتھ دینا پس اگر دو آدمی ایک شخص پر اتفاق کریں اور دو ایک پر تو عبدالرحمن
بن عوف ایک طرف ہو جائیں۔ پس سعد بن ابی وقاص عبدالرحمن کے چچیرے بھائی ہیں ایسی
حالت میں حضرت عثمان کی طرف خواہ مخواہ آدمی زیادہ ہو جائینگے پس حضرت عباس نے
ارشاد فرمایا کہ بھتیجے جب میں نے تم سے اس بارے میں کہا تم نے انکار کیا آنحضرت کی
وفات کے وقت میں نے تم سے کہا کہ اس بارے میں جلدی کرو اور آنحضرت سے دریافت
کر لو تم نے انکار کیا جب حضرت عمر نے شورے پر یہ معاملہ چھوڑا میں نے تم سے کہا کہ تم علیحدہ
رہو تم نے انکار کیا اب میں تم سے کہتا ہوں کہ ایک بات کا لحاظ رکھو کہ جب وہ لوگ
کسیکو خلیفہ بنانا چاہیں تم ہرگز نہ مانو یہانتک کہ تم کو اسکے لیے منتخب کریں اور دوسرے شخص
کو اگر یہ منصب ملا تو یاد رکھو ہمکو کچھہ نفع حاصل نہیں ہو سکتا۔ غرض یہ ہے کہ شوری ہوا اور
حضرت عثمان غنی کی خلافت پر سب مسلمانوں نے بیعت کر لی اور بنی ہاشم کے دل میں
یہ آرزو باقی رہی جسطرح خدا نے حضرت عباس کو ظاہری و باطنی وجاہت سے
سرفراز فرمایا تھا اسی طرح ان کی رائے بھی نہایت صائب ہوتی تھی۔
حضرت عمر تو جب کوئی کام کرنا چاہتے تھے حضرت عباس کو ہمیشہ مقدم رکھا کرتے تھے۔
چنانچہ حضرت عمر نے جب بیت المقدس کا قصد فرمایا ہے اور اس ارادے پر سب صحابہ کا
مشورہ ہو گیا تو حضرت[۲] عباس سے کہا تھا کہ آپ اپنا خیمہ مدینہ کی اونچی جگہ قائم فرما دیں
تاکہ سب اصحاب کے آپکے خیمہ کو دیکھکر جلد جمع ہو جائیں چنانچہ حضرت عباس کا خیمہ قائم کرنا تھا کہ
لوگ جوق جوق جمع ہونے شروع ہو گئے۔ بعض حضرات نے حضرت عمر کو بیت المقدس
جانے کی قصد کی نسبت رائے نہیں دی تھی تو آپنے فرمایا کہ میں حضرت عباس کی زندگی میں جہاں

---

[۱] ابن اثیر صفحہ ۱۳ جلد ۲ مصری
[۲] روضۃ الصفا صفحہ ۲۳۱ ج ۲

کرنا چاہتا ہوں کیونکہ انکا وجود ہمارے لیے باعث خیر و برکت و ترقی ہے جو کچھ ترقی ہم ان کے سامنے کریں گے اُسکو ہمیں غنیمت سمجھنا چاہیے کیونکہ انکے بعد امت میں بہت فساد پھیل جائیگا جسکو ہم مناقب میں بالتفصیل لکھیں گے۔

جب[1] ملک فارس پر یزدجرد کی حکومت ہوئی اور اُس نے جا بجا مسلمانوں پر حملے شروع کر دیے حضرت عمر کو اس کی بڑی فکر ہوئی اور حضرت عباس اور حضرت علی حضرت طلحہ سے مشورہ لیا کیونکہ ان حضرات کی فراست اسقدر بڑھی ہوئی تھی کہ ابتدا میں انجام کا حال معلوم ہو جاتا تھا انکی راے حضرت سعد بن ابی وقاص کی سپہ سالاری پر قرار پائی چنانچہ حضرت سعد امارت لشکر پر مقرر ہو گئے اور خدا نے انہیں کے ہاتھ فتح عنایت فرمائی۔

علیٰ[2] ہذا جنگ نہاوند کے وقت حضرت عمر نے بذات خود جانے کا قصد کیا اور اس کی بابت مشورہ ہوا حضرت عثمان کی راے تھی کہ حضرت عمر کو خود مع لشکر عظیم الشان کے جانا چاہیے مگر حضرت علی کا مشورہ اسکے خلاف تھا اور حضرت عباس چونکہ اصابت راے میں سب لوگوں کے محتاج الیہ تھے انہوں نے حضرت علی کے موافق ہی راے دی آخر حضرت عباس کی راے پر حضرت عمر نے عمل کیا حضرت[3] عباس کی عمر اٹھاسی سال کی تھی ماہ رجب ۳۲ھ میں بروز جمعہ وفات پائی حضرت[4] عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آپ کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور حضرت عبد اللہ آپ کے صاحبزادے اور غالباً حضرت علی نے قبر میں اُتارا جنت البقیع میں مدفون ہوے آپ کے بعد حضرت امام حسن اور دیگر اہلبیت اسی قبہ میں دفن ہوے جو قبہ اہلبیت کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت عباس کی وفات نے بھی اسلام کو سخت صدمہ پہنچایا تھا کہ آپ کی وفات کے بعد ہی چند در چند خرابیاں پیدا ہو گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت[5] عباس کے دس صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔

---

[1] روضۃ الصفا صفحہ ۲۴۵ جلد ۲ نولکشور [2] روضۃ الصفا صفحہ ۲۵۱ و ۲۵۲ ۔ جلد (۲)

[3] استیعاب صفحہ ۵۰۰ مطبوعہ دائرۃ المعارف [4] تہذیب الاسماء نام نووی مطبوعہ جرمن حصہ ۴ صفحہ ۳۲۲

حضرت فضلؓ۔ حضرت عبداللہؓ۔ حضرت عبیداللہؓ۔ حضرت قثمؓ حضرت عبدالرحمنؓ۔ حضرت معبدؓ
حضرت حارثؓ۔ حضرت کثیرؓ حضرت تمامؓ حضرت عونؓ حضرت آمنہ۔ حضرت ام حبیبہ حضرت صفیہ

سات اولادیں تو حضرت ام الفضل لبابۃ الکبریٰ کے بطن سے ہوئیں اور باقی امہات اولاد سے
تھیں۔ پینتیس حدیثیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عباس کے ذریعہ سے مروی ہیں۔
حضرت عباس سے آپکے صاحبزادوں عبداللہ کثیر وغیرہ نے روایت کی ہے اور جابر۔
احنف بن قیس۔ عبداللہ بن حارث اور دیگر حضرات نے روایتیں بیان کی ہیں۔ اب ہم
حضرت عباس کے مناقب لکھتے ہیں انکے بعد آپکے صاحبزادوں کے حالات لکھکر پہلے
حصہ کو ختم کرینگے وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

مناقب حضرت ابو الفضل عباس بن عبدالمطلب عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عن ابن عباس قال النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم العباس منی وانا منہ
یعنی حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ فرمایا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عباس
مجھ سے ہیں اور میں عباس سے ہوں۔ یہ غایت محبت کے الفاظ ہیں اسیطرح حضرت علی
مرتضیٰ کی بابت بھی ارشاد ہوا ہے کہ علی منی وانا منہ۔ وقال علیہ السلام ان اللہ
اتخذنی خلیلا کما اتخذ ابراھیم خلیلا ومنزلی ومنزل ابراھیم فی الجنۃ
تجاھین والعباس بیننا مومن بین خلیلین یعنی فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ
خداوند تعالیٰ نے مجھکو اپنا خلیل بنایا جسطرح حضرت ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا اور جنت میں میری
جگہ اور حضرت ابراہیم کی برابر ہے جیسے یہ دو انگلیاں اور حضرت عباس درمیان ہمارے

لہ تہذیب الاسماء صفحہ ۳۳۲ مطبوعہ جرمن کلہ ترمذی شریف کلہ ابن ماجہ شریف

ایسے کامل مومن ہیں جن کی جگہ خدا کے دو مقدس خلیلوں کے درمیان ہے یعنی حضرت عباس
بھی بواسطہ آنحضرت علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ مرتبہ خلت کے پرتو سے
مشرف ہیں۔ عن[1] عبد المطلب بن ربیعہ بن حارث ان العباس دخل علی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مغضبًا و انا عندہ قال یارسول اللہ مالنا ولقریش اذا تلاقوا
تلاقوا بوجوہ مبشرۃ و اذا لقونا لقونا بغیر ذلک فغضب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم حتی احمر وجہہ ثم قال والذی نفسی بیدہ لایدخل قلب
رجل الایمان حتی یحبکم للہ ولرسولہ ثم قال یا ایہا الناس من اذی عمی فقد اذانی
فانما عم الرجل صنو ابیہ یعنی عبد المطلب بن ربیعہ بن حارث ہاشمی روایت کرتے
ہیں کہ حضرت عباس آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مگر چہرہ پر جلال
کے آثار تھے اور میں حضور کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت عباس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ
ہم کو اور قریش کو کیا ہو گیا ہے کہ جب آپس میں ملتے ہیں تو خوب خوشی خوشی ملتے ہیں اور
جب ہم سے ملتے ہیں تو نہایت افسردگی سے ملتے ہیں۔ بس یہ سننا تھا کہ آنحضرت کو
جلال آگیا یہانتک کہ چہرہ مبارک سرخ ہو گیا پھر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضے میں
میری جان ہے نہ داخل ہوگا ایمان کسی کے دل میں یہانتک کہ بواسطہ خدا و رسول خدا
تم سے محبت نہ رکھے پھر فرمایا اے لوگو جس شخص نے میرے عم بزرگوار کو تکلیف دی
اُسنے مجھے تکلیف دی کیونکہ ہر آدمی کا چچا اُسکے باپ کی مثل ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ اس آیۃ
شریفہ میں جسمیں پردے کا حکم ہے کہ لاجناح[2] علیہن فی آبائہن ولا ابنائہن الی آخرہ
میں چچا اور ماموں کا ذکر نہیں ہے کیونکہ یہ بمنزلہ والدین کے ہوتے ہیں اسی وجہ سے عم کو باپ
کہا گیا ہے جیسے کلام پاک میں ہے والٰہ آبائک ابراہیم و اسمعیل و اسحٰق یعنی تمہارے
باپ ابراہیم اور اسمعیل و اسحٰق کا معبود تو ظاہر ہے کہ حضرت اسحٰق و حضرت اسمعیل دو بھائی

---

[1] نسائی شریف نور الابصار صفحہ ۱۰۳ [2] بیضاوی شریف مصری صفحہ ۱۶۹ جلد ۲

بھائی تھے پس ہر ایک کی اولاد ایک دوسرے کی طرف منسوب ہوسکتی ہے اور ہر ایک بھائی کو ایک
دوسرے کی اولاد کا باپ کہہ سکتے ہیں چنانچہ قاتِ ذا القربی حقہ کی تفسیر میں صاحب کشاف
امام شافعی کا قول نقل کرتے ہیں کہ قرابت کا نفقہ ولد اور والدین پر ہوتا ہے اور تمام رشتوں کا
قیاس کیا تو ابن عم کا ہی کیونکہ عرب میں یہ بھی اولاد میں شامل ہے[له] وفی روایۃ صحیحۃ۔ ایضاً
قال مابال اقوام یتحدثون فاذا رأوا الرجل من اهل بیتی قطعوا حدیثهم والله
لایدخل قلب رجل الایمان حتی یحبهم لقرابتی منی اور روایت صحیحہ میں ہے کہ حضور نے
حضرت عباس کی شکایت کے بعد یہ ارشاد فرمایا کیا حال ہے اون لوگوں کا جب وہ
آپس میں باتیں چیتیں کرتے ہوتے ہیں اور یکایک میرے اہلبیت میں سے کسی کو دیکھ
لیتے ہیں تو اپنی باتیں کاٹ دیتے ہیں خدا کی قسم نہ داخل ہوگا کسی کے دل میں ایمان یہانتک کہ
ان لوگوں سے میرے قرابت کی وجہ سے محبت رکھے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ یہ الفاظ
فرمائے۔ والذی نفسی بیدہ لایدخلوا الجنة حتی یومنوا ولا یومنوا حتی یحبوکم لله
ورسوله ایرجون شفاعتی ولا ترجوا بنو عبدالمطلب۔ یعنی قسم ہے اس ذات کی
کہ میری جان اسکے قبضے میں ہے کہ نہ داخل ہونگے وہ لوگ جنت میں یہانتک کہ ایمان لائینگے
اور نہ ایمان لاوینگے یہانتک کہ محبت کریں گے تم سے اللہ اور اللہ کے رسول کے واسطے
سے کیا وہ لوگ میری شفاعت کی امید رکھتے ہیں اور بنو عبدالمطلب کو نہیں چاہتے۔
دیلمی طبرانی ابوالشیخ بن حبان۔ بیہقی نے مرفوعاً روایت بیان کی ہے کہ قال رسول الله
صلی الله علیه وسلم لایومن عبد حتی اکون احب الیه من نفسه وتکون عترتی
احب الیه من عترته واهلی احب الیه من اهله وذاتی احب الیه من ذاته
یعنی فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں مومن ہوگا کوئی بندہ یہانتک کہ ہونگا
میں محبوب اس کی طرف اس کی جان سے اور ہوگا کنبہ میرا محبوب زیادہ طرف اسکی

له کشف الغمہ جلد اول صفحہ ۱۹۰

له نور الابصار صفحہ ۱۰۳ مصری و اسعاف الراغبین ـــه اسعاف الراغبین مصری صفحہ ۱۰۵

اُسکے کینہ سے اور میرے اہلبیت اُسکو اپنے اہل سے زیادہ محبوب نہونگے اور میری ذات
اُسکو اپنی ذات سے زیادہ محبوب ہوگی اخرج[1] ابن عساکر من طریق الحسن بن عمارۃ عن
رجال سماھم ان النبی وعلی بن ابیطالب ذھبا الی قبر ابی طالب لیستغفر لہ فانزل
اللہ ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین الایۃ فاشتد علی
النبی موت ابیطالب علی الکفر فانزل اللہ انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ
یھدی من یشاء یعنی عباس بن عبد المطلب ھذا مکان ابی طالب عوضا
للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من ابیطالب وکان العباس احب عمومتہ
النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد ابیطالب الیہ یعنی خصائص کبریٰ میں ہے کہ ابن
عساکر نے طریق حسن بن عمارہ سے اور وہ بہت سے لوگوں سے جنکے نام لیے روایت
کرتے ہیں کہ حضور سرور عالم اور حضرت علی مرتضیٰ ۔ ابو طالب کی قبر پر جانے لگے تاکہ دعا
مغفرت کریں اسیوقت یہ آیۃ اُتری ماکان للنبی الخ نہیں ہے نبی اور ایمان والوں پر کہ
مشرکین کے لیے استغفار کریں جب یہ آیت اُتری تو آنحضرت کو اس بات سے بہت
ملال ہوا کہ ابو طالب دنیا سے کفر کی حالت میں گئے پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسکین
خاطر کے لیے اس آیت کو نازل فرمایا ۔ انک لا تھدی من احببت الخ یعنی تم جس سے
محبت کرتے ہو اُسکو ہدایت نہیں دے سکتے خدا جسکو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اسے عباس
بن عبد المطلب مطلب یہ ہے کہ انکو ابو طالب کی جگہ سمجھو خدا نے تمہاری تسکین کے لیے
حضرت عباس کو ہدایت فرمائی اور یہ دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے باعتبار
ابو طالب کے کہ اُنکے ایمان میں شک ہی رہا ۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت عباس
نے ایک بار آنحضرت سے عرض کیا تھا کہ ابو طالب کو آپ کی خدمت سے کچھ فائدہ
پہنچا آپنے ارشاد فرمایا ھو[2] فی ضحضاح النار ولولا انا لکان فی الدرک الاسفل من النار

---

[1] خصائص الکبری صفحہ ۸۷ مطبع دائرۃ المعارف دکن [2] مشارق الانوار صفحہ ۱۸۲

۱

یعنی ابوطالب بھی آگ میں ہیں اگر میں نہوتا البتہ وہ آگ کے نیچے کے طبقے میں ہوتے پر حضرت عباس سے اور اعمام کے اعتبار سے آنحضرت کو بہت محبت تھی اور ابوطالب کے بعد تو یہی معاون و مددگار تھے۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للعباس اذا کانت غداۃ الاثنین فاتنی انت وولدک حتی ادعو لھم بنفعک وینفع ولدک فغدا وغدونا معہ فالبسنا کساءً ثم قال اللھم اغفر للعباس وولدہ مغفرۃ ظاھرۃ وباطنۃ لا تغادر ذنبا اللھم احفظہ فی ولدہ۔ یعنی حضرت حبر امۃ عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں کہ ایک دن جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس سے فرمایا کہ آپ پیر کے دن صبح کے وقت مع اپنے صاحبزادوں کے میرے پاس آئے تاکہ میں انکے لیے دعا کروں جس سے آپکو اور آپ کی اولاد کو نفع پہونچے پس حضرت عباس ہدایت کے موافق صبح کو پیر کے دن آنحضرت کی خدمت میں چلے اور ہم لوگ بھی سب ساتھ تھے جب آنحضرت کی خدمت میں پہنچے آنحضرت نے اپنی چادر مبارک ہم پر ڈالی اور یہ دعا مانگی کہ اے اللہ عباس کی مغفرت کر اور انکی اولاد کی ایسی بخشش کہ ظاہر و باطن کے گناہ معاف ہو جائیں اور کوئی گناہ بخشش سے نہ چھوٹے اور اے اللہ عباس کو انکی اولاد پر عرصہ تک قائم رکھ۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ فرمایا خدایا عباس میرے عم ہیں اور میرے باپ کی مثل ہیں اور ان کی اولاد میرے اہلبیت میں سے ہیں اسکے بعد وہ دعا مانگی تھی اور بعض راویوں نے یہ الفاظ بھی لکھے ہیں کہ واجعل الخلافۃ فیھم یعنی ان میں خلافت بھی ہو۔ جب آنحضرت یہ دعا مانگ رہے تھے تو گھر کی کوئی ایسی چیز نہ تھی کہ آمین نہ کہتی ہو چنانچہ در و دیوار حجر شجر سب نے تین بار آمین کہی۔ اسیطرح حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ آنحضرت میرے پاس تشریف لائے

سلہ مدارج النبوۃ صفحہ ۵۵۰

اور حضرت سیدہ فاطمہ زہرا بھی تشریف لائیں اور حریرہ جو آپ پکا کر لائیں تھیں وہ آنحضرت کی خدمت میں پیش کیا آپ نے فرمایا تمہارے لڑکے اور علی کہاں ہیں حضرت سیدہ نے عرض کیا کہ گھر میں ہیں آپ نے فرمایا کہ بلا لو چنانچہ سبطین اور حضرت ولایت مآب آ گئے اور آپ نے مع ان سب حضرات کے کھانا شروع کیا اُسوقت آپ چادر اوڑھ رہے تھے اُسی چادر میں سب کو گھیر لیا پس اللہ تعالی نے یہ آیت اتاری انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل و حضرت میکائیل بھی آنحضرت کے ساتھ تھے اور ایک روایت میں ہے کہ باقی صاحبزادیوں اور عزیزوں اور ازواج کو بھی شامل کیا ہے آگے چلکر صاحب اسعاف الراغبین لکھتے ہیں کہ ان ذالک الفعل کان فی بیت فاطمہ وقد اشار المحب الطبری الی ان ھذا الفعل تکرر منہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی یہ فعل حضرت سیدہ کے مکان پر ہوا تھا حضرت ام سلمہ نے بھی چادر اٹھا کے جانا چاہا تو آنحضرت نے فرمایا تم ہمارے ازواج میں سے ہو تم بہتر حالت میں ہو اور محب طبری نے یہ اشارہ کیا کہ تحقیق یہ فعل آنحضرت سے مکرر واقع ہوا ہے اور دوسری[1] جگہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی یعنی میں تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں مگر ذوی القربی کی محبت۔ مواہب میں ہے کہ مراد قربی سے وہ لوگ ہیں جو آنحضرت کے جد قریب یعنی عبد المطلب کی اولاد ہیں۔ صواعق میں ہے کہ مراد اہلبیت محمد و آل محمد و ذوی القربی سے جن کی فضیلت میں بہت سی احادیث ہیں مومنین بنی ہاشم و بنی عبد المطلب اور عترۃ کا لفظ انہیں پر بولا جاتا ہے شیخ لمعات میں لکھتے ہیں مراد اہلبیت اخص اولاد جد قریب ہے اور وہ بنی ہاشم ہیں اہل اولاد۔ ذریۃ کے الفاظ خاص ہیں اور عترۃ عام ہے ان الفاظ کا اطلاق مومنین بنی ہاشم پر ہوتا ہے۔ پس جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کو دعا کر کے گناہوں سے پاک کر دیا اور انکی اولاد کو اسیطرح

---

[1] اسعاف الراغبین مصری ص ۹۷

دیگر حضرات مومنین بنی ہاشم کو خصوصاً حضرت علی حضرت سیدہ اور سبطین علیہم السلام کی طہارت بھی حضور سرور عالم جس کی بابت آیۃ بالا اِنَّمَا یُرِیْدُ میں ذکر ہو گئی مدارج النبوت میں ہے کہ ایک روز حضرت عباس آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے اور دونو آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور اپنی داہنی طرف بٹھایا اور فرمایا کہ یہ میرے عم عباس ہیں میں ان پر فخر کرتا ہوں اب جو شخص چاہے اپنے اعمام پر فخر کرے مگر مجھکو نہیں پہونچ سکتا کیونکہ میرے عم قریش کے سردار ہیں صاحب سقایہ و صاحب رفادہ ہیں اور نہایت عقلمند اور ذوی رائے ہیں۔ حضرت عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے واسطے کیا اچھی بات آپنے فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لے عم ہیں کیوں نہ کہوں آپ میرے عم بزرگوار ہیں میرے باپ کی جگہ ہیں میرے آبا کی نشانی ہیں میرے وارث ہیں اور بہترین اہلبیت میں سے ہیں جنکو مجھ سے تعلق ہے

روی[۱] علی بن المدینی قال حدثنا ابو سہل نافع بن مالک عن سعید بن المسیب عن سعد بن وقاص قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا العباس بن عبد المطلب اجود قریش کفاً واوصلھا رحماً۔ یعنی علی بن مدنی روایت کرتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہم سے نافع بن مالک نے وہ روایت کرتے ہیں سعید بن مسیب سے وہ روایت کرتے ہیں سعد بن وقاص کہ فرمایا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عباس بن عبد المطلب قریش کے اعلیٰ درجہ کے سخی لوگوں میں سے ہیں اور اعلیٰ درجہ کی صلہ رحمی کرنیوالے ہیں۔

روی[۲] ابن ابی الزناد عن ابیہ عن الثقۃ ان العباس بن عبد المطلب لم یمر بعمر ولا بعثمان وھما راکبان الا نزلا حتی یجوز العباس اجلالاً لہ ویقولان عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابن ابی الزناد اپنے باپ سے اور وہ معتبر لوگوں سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عباس حضرت عمر اور حضرت عثمان کے پاس سے گذرتے اور وہ سوار ہوتے

---

[۱] استیعاب صفحہ ۲۹۹ [۲] الاصابہ صفحہ ۶۶۶

تو ایسا نہیں ہوتا تھا کہ وہ سواری سے نہ اتر آتے ہوں اور جب تک حضرت عباس تشریف نہ لیجائیں
یہ حضرات سوار نہوتے تھے اسقدر عظمت و بزرگی کا حضرت عباس کی خیال رکھتے تھے اور
یہ فرماتے جاتے تھے کہ یہ عم رسول اللہ ہیں[1] اخرج الطبرانی بسند رجالہ ثقات انہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم قال لفاطمۃ ان اللہ غیر معذبک ولا احد من ولدک۔ وورد
ایضاً یا عباس ان اللہ غیر معذبک ولا احد من ولدک یعنی طبرانی نے ایسی
سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ اُسکے راوی ثقہ ہیں کہ جناب سرور عالم نے فرمایا حضرت سیدہ
کے لیے کہ اللہ تعالی تمکو عذاب نہ دیگا اور نہ کسیکو تمہاری اولاد سے اور وارد ہوئی ہے یہ روایت
بھی کہ فرمایا آنحضرت نے اے عباس اللہ تعالی تمکو عذاب نہیں دیگا اور نہ تمہاری اولاد میں
سے کسی کو۔ اخرج الثعلبی فی تفسیر ہذہ الآیۃ وعلی الاعراف رجال یعرفون
کلا بسیماہم عن ابن عباس انہ قال الاعراف موضع عالی من الصراط علیہ
العباس وحمزۃ وعلی وجعفر ذو الجناحین یعرفون محبیہم ببیاض الوجوہ و مبغضیہم
بسواد الوجوہ ثعلبی تفسیر میں اس آیۃ کہ اعراف پر کچھ لوگ ہونگے کہ پہچانینگے ہر ایک
پیشانیوں اُنکے سے۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ فرمایا اعراف ایک جگہ ہے جو صراط
سے اونچی ہے اسپر حضرت عباس حضرت حمزہ حضرت علی حضرت جعفر ذو الجناحین ہونگے جو اپنے
اپنے محبت رکھنے والوں کو چہروں کی سفیدی اور دشمنی رکھنے والوں کو چہروں کی سیاہی
سے پہچانینگے[2] لما سار عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ الی فتح ایلیا استخلف علیہما
علی ابن ابی طالب فقال لہ علی این تخرج بنفسک انک ترید عدوا کلباً فقال
عمر ابادر بالجہاد قبل موت العباس انکم لو فقدتم العباس لا نتقض بکم
الشر کما ینتقض الحبل فمات العباس لست سنین من خلافۃ عثمان
فانتقض بالناس الشر یعنی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کی فتح کا ارادہ کیا

حضرت عمر کا حضرت عباس کی زندگی میں جہاد کرنا

---

[1] ینابیع المودۃ صفحہ ۱۵۰ من کتاب صواعق محرقہ مکی [2] ینابیع المودۃ صفحہ ۲۵۲ [3] ابن اثیر صفحہ ۱۹۳ جلد ۲

اور وہاں کے پادریوں نے مسلمانوں سے جو انکو گھیرے ہوئے تھے کہا کہ تم امیر کو بلاؤ ہم انکو دیکھنا چاہتے ہیں اگر اُن کی خصائل ویسے ہی ہوتے جیسے ہماری کتابوں میں لکھے ہیں تو ہم دروازے قلعے کے کھول دینگے چنانچہ حضرت امین امۃ ابو عبیدہ نے کل کیفیت حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب کو لکھ بھیجی اُسوقت حضرت عمر نے ارادہ کیا تھا اور حضرت ولایت مآب علی مرتضیٰ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا پس حضرت علی نے فرمایا کہ آپ خود کہاں جاتے ہیں وہ لوگ کتوں کی مانند ہیں ممکن ہے کہ حیلہ کرتے ہوں پس حضرت عمر نے فرمایا کہ میں جہاد کے لیے جلدی کرتا ہوں حضرت عباس کے انتقال سے پہلے کیونکہ جب تم حضرت عباس کو نہ پاؤ گے تو تم پر فساد ٹوٹ پڑینگے جیسے پہاڑ۔ چنانچہ حضرت عثمان کے زمانہ خلافت کو چھ سال گذرے تھے کہ حضرت عباس نے انتقال فرمایا جب تک یہ زندہ رہے اسلام میں روز افزوں ترقی رہی کسی قسم کا جھگڑا نہیں ہوا تھا۔ آپکے انتقال کے ہی بعد خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ استیعاب میں ہے وکان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یکرم العباس بعد اسلامہ ویعظمہ ویجلہ ویقول ھذا عمی وصنو ابی وکان العباس جوادا مطعما وصولا للرحم ذا رای حسن یعنی تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عزت کرتے تھے حضرت عباس کی بعد آپکے اسلام کے اور تعظیم کرتے تھے اور بزرگانہ تعظیم کرتے تھے کہ یہ میرے عم ہیں اور میرے والد کی مثل ہیں اور حضرت عباس اعلیٰ درجہ کے سخی تھے اور لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے صلہ رحمی کرتے تھے صاحب رائے حسن تھے اور تہذیب الاسماء میں ہے وکان وصولا لارحام قریش محسنا الیھم ذا رای وکمال عقل وجوادا اعتق سبعین عبدا وکانت الصحابۃ تکرمہ وتعظمہ وتقدمہ وتشاورہ وتاخذ برایہ۔ یعنی حضرت عباس صلہ رحمی کرنیوالے قریش کے ساتھ احسان کرنیوالے طرف

آنحضرت کا تعظیم و تکریم کرنا حضرت عباس کیلئے

حضرت عباس نے ستر غلام آزاد کرایا

سلہ استیعاب صفحہ ۴۹۰ ج ۲

[illegible]

علیہم اجمعین تکریم و تعظیم کرتے تھے اور آپکو سب امور میں مقدم رکھتے تھے اور آپ سے
مشورہ لیا کرتے تھے اور آپکی رائے پر عمل کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور سرور عالم نے
نہایت پیار و محبت سے حضرت عباس سے فرمایا تبکو حضرت ابن عباس۔ ابورافع۔
حضرت علی بن ابی طالب حضرت جعفر طیار اور عبید اللہ بن عباس اور ام سلمہ نے روایت کیا ہے

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم للعباس بن عبد المطلب یا عباس یا عماہ الا اعطیک الا امنحک الا احبوک الا افعل بک عشر خصال اذا انت فعلت ذلک غفر اللہ لک ذنبک اولہ و اخرہ قدیمہ و حدیثہ خطاءہ و عمدہ صغیرہ و کبیرہ و سرہ و علانیتہ

آنحضرت کا صلوٰۃ التسبیح حضرت عباس کو تعلیم کرنا

یعنی فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کے لیے اے عباس اے میرے عم بزرگوار کیا میں ندوں آپکو کیا میں نہ بخشوں آپکو کیا میں آپ سے محبت نہیں رکھتا ہوں کیا میں وہ نکروں جس سے آپکو دس خصلتیں حاصل ہوجائیں جب آپ اسکو کریں اللہ تعالیٰ آپکے اگلے پچھلے گناہ معاف کرے ترکیب یہ ہے کہ چار رکعت نماز پڑہی جاوے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۃ کے ساتھ یہ پڑہیں سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔ پندرہ بار پہر رکوع کی حالت میں بعد تسبیح معمولہ کے دس بار انہیں کلمات کو پڑہیں پہر رکوع سے سر اٹھاؤ اور بعد سمع اللہ کے دس بار اسی کلمہ کو پڑہو پہر سجدے میں بعد تسبیح معمولہ کے دس بار پہر جلسہ استراحت میں دس بار پہر دوسرے سجدے میں اسیطرح دس بار پہر سجدے کے اٹہکر بیٹہکر دس بار غرض ہر رکعت میں پچہتر بار اس کلمہ کو کہیں اسکے بعد آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم کو اس کی استطاعت ہو کہ روز پڑہ سکو تو روز پڑہو ورنہ ہر جمعہ کو پڑہا کرو ورنہ سال بہر میں ایک بار پڑہو ورنہ ساری عمر میں ایک بار پڑہ لو۔ سبحان اللہ حضرت عباس کے ذریعے سے اُمت کے لیے گناہوں کی مغفرت ہو جانے کی ترکیب معلوم ہوگئی اللہ تعالیٰ

---

[1] تہذیب الاسماء امام نووی صفحہ ۳۳۱ مطبوعہ جرمن جلد ۳ و ابو داود و مشکوٰۃ صحاح ستہ صفحہ ۱۲۹ جلد ۱

حضرت عمر کا حضرت عباس کے ذریعہ سے پانی کیلئے دعا مانگنا۔

ہم سب کو توفیق عنایت فرمائے کہ ہم اسپر عامل ہو جائیں۔

وفی البخاری ان عمر بن الخطاب کان اذا قحطوا استسقی بالعباس یعنی بخاری شریف[1] میں ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ میں جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس کو وسیلہ قرار دیکر دعا مانگتے تو اللہ تعالیٰ پانی برساتا استیعاب میں ہے اور نیز اصابہ میں ہے کہ ابو عمر کہتے ہیں کہ حضرت عمر کے زمانہ میں ۱۷ھ میں ایک عظیم الشان قحط پڑا اور لوگوں نے مکرر صلوٰۃ استسقا پڑھی اور پانی نہ برسا تو حضرت کعب نے کہا یا امیر المومنین بنی اسرائیل کو جب اس قسم کی مصیبت پہونچتی تھی تو وہ لوگ انبیاء کے قریبی رشتہ دار جو باپ کی جانب سے ہوتے تھے انکو وسیلہ پکڑکر دعا مانگتے تھے تو اللہ تعالیٰ قبول کرلیا کرتا تھا۔ پس حضرت عمر نے فرمایا یہ حضرت عباس عم رسول اللہ ہیں انکے والد بزرگوار کی مثل ہیں سید بنی ہاشم ہیں پس حضرت عمر حضرت عباس کی خدمت میں گئے اور قحط کی وجہ سے جو مخلوق پر حالت تھی بیان کی اور فرمایا کہ آپ ہمارے ساتھ چلیے کہ ہم آپکے وسیلہ سے دعا پانی کی مانگیں حضرت عباس نے فرمایا کہ آپ میرے مکان پر تشریف رکھئے اور حکم دیدیجئے کہ سب بنی ہاشم لباس عمدہ پہنکر یہاں آئیں چنانچہ جب سب سادات بنی ہاشم جمع ہو گئے اسوقت حضرت عباس نے عطر منگایا اور سب کے عطر لگایا اسکے بعد حضرت عباس اس شان سے تشریف لے چلے کہ آگے آگے حضرت سیدنا علی اور دہنی جانب حضرت سیدنا امام حسن بائیں جانب حضرت سیدنا امام حسین اور باقی سادات بنی ہاشم پیچھے آپکے تھے پھر فرمایا حضرت عباس نے یا عمر لا تخلط بنا غیرنا یعنی اے عمر ہم میں اور کسی کو نہ ملاؤ پھر نماز کی جگہ پہونچے اور حضرت عمر منبر پر گئے ساتھ میں حضرت عباس کو لے گئے اور حضرت عمر نے نہایت مختصر خطبہ پڑھا پھر یہ دعا مانگی اللھم انا قد توجھنا الیک بعم نبینا وصنو ابیہ فاسقنا الغیث ولا تجعلنا من القانطین۔ اللھم فاسقنا واحی العباد والبلاد۔

[1] ینابیع المودۃ صفحہ ۲۵۲ - استیعاب صفحہ ۴۹۹ - ابن اثیر صفحہ ۲۱۵ جلد ۲ [2] ینابیع المودۃ صفحہ ۲۵۲

یعنی اے اللہ ہم لوگ تیری طرف متوجہ ہوئے بذریعہ اپنے نبی کے عم بزرگوار کے جو انکے والد
کے مثل ہیں پس ہم پر پانی برسا اور ہمکو ناامید ہونیوالوں میں مت کر اے اللہ ہم پر پانی برسا اور اپنے
بندوں اور شہروں کو زندہ کر۔ اسکے بعد حضرت عباس بن عبد المطلب کا ہاتھ پکڑا اسوقت
حضرت عباس کے آنسو جاری تھے کہ ریش مبارک پر گر رہے تھے اور یہ عرض کیا کہ خداوندا ہم
تقرب حاصل کرتے ہیں تیری درگاہ میں بوسیلہ تیرے نبی اور تیرے محبوب رسول صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے عم بزرگوار کے ساتھ جو انکے آبا کی نشانی ہیں اور انکے خاندان کے
بزرگوں میں ہیں فانک تقول وقولک الحق واما الجدار فکان لغلامین یتیمین فی المدینۃ
فحفظتہما بصلاح آبائہما فاحفظ اللہم نبیک صلی اللہ علیہ وسلم
فی عمہ فقد دلونا بہ الیک مستشفعین مستغفرین کیونکہ آپ کا فرمان ہے اور
آپ کا فرمان سچا ہے وہ یہ ہے لیکن وہ جو دیوار تھی وہ دو یتیموں کی تھی اس شہر میں جسکے نیچے
خزانہ تھا اور انکے باپ نیک آدمی تھے پس تو نے انکی حفاظت کی بوجہ نیک ہونے
انکے آبا کے اپس حفاظت کر اے اللہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انکے عم بزرگوار
کے باعث پس ہم لوگوں نے نزدیکی چاہی ہے تیری طرف انکو شفیع بناکر اور ہم استغفار کرنے
والے ہیں پھر فرمایا حضرت عمر نے یا ابا الفضل کھڑے ہوجئے اور دعا مانگئے حضرت ابن عمر کہتے
ہیں کہ حضرت عمر نے خطبہ پڑھا اور یہ فرمایا ایہا الناس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کان یری العباس ما یری الولد لوالدہ یعظمہ یفخمہ ویبر قسمہ فاقتدوا
ایہا الناس برسول اللہ فی عمہ العباس واتخذوہ وسیلۃ الی ربکم فیما نزل
بکم یعنی اے لوگو آنحضرت حضرت عباس کو اپنے والد کی جگہ جانتے تھے اسیطرح آپکی
تعظیم وتکریم کرتے تھے جیسے اپنے والد کی آپکی قسموں کو پورا کرتے تھے اے لوگو پیروی کرو
رسول اللہ کی آپکے عم بزرگوار حضرت عباس کے بارے میں اور انکو اپنے پروردگار[1] کی درگاہ

---

[1] کنز العمال صفحہ ۲۷

میں وسیلہ بنا کر اس مصیبت کی جو تم پر نازل ہوئی ہو اُسکے دفعیہ کے لیے دعا کرو پس کھڑے
ہوئے حضرت عباس آپ بہت مشتق ہوگئے تھے روتے جاتے تھے اور آپ کی ریش
مبارک جو سینہ پر تھی اُسپر آنسو بہہ رہے تھے پس حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ دعا مانگی اللھم ان عندک
سحاباً وعندک ماءً فانشر السحاب ثم انزل الماء منہ علینا فاشدد بہ الاصل و
اطلع بہ الفرع اللھم انک لم تنزل بلاءً الا بذنب ولم تکشف الا بتوبۃ وقد
توجہ القوم بی الیک فاسقنا الغیث اللھم شفعنا فی انفسنا و اہلینا اللھم
انا شفعنا بمن لا ینطق من بہائمنا وانعامنا اللھم اسقنا سقیاً وادعاً نافعاً طبقاً
سحاً عاماً اللھم انا لا نرجو الا ایاک ولا ندعو غیرک ولا نرغب الا الیک نشکو الیک
سغب کل جائع وعری کل عار وخوف کل خائف وضعف کل ضعیف فنشأت
طریرۃ من سحاب فقال الناس ترون ترون ثم التامت ومشت فیہا الریح
ثم ہدأت ودرت فواللہ ما برحوا حتی اعتلقوا الحذاء وقلصوا المآزر وطفق الناس
بالعباس یمسحون ارکانہ ویقولون ہنیئاً لک ساقی الحرمین۔ یعنی اے اللہ تیرے پاس بادل
ہیں اور تیرے پاس پانی ہے پس بادلوں کو پھیلا دے اور اُن سے پانی ہمارے اوپر برسا پس
مضبوط کر جڑ کو اور جاری کر شاخ کو اے اللہ تو نہیں اتارتا کسی بلا کو مگر گناہوں کے باعث اور
نہیں کھولتا مگر ساتھ توبہ کے اور تحقیق متوجہ ہوئی ہے قوم میرے ذریعے سے تیری طرف
پس تو پانی مینہ کا ہمیں پلا اے اللہ تو ہی ہماری سفارش کر ہماری جانوں اور ہمارے اہل
کے لیے اے اللہ تو ہی شفیع بنا ہمارے لیے اُن کا جو وہ بول نہیں سکتے یعنی ہمارے
جانور اور چوپایے۔ اے اللہ ہم پر پانی برسا ایسا کہ نہ تکلیف دینے والا ہو اور نفع پہنچانے والا ہو
اور عالمگیر ہو۔ اے اللہ ہم نہیں امید رکھتے ہیں مگر خاص تجھ سے اور نہیں پکارتے ہیں تیرے
سوا کسی کو اور نہیں رغبت کرتے ہیں مگر طرف تیری۔ ہم بھوکوں کی بھوک کا تیرے سامنے گلہ

سلہ استیعاب صفحہ ۴۹۹

کی اس دعا مانگنے کے بعد ہی پیدا ہوئے چھوٹے ٹکڑے بادل کے اور لوگوں نے
غل مچایا کہ دیکھو دیکھو پھر مل گئے اور ہوائیں چلیں اور بادل چلے اور برسا پانی پس بے اندازہ طرح سے
تھوڑی دیر کہ اتنا پانی برسا کہ دیواروں سے بلند ہوگیا پس لگے لوگ حضرت عباس کے
ہاتھ پیروں کو چومنے لگے اور تبرک حاصل کرتے تھے اور کہتے تھے مبارک ہو آپ کو اے ساقی
حرمین فقال العباس انا المسقی ابن المسقی خمس مرات اشار الی ان اباہ عبد المطلب
استسقی خمس مرات فسقی اللہ الناس پس فرمایا حضرت عباس نے میں پانی برسوایا ہوا
اور پانی برسوانیوالے کا بیٹا ہوں اشارہ کیا طرف اس بات کے کہ انکے والد عبد المطلب نے
پانی کی دعا مانگی پانچ بار پس اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور لوگوں پر پانی برسایا حضرت
حسان بن ثابت نے اس وقت ایک قصیدہ حضرت عباس کی شان میں کہا تھا جس کے تین شعر
یہ ہیں۔

حضرت حسان بن ثابت کا حضرت عباس کی تعریف میں قصیدہ

سَأَلَ الْإِمَامُ وَقَدْ تَتَابَعَ جَدْبُنَا — فَسَقَى الْغَمَامُ بِغُرَّةِ الْعَبَّاسِ
عَمِّ النَّبِيِّ وَصِنْوِ وَالِدِهِ الَّذِي — وَرِثَ النَّبِيَّ بِذَاكَ دُونَ النَّاسِ
أَحْيَى الْإِلٰهُ بِهِ الْبِلَادَ فَأَصْبَحَتْ — مُخْضَرَّةَ الْأَجْنَابِ بَعْدَ الْيَاسِ

یعنی سوال کیا امام نے اس حالت میں کہ قحط سالی ہم پر متواتر ہو چلی تھی۔ پس حضرت عباس
کے مرتبہ اور بارگاہ الٰہی میں انکی مقبولیت اور مستجاب الدعوات ہونے کے باعث بادل
نے مینہ برسایا۔ خدا نے زندہ کیا ساتھ اسکے شہروں کو پس ہوگئی سرسبز گرمیوں کی کھیتی
بعد مایوسی کے اور فضل بن عتبہ بن ابی لہب ہاشمی نے بھی چند اشعار حضرت عباس کی تعریف
میں کہے تھے وہ یہ ہیں۔

بِنَا سَقَى اللّٰهُ الْحِجَازَ وَأَهْلَهُ — عَشِيَّةَ يَسْتَسْقِي بِشَيْبَتِهِ عُمَرُ
تَوَجَّهَ بِالْعَبَّاسِ فِي الْجَدْبِ دَاعِيًا — إِلَيْهِ فَمَا إِنْ رَامَ حَتَّى أَتَى الْمَطَرُ

وَمِنَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ فِيْنَا تُرَاثُهٗ　　　　فَهَلْ فَوْقَ هٰذَا لِلْمُفَاخِرِ مُفْتَخِرُ

یعنی میرے چچا کے ذریعے سے خدا نے حجاز اور اہل حجاز کو پانی پلایا اُس روز زوال کے وقت کہ طلب پانی کی کی تھی اُن کے بڑھاپے کے ذریعے سے حضرت عمر نے۔ متوجہ ہوئے ساتھ حضرت عباس کے قحط سالی میں اس حالت میں کہ رغبت کرنیوالے تھے طرف اُنکی پس نہ قصد کیا تھا کہ آیا میں نہ - ہم میں رسول اللہ ہیں اور ہم میں اُنکی وراثت ہے پس کیا اس سے بالا فخر کرنیوالوں کے لیے کوئی جگہ افتخار کی ہو سکتی ہے ؟ وکان العباس رضی اللہ عنہ یکتب باخبار المشرکین الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان المسلمون یتقوون بہ مکۃ وکان یحب ان یقدم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکتب الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان مقامک بمکۃ خیر فلذلک قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر من لقی منکم العباس فلا یقتلہ فانہ انما اخرج کارھا یعنی حضرت عباس ہمیشہ مشرکوں کی خبریں آنحضرت کی خدمت میں لیجایا کرتے تھے اور مسلمان جو مکہ میں تھے اُنکو حضرت عباس سے بہت قوت پہونچتی تھی اور حضرت عباس چاہتے تھے کہ آنحضرت کی خدمت میں چلے جائیں۔ پس حضرت عباس کو آنحضرت نے تحریر فرمایا کہ آپ کا مکہ میں رہنا بہتر ہے اسی وجہ سے جنگ بدر میں حضور نے ارشاد فرمایا تھا کہ جو شخص حضرت عباس سے ملے اُنکو قتل نہ کرے کیونکہ وہ طوعًا و کرہًا نکلے ہیں آخر جب آپ کو کفار کی سرکشیوں سے اندیشہ ہوا تو آنحضرت نے فرمایا ردّوا علیّ ابی فانی اخشی ان تفعل بہ قریش ما فعلت ثقیف لعروۃ بن مسعود یعنی میرے باپ عباس کو میرے پاس لوٹا دو کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ قریش اُنکے ساتھ وہ حرکت نہ کریں جیسے ثقیف نے عروہ بن مسعود کے ساتھ کی تھی یعنی قتل۔ فتح مکہ کے روز جب ابوسفیان اسلام لانے کے لیے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگے ہیں تو حضرت عباس نے فرمایا اذا[1] اتیت الرسول فاتل علیہ قال لا

آنحضرت کا حضرت عباس کو مکہ سے بلانا

[illegible]

---

[1] کشاف مصری صفحہ ۳۴۴ جلد ۱

تثریب علیکم الیوم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غفر اللہ لک ولمن
علمک یعنی اے ابوسفیان جب تم آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو تو یہ آیت پڑھنا اس آیت میں
حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب بھائیوں نے اپنی خطا کا اقرار کر لیا تھا
تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا کچھ الزام نہیں تم پر آج پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
یہ سنکر اس آیت کو پڑھا اور فرمایا خدا تمہاری مغفرت فرمائے اور اسکی جنہوں نے تمہیں یہ آیت
تعلیم فرمائی۔ یہاں سے حضرت عباس کی علمیت اور فراست معلوم ہوتی ہے کہ کس خوبی کے ساتھ
ابوسفیان کی تمام خطائیں معاف کرا دیں۔ اسیطرح اس موقع پر جب جنگ بدر سے آنحضرت
واپس ہوئے ہیں تو بعض لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس چھوٹے سے قافلہ کو بھی
لگے ہاتھوں خبر لے لیں تو حضرت عباس نے باوجود اسکے کہ قید میں جکڑے ہوئے تھے
آنحضرت کو آواز دی کہ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کیوں حضرت عباس نے
عرض کیا اسلئے کہ اللہ تعالی نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے اذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین
انہا لکم و تودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم و یرید اللہ ان یحق الحق
بکلماتہ و یقطع دابر الکفرین۔ یعنی جب وعدہ دیتا ہے تمکو اللہ ان دو جماعتوں میں سے
ایک کا کہ تمکو ہاتھ لگے گی اور تم دوست رکھتے تھے کہ جس میں کانٹا نہ ہو وہ تمکو حاصل ہو جائے اور
اللہ چاہتا ہے کہ سچا کرے اپنے سچے کلام کو اور کافروں کا پیچھا کاٹے اور اللہ تعالی نے اپنا وعدہ پورا
کر دیا اب آپ کسطرح اس قافلہ پر حملہ کر سکتے ہیں آنحضرت نے یہ سنکر پھر کسی کے کچھ کہنے کا خیال
نہیں فرمایا پس حضرت عباس کا باوجود اسلام کے نہ ظاہر کرنے کے ایسی عالمانہ تقریر فرمانی کہ
جس سے آپکے علم و فہم کا اندازہ ہو سکتا ہے اور جب سورہ نصر نازل ہوئی اور آنحضرت نے صحابہ
کو سنایا تو صحابہ خوش ہوئے مگر حضرت عباس رونے لگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا ما یبکیک یا عم یعنی اے میرے چچا کس چیز نے آپکو رلایا حضرت عباس نے

؎ کشاف جلد ا صفحہ ۵۲۵

عرض کیا اس کلام سے آپ کی جدائی کی بو آتی ہے حضور نے فرمایا انما لکما تقول بیشک ایسا ہی
ہے جیسا تم کہتے ہو اسیطرح ایک روایت ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو حضور نے خطبہ پڑھا
اور فرمایا ان عبداً خیرہ اللہ بین الدنیا وبین لقائہ فاختار لقاء اللہ فعلم ابوبکر رضی اللہ
عنہ فقال فدیناک بانفسنا واموالنا وآبائنا یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ کو دنیا
اور اپنے ملنے کا اختیار دیا اُسنے اللہ کے ملنے کو پسند کیا۔ یہ سنکر حضرت ابوبکر سمجھ گئے اور
عرض کیا ہمنے آپ پر اپنی جانیں اور مال اور باپ بیٹے سب قربان کیے اس روایت سے
حضرت عباس کی علمیت معلوم ہوتی ہے اور لوگ جس بات سے خوش ہوتے تھے حضرت عباس
رنجیدہ ہوتے وفور علم کی بات ہے۔ حضرت عباس کی خصوصیات میں یہ بات تھی کہ بلند آواز بہت
تھے چنانچہ صاحب کشاف لکھتے ہیں وکان العباس اجہر الناس صوتاً[1] یروی ان
غارۃ اتتہم یوماً فصاح العباس یا صباحاہ فاسقطت الحوامل لشدۃ صوتہ یعنی حضرت
عباس بہت بلند آواز تھے۔ روایت ہے کہ ایک دن کچھ لٹیرے قوم پر آپڑے تھے حضرت
عباس نے آواز دی یا صباحاہ۔ تو حاملہ عورتوں کے حمل آواز کی سختی اور زور کے باعث
گر پڑے اللہ اکبر۔ جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک صاحبزادے کی آواز میں
یہی اثر تھا کیوں نہ ہوتے یہی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں اور خاندان مطلبی کے
ایک بڑے رکن۔ حضرت عباس کی ایک بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ دنیائے اسلامی میں آپکی
مقبولیت اسقدر ہے کہ تمام فرق اسلامی آپکو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور آپکے اسم گرامی
پر جتنے نام رکھے جاتے ہیں آپ کی کنیت یعنی ابوالفضل بھی ساتھ ہوتی ہے چنانچہ ابوالفضل
عباس بن علی ابن ابی طالب علی ہذا قیامت تک آپ کے اسم اور کنیت کا مسلمانوں میں
چرچا رہیگا۔ حضرت عباس نے اپنے صاحبزادے حبر الامۃ عبداللہ بن عباس کو نصیحت فرمائی
وہ یہ ہے قال العباس لابنہ عبد اللہ یا بنی انی الکذب لیس باحد من ہذہ الامۃ اقبح منہ

حضرت عباس کی خصوصیات آپکا بلند آواز ہونا۔

حضرت عباس کی اپنے صاحبزادے عبداللہ کو نصیحت

[1] کشاف صفحہ ۳۹۰ جلد ۲

نی بابک وباھل بیتک یابنی لا یکون شئی مما خلق احب الیک من طاعتہ ولا اکرہ الیک
من معصیتہ فان اللہ ینفعک بذلک فی الدنیا والاخرۃ یعنی حضرت عباس نے اپنے صاحبزادے
عبداللہ سے فرمایا اے میرے پیارے بیٹے جھوٹ بولنا اس امت محمدیہ میں کسی پر ایسا قبیح اور برا
نہیں جیسے مجھپر اور تجھپر اور تیرے اہلبیت پر برا ہے کیونکہ مثل مشہور ہے چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی
اے میرے بیٹے اللہ کی اطاعت اور عبادت سے بڑھکر تمہارے حق میں بہتر کوئی چیز مجھے محبوب
نہیں اور مجھے یہ بات سخت ناپسند ہے کہ تم اُس کی معصیت میں مبتلا ہو میری اس نصیحت
پر اگر عمل کروگے تو دنیا و آخرۃ میں نفع اٹھاؤگے سبحان اللہ کیا جامع نصیحت ہے اللہ تعالیٰ
ہمکو اسپر عمل کی توفیق عنایت فرمائے واقعی امر یہ ہے کہ خاندان نبوت اور اہلبیت نبوت کے
حضرات ہی اسپر عامل نہونگے تو اوروں کی کیا شکایت اسواسطے علامہ نور الدین سمہودی
جواہر العقدین فی فضل الشرفین میں لکھتے ہیں الثالث اجتناب کل قبیح شرعا فان القبیح
من اھل البیت اقبح منہ من غیرھم یعنی تیسری بات یہ ہے کہ سب برے
کاموں سے جن کی شرع میں ممانعت ہے بچنا چاہیئے خصوصاً خاندان نبوت کے لوگوں کو
کیونکہ برے افعال اہلبیت سے صادر ہونا بہت زیادہ برے ہیں اوروں سے اسکا اعادہ بھی
اہلبیت کے متعلق اس سے پہلے لکھا گیا ہے مزید اطمینان کے لیے پھر لکھا جاتا ہے تاکہ جو لوگ
اہلبیت ہونیکا دعوی کرتے ہیں وہ شریعت محمدی پر دوسروں کے اعتبار سے زیادہ پابند
ہوں ورنہ اپنر آنحضرت کی ازواج کے متعلق جو حکم آیا تھا قیاس کرتے ہوئے دونا عذاب
ہوگا چنانچہ ابولہب کی ذرا سی گستاخی سے کہ جس میں بدنی کوئی تکلیف نہیں تھی صرف زبانی
تھی ایسی جلالی سورت نازل ہوئی جسکو مسلمانوں کا ہر فرد نمازوں میں پڑھتا ہے تو خیال
کرو کہ کیسی بڑی سزا ہے گویا جبتک اسلام قائم ہے ابولہب کی برائی قائم ہے آنحضرت
نے صاف کھڑے ہوکر فرمایا تھا کہ اگر فاطمہ میری پیاری بیٹی سے بھی چوری کا فعل (نعوذ باللہ)
سرزد ہوتا تو میں ہاتھ کاٹ ڈالتا یہ اسوقت آپنے فرمایا تھا کہ ایک قریشی عورت کا چوری

کی سزا میں ہاتھ کاٹا گیا تھا اور لوگوں نے اس کی بہت سفارش کی تھی میں خیال کرلینا چاہیے کہ حضور کو حدود شرعیہ کی پابندی کا کس قدر خیال تھا یا آج ہم دعویٰ اہلبیت ہونے کا کرتے ہیں اور ہمارے افعال ایسے ناگفتہ بہ ہیں کہ دوسرے لوگ ہم سے پناہ مانگتے ہیں اللہ فقہنا لما تحب وترضاہ

اہلبیت کون کون لوگ ہیں

اہلبیت کے متعلق صاحب نور الابصار لکھتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اہلبیت سے مراد آنحضرت کی ازواج ہیں اور یہ قول سعید بن جبیر کا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ علی ابن ابی طالب فاطمہ حسن حسین علی نبینا وعلیہم السلام ہیں اور یہ قول ابو سعید خدری کا ہے اور ایک جماعت تابعین کا جس میں مجاہد قتادہ ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اہلبیت وہ لوگ ہیں جو خمس کے مستحق ہیں اور انپر صدقہ حرام ہے اور وہ آل علی آل عباس آل جعفر آل عقیل ہیں یہ قول حضرت زید ابن ارقم اور حضرت مقداد اور دیگر صحابہ و تابعین کا ہے امام مالک امام ابوحنیفہ کا یہی مذہب ہے اور امام احمد حنبل اور امام شافعی بنو المطلب کو بھی انکے ساتھ شامل کرتے ہیں اس حدیث سے کہ حضور نے فرمایا ہے کہ بنو المطلب اور بنو ہاشم ایک ہیں اور یہ فرماکر آپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں ملایا تھا اصل یہ ہے کہ مختلف اوقات میں اہلبیت کا لفظ آنحضرت نے ان سب کے واسطے ارشاد فرمایا ہے چنانچہ جب حضرت زینب کی ولیمہ کی دعوت آپنے کی ہے اور سب لوگ کھانا کھاکر چلے گئے ہیں اور صرف تین شخص بیٹھے رہے ہیں اور آپ بوجہ حیا کے انکو اٹھا نہ سکے ہیں اسوقت آپ خود کھڑے ہوگئے اور حضرت عائشہ کے حجرہ میں تشریف لے گئے اور آپنے فرمایا السلام علیکم اہل البیت حضرت عائشہ نے جواب دیا وعلیکم السلام یا رسول اللہ علی ہذا جب یہ آیۃ نازل ہوئی ہے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا یہ وہ وقت تھا کہ حضور حضرت سیدہ کے مکان پر تشریف فرما تھے اور آپنے حضرت سیدہ حضرت علی حضرت حسن حضرت حسین کو اپنی چادر کے نیچے کرلیا تھا اور سب نے ملکر جبرہ

۱؎ تفسیر کشاف صفحہ ۲۱۹ جلد ۲

تناول فرمایا تھا اسکے بعد حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ چالیس روز تک جب آنحضرت
حضرت سیدہ کے مکان کی طرف کو تشریف لیجاتے تھے تو فرماتے تھے السلام علیکم
اھل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یرحمکم اللہ اسیطرح حضرت عباس اور ان کے
صاحبزادوں پر چادر ڈالی اور مغفرت کی دعا فرمائی اور آپکے صاحبزادوں کو اہلبیت کے لفظ
مبارک سے مشرف فرمایا اسیطرح حرمت مال صدقہ کے بارے میں جب حضرت فضل
ابن عباس نے صدقات پر عامل ہونے کی بابت عرض کیا ہے آپنے ارشاد فرمایا انما صدقات
اوساخ لا تحل لمحمد ولا لآل محمد یعنی یہ صدقہ ہے اور یہ محمد پر اور محمد کی آل پر حلال نہیں ہے غرض
آل واہل کے الفاظ ہیں ان سب کے واسطے آنحضرت نے فرمائے ہیں وفی الدر
ان المراد بالبیت فی الآیۃ ما یشتمل بیت النسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم
وبیت سکناہ فیشمل الآیۃ ازواجہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یعنی صواعق میں ہے
کہ مراد اہلبیت سے آیۃ میں وہ لوگ ہیں جو بحیثیت نسب قریب تر ہیں یعنی بیت نسب
یعنی عبد المطلب کی اولاد اور بیت سکناہ یعنی رہنے کے گھر سے پس اس میں ازواج بھی
شامل ہوگئیں - پس آل علی آل عباس آل جعفر آل عقیل بالاجماع آپ کی آل ہیں اور
اہلبیت میں ہیں کیونکہ آپ کی آل مومنین بنی ہاشم و مطلب ہیں انہیں پر اشراف کا اطلاق
ہوتا ہے انہیں پر صدقہ حرام ہے یہی خمس کے مستحق ہیں اور آنحضرت سہم ذوی القربیٰ انہیں کو
دیا کرتے تھے اور شریف و سید کا لفظ انہیں حضرات پر بولا جاتا ہے صاحب صناجۃ
الطرب فی تقدمۃ العرب لکھتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کریم - شریف - سید - قرم - فہد -
ہمام - عرو - حماۃ کے لقب تھے اسیطرح عبد المدان بن دیان بن قطن بنت زیاد بن حرث
بن کعب بن ربیعۃ الحارثی انہیں کی اولاد آل عباس کی ننھیال تھے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ
[illegible] التی آیات العالم ... کا بالدنیا یضرب المثل للرجل العظیم

صناجۃ الطرب فی تقدمۃ العرب تالیف نوفل آفندی مطبوعہ بیروت صفحہ ۴۸

فیقال اشرف من ابن عبد المدان یعنی عبد المدان وہ زمانہ کے اشراف میں اور دنیا کے بڑے لوگوں میں تھا اسکے نام کے ساتھ بڑے آدمی ضرب مثل کیے جاتے تھے یعنی اگر کسی کی شرافت کی تعریف کی جاتی تھی تو یہ کہا جاتا تھا کہ فلاں شخص عبد المدان سے بڑھکر شریف ہے چنانچہ لقیط بن زرارہ کہتا ہے۔ شربت الخمر حتی خلت انی ابو قابوس او عبد المدان یعنی مینے جب شراب پی اور سرور گٹھگیا اور اتنا مسرور ہوا کہ میں اپنے آپکو یہ خیال کرنے لگا کہ میں ابو قابوس ہو گیا یا عبد المدان۔ اسیطرح قریش میں تین چار گھر شریف کہلائے جاتے تھے (۱) بیت حذیفہ بن بدر الفزاری (۲) بیت آل زرارہ بن عدی (۳) بیت بکر (۴) بیت آل ذی الجدین بن عبد المدین تمام وغیرہ

بنی ہاشم پر لفظ سید کا اطلاق

مگر بعد اسلام کے صاحب صناجۃ الطرب لکہتا ہے اما بعد الاسلام فقد انحصر الشرف العربی فی سلالۃ الہاشمیۃ ویعبر عنہا باہل البیت (ای بیت صاحب الشریعۃ الاسلامیۃ) فلا یعرف الشریف رسما ویطلق علیہ لقب السید الا اذا کان نسبہ متصلا باحد من اہل البیت بدون التفات الی حالۃ دنیاہ ولا الی صناعتہ یعنی بعد اسلام کے شرف عربی خاص خاندان ہاشم بن عبد مناف کے لیے مخصوص ہو گیا ہی اہلبیت کے نام سے تعبیر کیے جاتے ہیں (یعنی صاحب شریعۃ اسلامیہ کے گھر والے) پس رسمی کوئی شریف نہیں کہلایا جائیگا کہ اسپر لقب سید کا اطلاق ہو مگر اسوقت کہ اسکا نسب اہلبیت میں سے کسی بزرگ کے ساتھ متصل ہو بغیر اسکے دنیوی حالت اور اسکے فن و کاریگری کے خیال کیے ہوئے یعنی اس کی ظاہری عزت کیسی ہی ہو اسکو سید نہیں کہنگے جب تک خاندان نبوت میں سے نہو۔ چنانچہ قرون اولی میں جو خیر القرون تہا برابر سب لوگوں کو

قرون اولی میں آل ابوطالب و آل عباس پر لفظ شریف کا اطلاق

جو ہاشمی تھے شریف اور سید کا لفظ انکے لیے بولا جاتا تہا۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رسالہ زینبیہ میں لکہتے ہیں اسم الشریف[۱] یطلق فی الصدر الاول علی کل من کان من اہل البیت سواء کان حسنیاً او حسینیاً او علویاً من ذریۃ محمد بن الحنفیۃ او

---

[۱] اسعاف الراغبین صفحہ ۱۱۲ مطبوعہ مصر

نعیرہ من اولاد علی بن ابیطالب امرجعفریا امرعقیلیا امرعباسیا یعنی اسم شریف کا اطلاق
صدر اول میں تمام اہلبیت کے افراد پر ہوتا تھا خواہ وہ حسنی ہوں یا حسینی یا علوی ہوں اولاد
جناب محمد بن حنفیہ کی یا سوائے انکے اور اولاد حضرت علی بن ابی طالب کی یا جعفری ہوں
یا عقیلی یا عباسی۔ آگے لکھتے ہیں و لہذا نجد تاریخ الحافظ الذھبی مشحونا فی التراجم
بذالک یقول الشریف العباسی الشریف العقیلی الشریف الجعفری الشریف الزینبی۔
یعنی یہی وجہ ہے کہ ہم تاریخ حافظ ذہبی کو دیکھتے ہیں کہ بھرے ہوئے ہیں ترجموں میں اسکے ساتھ
کہ کہتا ہے شریف عباسی شریف عقیلی شریف جعفری شریف زینبی فلما ولی الفاطمیون بمصر
قصروا اسم الشریف علی ذریۃ الحسن والحسین فقط واستمر ذالک بمصر الی الآن۔
یعنی جب بنی فاطمہ کی سلطنت مصر میں ہوئی تو انہوں نے اسم شریف کا مختصر کیا اولاد جناب امام
حسن و جناب امام حسین علی نبینا و علیہم السلام کے لیے فقط اور یہ جاری ہوا ابتک مصر میں۔
وقال الحافظ ابن حجر فی کتاب الالقاب الشریف ببغداد لقب لکل عباسی و بمصر
لقب لکل علوی یعنی حافظ ابن حجر کہتے ہیں کتاب القاب میں کہ شریف بغداد میں لقب ہر عباسی
کا ہے اور مصر میں لقب ہر علوی کا۔ آگے چلکر علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں ولاشک ان
المصطلح القدیم اولی وھو اطلاقہ علی کل علوی و جعفری و عقیلی و عباسی کما
صنعہ الذھبی وکما اشار الیہ الماوردی من اصحابنا والقاضی ابو یعلی الفراء من
الحنابلۃ کلاھما فی الاحکام السلطانیہ ونحوہ قول ابن مالک فی الالفیۃ یعنی
اس میں شک نہیں کہ مصطلح قدیم بہتر ہے اور وہ یہ ہے کہ اطلاق اسم شریف ہر علوی و جعفری و عقیلی
و عباسی پر ہوتا ہے جیسا کہ ذہبی نے تحریر کیا ہے اور جسطرح ماوردی نے ہمارے اصحاب میں
سے ہیں اشارہ کیا ہے اور قاضی ابو یعلی فراء جو حنبلیوں میں سے ہیں ان دونوں نے احکام
سلطانیہ میں ذکر کیا ہے اور اسیطرح قول ابن مالک کا الفیہ میں ہے صاحب اسعاف الراغبین
لکھتے ہیں وقد یقال علی اصطلاح اھل مصر الشرف انواع عام لجمیع اھل البیت وخاص

بالذریۃ یعنی اصطلاح اہل مصر میں یہ بھی کہاجاتاہے کہ شرف کے چند اقسام ہیں عام طور پر تو سب اہلبیت پر اطلاق ہوتاہے اور خاص ہے ذریۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چنانچہ مسلم[1] و ترمذی مشکوٰۃ میں حضرت سعد بن وقاص سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ندع ابنائنا و ابنائکم و نسائنا و نسائکم و انفسنا و انفسکم تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ولایت مآب مولی المومنین والمومنات علی ابن ابی طالب اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنے ہمراہ لیکر مباہلہ کے لیے تشریف لے گئے تو اُن لوگوں نے یعنی عیسائیوں نے جب یہ دیکھا تو کہا کہ اگر یہ شخص یعنی آنحضرت دعا فرمائینگے اور یہ حضرات آمین کہینگے تو تمہارا کہیں ٹھکانا نہ لگیگا بہتر ہے کہ صلح کرلو چنانچہ صلح ہوگئی اور صاحب اسعاف الراغبین لکھتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چالیس روز صبح کے وقت حضرت سیدہ فاطمہ زہرا کے مکان پر گذرتے تو فرماتے تھے السلام علیکم اھل البیت و رحمۃ اللہ و برکاتہ یرحمکم اللہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا یہ وہ وقت تھا جب یہ آیۃ انما یرید نازل ہوئی تھی آنحضرت کی ذریۃ کی خصوصیات بہت ہیں مگر عام طور پر بنی ہاشم پر سیادت کا لفظ خود حضور نے ارشاد فرمایا ہے چنانچہ دیلمی نے تحریر کیا کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا بنو عبد[2] المطلب سادات اھل الجنۃ یعنی عبدالمطلب کی اولاد اہل جنت کی سردار ہے چنانچہ ابن عدی نے یہ روایت نقل کی ہے یا علی انت سید فی الدنیا و سید فی الاخرۃ یعنی اے علی تم دنیا کے بھی سید ہو اور آخرت کے بھی سید ہو۔ اسیطرح حضرت ابوسفیان بن حرث بن عبدالمطلب کی شان میں حضور نے فرمایا ہے ابوسفیان[3] سید شباب اھل الجنۃ یعنی ابوسفیان

---

[1] ناصر العترۃ الطاہرہ صفحہ ۲۵ [2] ینابیع المودۃ از جامع الصغیر جلال الدین سیوطی صفحہ ۱۵۰۔
[3] روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۱۱ نولکشور

جلسا اہل جنت کے سردار ہیں اور اولاد عبد المطلب کو آثار یا سید کے لقب سے ملقب کیا ہے چنانچہ جناب حضرت حمزہ عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا سید الشہداء حمزہ یا نحن بنو عبد المطلب سادات اہل الجنۃ انا وحمزہ وعلی وجعفر والحسن والحسین والمہدی یعنی ہم اولاد عبد المطلب سرداران جنت سے ہیں میں اور حمزہ اور علی جعفر حسن حسین ۔ مہدی یا حضرت علی اور حضرت عباس کے لیے ارشاد فرمایا کہ انا سید ولد آدم و نعما سید العرب اور حضرات سبطین مکرمین علی نبینا وعلیہما السلام کی بابت ارشاد فرمایا ہے ۔ سید اشباب اہل الجنۃ الحسن والحسین اور حضرت فاطمہ زہرا کی بابت ارشاد ہے سیدۃ نساء اہل الجنۃ فاطمہ ۔ غرض اصطلاح اہل مصر میں بھی علاوہ ذریۃ حضرت سیدہ اور دیگر اہلبیت پر بھی لفظ شریف یا سید بولا جاتا ہے چنانچہ عیون الانبار فی طبقات الاطبا میں لکھا ہے قال الشریف ابو یعلی محمد بن الهبارية العباسی قصیدۃ یعنی شریف ابو یعلی محمد بن ہباریہ عباسی نے فلاں قصیدہ کہا پس لفظ شریف یا سید کا اطلاق تمام اہلبیت پر ہوتا ہے یعنی آل علی آل عباس آل جعفر آل عقیل پر چنانچہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں وھولاء ھم الاشراف حقیقۃ عند سائر الامصار وتخصیص الشریف بآل علی فقط اصطلاح لاھل مصر یعنی حضرت عباس حضرت جعفر طیار حضرت عقیل کی اور حضرت علی کی اولاد تمام اسلامی شہروں میں شریف کے لقب سے ملقب ہے اور تخصیص کرنا شریف کو حضرت علی کی اولاد کے ساتھ یہ اہل مصر کی اصطلاح ہے ۔ ہندوستان میں بھی اہل مصر کا اثر پڑا کہ یہاں بھی خاندان نبوت کے لوگوں کو سوائے حضرت سیدہ کی اولاد کے شیخ کے لقب سے پکارتے ہیں جس کی کہیں اصل نہیں معلوم ہوتی تمام عرب یہانتک کہ ایران وغیرہ میں یہ لوگ سیدہ کے لقب سے پکارے جاتے ہیں کیونکہ آل عباس آل ابو طالب آل حارث میں پانچ خصوصیتیں ایسی پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے یہ تمام قریش میں ممتاز ہیں (۱) یہ لوگ اہلبیت و آل محمد

اہلبیت کی خصوصیتیں

لے ینابیع المودۃ از صواعق محرقہ صد ۲۵۱

صلی اللہ علیہ وسلم میں ہیں بالاجماع کیونکہ مومنین بنی ہاشم و مطلب آپکی آل ہیں جیسا صحیح مسلم میں حضرت زید ابن ارقم کی روایت سے معلوم ہوتا ہی (۲) بوجہ اہلبیت ہونے کے ان پر صدقہ حرام ہی (۳) موافق اصطلاح قدیم اشراف و سادات کا اطلاق انپر ہوتا ہی اگرچہ اہل مصر نے ذریۂ امام حسن و امام حسین علی نبینا و علیہم السلام پر خاص کر لیا ہی مگر جیسا اوپر لکھا جاچکا اصطلاح اہل مصر میں بھی تمام بنی ہاشم یعنی آل عباس آل ابوطالب آل حارث پر برابر لفظ سید کا اطلاق ہوتا ہی اور اولاد فاطمہ زہرا بوجہ ذریۃ ہونے کے یہ سید السادات ہیں (۴) یہ لوگ خمس اور ذوی القربیٰ کے مستحق ہیں بالاجماع - (۵) بنوالعم بھی تمام قرابتوں پر قیاس کرتے ہوئے اولاد میں شامل ہیں چنانچہ صاحب کشاف لکھتے ہیں اس آیت کی تفسیر میں فات ذا القربیٰ حقہ یعنی تو اپنے رشتہ دار اور ناتے والے کو اُسکا حق دے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لانفقۃ بالقرابۃ الا علی الولد والوالدین قاس سائر القرابات علی ابن العم لانہ لاولادبینہم یعنی قرابت کا خرچ نہیں ہی مگر اوپر بیٹے اور ماں باپ کے اور تمام رشتہ داری پر قیاس کرتے ہوے ابن عم پر بھی کیونکہ ابن عم بھی عرب میں اولاد میں شامل ہوتا ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو پرورش کیا اور حضرت عباس نے حضرت جعفر کو جیسے اولاد کو کرتے ہیں - عن[۲] دحیۃ الکلبی قال قدمت من الشام فاھدیت الی النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم فاکھۃ یابسۃ من فستق ولوز وکعک فوضعتہ فقال اللھم ایتنی باحب اھلی الیک اوقال الی یاکل معی من ھذا فطلع العباس فقال ادن یا عم فالی سألت اللہ ان یاتینی باحب اھلی الی او الیہ یاکل معی من ھذا فاقبل فجلس واکل حضرت دحیہ کلبی سے روایت ہی کہ کہتے تھے میں شام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہدیہ لایا جس میں کچھ پھل خشک تھے پستہ بادام اور کچھ شیرمال مینے ان اشیا کو

حضرت دحیہ کلبی کا ہدیہ اور آنحضرت کی دعا -

[۱] تفسیر کشاف مطبوعہ مصر صفحہ ۱۹ جلد ۲ [۲] کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال صفحہ ۵۳ مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن

آنحضرت کے سامنے رکھدیا تو حضور نے فرمایا اے اللہ میرے اہلبیت میں مجھ زیادہ محبوب ہی نزدیک
جو میرے ساتھ یہ پھل کھائے اتنے میں حضرت عباس آنکلے پس حضور نے فرمایا اے عم قریب
ہو جئے بیشک اللہ سے عرض کیا تہا کہ جو میرے اہلبیت میں تیرے نزدیک محبوب ہو اسکو
میرے پاس بہیجدے یا یہ الفاظ فرمائے کہ میرے اہلبیت میں سے میرے پاس بہیجدے
جو میرے ساتھ بیٹھکر کھائے پس آپ آگئے غرض حضرت عباس آنحضرت کے پاس
بیٹھے اور وہ فواکہات تناول فرمائے عن[۱] ابن عباس قال امر النبی صلے اللہ علیہ وسلم
المہاجرین والانصار ان یصفوا صفین ثم اخذ بید علی و بید العباس ثم
مشی بینہم ثم ضحک النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ علی عم ضحکت یا رسول
اللہ قال ان جبرئیل اخبرنی ان اللہ باھی بالمہاجرین والانصار و اہل السموات
السبع و باھی بک یا علی و یا عباس حملۃ العرش یعنی حضرت ابن عباس سے روایت
ہی کہ حکم دیا حضور سرور عالم نے مہاجرین و انصار کو کہ وہ صفیں بنائیں پھر حضرت علی اور حضرت
عباس کا ہاتھ پکڑا اور آپ ان لوگوں کے پاس تشریف لے چلے اسکے بعد آپ ہنسے حضرت
علی نے عرض کیا کہ کس چیز نے آپ کو ہنسایا یا رسول اللہ آپنے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھکو خبر
دی ہی کہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین و انصار پر فخر کیا اور ساتوں آسمان والوں نے اور اے
علی اور اے عباس تم پر حاملان عرش نے فخر کیا۔ اللہ اکبر کیا مرتبہ ان لوگوں کا تہا۔

آنحضرت کا حضرت علی و حضرت عباس سے نہایت خوش ہونا۔

عن[۲] العباس قال جئت انا و علی الی النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم فلما رانا قال
انتما سیدا ولد ادم انتما سید العرب حضرت عباس سے روایت ہی کہ میں
اور حضرت علی آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے جب ہمکو آنحضرت نے دیکھا تو فرمایا تمہیں
مبارک ہو ہیں تمام آدمیوں کا سردار رہوں اور تم دونوں عرب کے سردار رہو۔ عن[۳] ابی ھیاج
عن ابیہ ابی سفیان بن الحارث قال الیوم علمت ان العباس سید العرب لعبد رسول اللہ

حضرت عباس و حضرت علی کی سیادت

حضرت عباس سید العرب ہونا

---

۱ کنز العمال صفحہ ۳۰۲ ۲ کنز العمال صفحہ ۲۰۷ ۳ کنز العمال صفحہ ۲۷۹

وانہ اعظم الناس منزلۃ عند رسول اللہ حین احصرۃ قریش باصلہا فقال لان
قتلوا لا استبقی منہم احدا ابداً وقال فی حمزۃ حین قتل ومثل بہ لئن بقیت لامثلن
بثلاثین من قریش وقال المکثر بسبعین یعنی ابی سباج اپنے والد ابوسفیان بن حارث
سے روایت کرتے ہیں کہ کہا آج میں نے جانا کہ حضرت عباس سید العرب ہیں بعد آنحضرت
کے اور آنحضرت کے نزدیک تمام آدمیوں کے اعتبار سے بڑا مرتبہ رکھتے ہیں جس وقت تمام
قریش نے حضرت عباس کو گھیر لیا تھا تو آپ نے فرمایا البتہ اگر حضرت عباس کو قتل کردیا تو میں
قریش میں سے اُن لوگوں کو ایک کو بھی نہیں چھوڑونگا چنانچہ حضرت امیر حمزہؓ جب شہید ہوئے
ہیں اور انکا کلیجہ چبایا گیا ہے اور مثلہ کیا گیا ہے تو آپ نے فرمایا تھا اگر میں زندہ رہا تو میں کو مکثر
کہتے ہیں ستر آدمیوں کو قریش میں سے قتل کرونگا فتح مکہ کے روز حضرت خالد بن ولید
کے ہاتھ سے خدا نے آپ کی قسم پوری کردی اور ستر آدمی مارے گئے عن[1] علی قال
لما فتح اللہ علی رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ صلی بالناس الفجر من صبیحۃ ذلک
فضحک حتی بدت نواجذہ فقالوا یا رسول اللہ ما رأیناک ضحکت مثل ھذہ
الضحکۃ فقال ومالی لا اضحک وھذا جبرئیل یخبرنی عن اللہ ان اللہ تعالی باھی
بی وبعمی العباس وباخی علی ابن ابیطالب سکان الھوی وحملۃ العرش وازواج
النبیین والملائکۃ ست سموات وباھی بامتی اھل سماء الدنیا یعنی حضرت علی سے روایت
ہے کہ جب اللہ تعالی نے مکہ کو فتح کردیا تو اس کی صبح کو جب فجر کی نماز آپ نے پڑھی تو نماز
کے بعد آپ ہنسے اتنا کہ دندان مبارک کھل گئے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے
کبھی آپ کی ایسی ہنسی نہیں دیکھی تو حضور نے فرمایا میں کیوں نہ اس خوشی میں ہنسوں کہ حضرت
جبرئیل نے اللہ پاک کی طرف سے مجھے خبر دی ہے کہ اللہ برتر نے میرے اور میرے چچا
حضرت عباس اور میرے بھائی علی ابن ابی طالب پر فخر کیا اور سکان ہوا اور حاملان عرش

(حاشیہ: آنحضرت کا حضرت عباس حضرت علی کی تعریف [illegible])

[1] کنز العمال صفحہ ۱۰

اور انبیاء علیہم السلام کی ازواج اور آسمانوں کے فرشتوں نے اور میری امت پر آسمان دنیا کے فرشتوں نے فخر کیا۔ عن[1] سہل بن سعد قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوما بطریق مکۃ فی یوم صائف فاشتد الحر فنزل منزلا فدعا بماء لیغتسل فقام العباس بکساء من صوف فسترہ قال سہل نظرت الی رسول اللہ من جانب الکساء وھو رافع راسہ وفی لفظ یدیہ الی السماء یقول اللھم استر العباس وولدہ من النار ۔ یعنی سہل بن سعد سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مکہ کی ایک راہ سے گذرے ایسے دن جو بہت گرمی اور سخت حدت کا دن تھا پھر ایک جگہ ٹھہرے اور پانی غسل کے لیے منگایا حضرت عباس چادر صوف کی لیکر کھڑے ہو گئے اور آپ کا پردہ کر لیا سہل کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت کے چہرہ مبارک کو پردہ کی جانب سے دیکھا کہ آپ سر بلند کیے ہوئے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے آسمان کی طرف کو اور فرماتے تھے اے اللہ حضرت عباس اور حضرت عباس کی اولاد کو نار دوزخ سے اسی طرح چھپانا جس طرح سے مجھے انہوں نے چھپایا۔ عن[2] ابن مسعود قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخذ بید العباس بن عبد المطلب قال ھذا عمی و صنو ابیہ وسید عمومتی من العرب وھو معی فی السنام الاعلی من الجنۃ حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت کو دیکھا کہ حضرت عباس کے ہاتھ کو پکڑ کر اونچا کیا اور فرمایا یہ میرے عم ہیں میرے باپ کی مثل ہیں اور میرے اعمام میں عرب کے سردار ہیں اور وہ میرے ساتھ ہونگے جنت کے درمیانی اعلیٰ حصہ میں۔ عن[3] علی قال قال رسول اللہ للعباس بن عبد المطلب عمی وصنو ابیہ من شاء فلیباھی بعمہ یعنی حضرت علی سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس بن عبد المطلب کے لیے یہ میرے عم ہیں

حضرت عباس کا آنحضرت کو غسل میں پردہ کرنا اور آنحضرت کی دعا

آنحضرت کا ملنا حضرت عباس سے

---

[1] کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال جلد ۷ صفحہ ۶۸ مطبع دائرۃ المعارف دکن [2] ابن النجار از کنز العمال صفحہ ۶۸

[3] کنز العمال صفحہ ۶۹

حضرت عباس کے ہاتھ پیر کو حضرت علی کا بوسہ دینا۔

میرے باپ کی مثل ہیں جو شخص چاہے پس اپنے عم کے ساتھ فخر کرے اور مجھکو نہیں پہونچ سکتا۔ عن صہیب قال رأیت علیاً یقبل ید العباس ورجلہ[1] یعنی حضرت صہیب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو دیکھا کہ حضرت عباس کے ہاتھ اور پیر کو بوسہ دیتے تھے۔ عن ابن شہاب قال ابوبکر وعمر فی ولایتہما لایلقی العباس منہما واحد وہو راکب الانزل عن دابتہ وقادہا ومشی مع العباس حتی یبلغ منزلہ او مجلسہ فیفارقہ۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر الصدیق وحضرت عمر الفاروق اپنی اپنی خلافتوں کے زمانہ میں اگر سوار ہونے کی حالت میں حضرت عباس سے ملتے تھے تو سواری سے اتر آتے تھے اور اسکو کھینچتے اور حضرت عباس کے ساتھ ساتھ چلتے یہانتک کہ انکے گھر تک یا بیٹھنے کی جگہ تک پہنچاتے تب جدا ہوتے۔

آنحضرت کا حضرت عباس کے ساتھ آواز پست کرنا

عن عائشہ[2] قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جالساً مع اصحابہ ومجلسہ ابوبکر وعمر فاقبل العباس فاوسع لہ ابوبکر فجلس بین النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبین ابوبکر فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما یعرف الفضل لاہل الفضل اہل الفضل ثم اقبل العباس علی النبی یحدثہ فخفض النبی صلی اللہ علیہ وسلم صوتہ شدیداً فقال ابوبکر لعمر قد حدث برسول اللہ علۃ فقد شغلت قلبی فمازال العباس عند النبی حتی فرغ من حاجتہ وانصرف فقال ابوبکر یا رسول حدثت بک علۃ الساعۃ قال لا قال فانی قد رأیتک قد خفضت صوتک شدیداً قال ان جبرئیل امرنی اذا العباس ان اخفض صوتی کما امرکم ان تخفضوا اصواتکم عندی۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ کہتی ہیں کہ ایکبار آنحضرت معہ اصحاب کے کہ آپکے پہلو میں حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت عباس تشریف لائے تو حضرت ابوبکر نے جگہ وسیع کردی اور حضرت عباس آنحضرت کے پہلو میں بیٹھ گئے

---

[1] کنز العمال از ابن المقری فی الرخصۃ فی۔ [2] کنز العمال صفحہ ۶۶

اسوقت آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ بزرگوں کی بزرگی ہی پہچانتے ہیں پھر حضرت عباس آنحضرت کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ سے باتیں کرنے لگے پس آپنے جواب میں اپنی آواز کو بہت ہی زیادہ پست کردیا تھا یہاں تک کہ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کو کوئی مرض لاحق ہوگیا اس خیال سے میرے دل پر چوٹ سی لگ رہی ہے غرض حضرت عباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ اپنے ضروری امور سے فارغ ہوگئے تو تشریف لے گئے حضرت عباس کے تشریف لیجانے کے بعد حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کہ اسوقت آپ کو کوئی مرض لاحق ہوگیا تھا کہ یکایک آپ کی آواز اسقدر پست ہوگئی حضور نے فرمایا نہیں انہوں نے عرض کیا کہ میں دیکھ رہا تھا کہ آپ بہت ہی ہلکی آواز سے باتیں کرتے تھے حضور نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل نے مجھکو حکم دیا ہے کہ جب حضرت عباس تشریف لاویں تو میں اُنکے سامنے اپنی آواز کو پست کیا کروں جس طرح تم لوگونکو یہ حکم ہے کہ میری آواز سے اپنی آوازوں کو میرے سامنے پست کیا کرو۔ اللہ اکبر حضرت عباس کی کیا شان تھی مگر ساتھ ہی حضرت عباس کے دل میں جو عظمت آنحضرت کی تھی اُسکا کچھ بیان نہیں ہوسکتا خدا نے اُنکے قلب کو ایسا روشن کردیا تھا کہ اپنے آپ کو ادنی خادم سمجھتے تھے چنانچہ حضور[۱] نے ایک بار حضرت عباس سے فرمایا۔ یا عباس انت اکبر منی یعنی اے میرے چچا آپ تو مجھ سے عمر میں بڑے ہیں حضرت عباس نے عرض کیا انا اسن و رسول اللہ اکبر یعنی میری عمر آپ سے زیادہ ہے باقی رسول مجھ سے بڑے ہیں سبحان اللہ کیا ان خدا کے برگزیدہ لوگوں کا ادب تھا عن[۲] جابر ان رجلا

اغلظ للعباس فغضب رسول اللہ وقال للرجل اما علمت ان عم الرجل صنو ابیہ یعنی حضرت جابر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عباس پر سختی کی یہ دیکھکر آنحضرت کو جلال آگیا اور اُس شخص سے فرمایا کیا تم جانتے نہیں کہ ہر شخص کا چچا اُسکے باپ کی مثل ہوتا ہے

آنحضرت کے سامنے حضرت عباس کا ادب

---

[۱] کنز العمال ص ۶۸

[۲] کنز العمال ص ۶۸

عن ابن عباس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس جلس ابوبکر عن یمینہ فابصر ابوبکر العباس یوماً مقبلاً فتنحی لہ عن مکانہ ولم یرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ماخالک یا ابابکر فقال ھذا عمک یا رسول اللہ فسرّ بذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی رئی ذالک فی وجھہ یعنی حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ کہا کہ حضور سرور عالم جب اجلاس فرمایا کرتے تھے تو حضرت ابوبکر دہنی طرف بیٹھا کرتے تھے ایک دن حضرت ابوبکر الصدیق نے حضرت عباس کو تشریف لاتے ہوئے دیکھ لیا آپ اپنی جگہ سے علیحدہ ہو کر بیٹھ گئے اور آنحضرت نے حضرت عباس کو دیکھا نہ تھا تو حضرت ابوبکر سے دریافت فرمانے لگے کہ تم کیوں اپنی جگہ سے علیحدہ ہو گئے حضرت ابوبکر نے عرض کیا یہ آپکے عم بزرگوار تشریف لا رہے ہیں یہ سنکر آنحضرت بہت خوش ہوئے یہانتک کہ اس خوشی کے آثار آپکے چہرہ پر ظاہر ہونے لگے سبحان ان خاصان خدا کے یہ ادب و لحاظ تھے عن عبد اللہ بن عباس قال کان

حضرت عمر کا ادب حضرت عباس کے ساتھ

للعباس میزاب علی طریق عمر فلبس عمر ثیابہ یوم الجمعۃ وقد کان ذبح العباس فرخان فلما وافی المیزاب صب فیہ من دم الفرخین فاصاب عمر فامر عمر بقلعہ ثم رجع فطرح ثیابہ ولبس غیرھا ثم جاء فصلی بالناس فاتاہ العباس فقال واللہ انہ للموضع الذی وضعہ رسول اللہ فقال عمر للعباس عزمت علیک لما صعدت علی ظہری حتی تضعہ فی الموضع الذی وضعہ رسول اللہ ففعل ذلک العباس ۔۔

حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ کہتے تھے کہ حضرت عباس کے مکان کا پرنالہ حضرت عمر کے آمد و رفت کے راستہ پر تھا جمعہ کے دن حضرت عمر کپڑے بدلکر نماز کے لیے آئے تھے اس روز حضرت عباس نے دو چوزے ذبح کیے تھے اور ان کا خون پرنالے میں بہا دیا تھا کہ حضرت عمر جب پرنالے کے پاس پہونچے ہیں سارے کپڑے ان کے خراب ہو گئے حضرت عمر نے حکم دیا کہ اس پرنالہ کو توڑ دیا جاوے پھر مکان گئے اور دوسرے کپڑے بدل آئے

[illegible]

اور نماز پڑہائی نماز کے بعد حضرت عباس کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ یہ وہ پرنالہ تہا کہ آنحضرت نے اُسکو اپنے دست مبارک سے قائم کیا تہا حضرت عمر نے فرمایا کہ میں آپکو قسم دیتا ہوں کہ میری پیٹ پر سوار ہوکر اس پرنالے کو اسی جگہ رکہ دیجئے۔ جہاں حضور نے رکہا تہا۔ حضرت عباس نے ایسا ہی کیا [1] عن ابن عباس قال لما حاصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الطائف خرج رجل من الحصن فاحتمل رجلا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم لیدخل الحصن فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یستنقذہ فلہ الجنۃ فقام العباس فمضی فقال النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم امض ومعک جبرئیل ومیکائیل فاحتملہما جمیعا حتی وضعہما بین یدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جب حضور سرور عالم نے طائف کا محاصرہ کیا ہے تو ایک شخص حصن سے نکلا اور آپکے اصحاب رسول اللہ میں سے اٹھالیا تاکہ اُسکو حصار کے اندر لیجاے پس آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اسکو چھوڑا لائیگا اُسکے لیے جنت ہے یہ سنکر حضرت عباس کھڑے ہوے اور چلنے لگے تو آنحضرت نے ارشاد فرمایا جاے آپکے ساتہ حضرت جبرئیل حضرت میکائیل ہیں پس گئے حضرت عباس اور اُن دونوں کو اکٹھا اٹہا کر آنحضرت کے سامنے رکہدیا۔

[2] عن ابن عباس قال جاء رسول اللہ الی العباس یعودہ فدخل علیہ واقیما علی سریر لہ فاخذ بیدا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاقعدہ فی مکانہ فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم رفعک اللہ یا عم۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس کی عیادت کو تشریف لائے اور حضرت عباس اپنے تخت پر بیٹھے ہوئے تھے (جب آنحضرت کو دیکہا) تو آپکا دست مبارک پکڑکر اپنی جگہ بٹہایا پس فرمایا اُنکے لیے آنحضرت نے اے میرے عم اللہ تعالی آپکے مرتبہ کو بلند فرمائے

---

[1] کنز العمال صفحہ ۶۷ [2] کنز العمال صفحہ ۶۷

[1] حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب فرماتے ہیں کہ ایک بار میں آنحضرت کے ساتھ تھا تو میں نے دیکھا کہ سرداران قریش میں سے چند لوگ ایک پتھر کے اٹھانے کے لیے کوشش کر رہے ہیں آنحضرت نے اُن سے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ یہ خیال کرتے ہو کہ زور آوری یہ ہے کہ بڑے بھاری پتھر کو اٹھا لو نہیں بلکہ قوت یہ ہے کہ غصہ کو پی جاؤ اسکے بعد ایک بڑا بھاری پتھر جبل ابوقبیس پر سے نیچے کو گرا دیا اور ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کون شخص ہے کہ اُسے اٹھائے اور فرمایا سب اکٹھے ہو کر اُسے اٹھاؤ مگر میرے عم حمزہ و عباس و ابن عم علی ان میں شامل نہ ہوں ابوجہل نے پس کہا کہ تم نے اپنے اعمام کے ساتھ اس لڑکے (یعنی حضرت ولایت مآب) کو کیوں شامل کیا اور مذاق کیا آنحضرت نے فرمایا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے یعنی حضرت ولایت مآب کا رتبہ اور اُس وقت آپ نے ارشاد فرمایا اے علی لاحول پڑھ کر اس پتھر کو اٹھاؤ حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے بہت آسانی سے اس پتھر کو اٹھا لیا اسکے بعد حضرت علی نے فرمایا ما نازنان گنج الٰہی و دو ارشادات وحی سماوی [illegible] لا جرم جذبہ از جذبات رحمانی مدد فرماید۔ یعنی ہم خدا کے خزانہ کے کلید بردار ہیں اور وحی آسمانی کے وارث خود خداوند کی جذبہ ہماری مدد فرماتا ہے حضرت امیر حمزہ و حضرت عباس کی روحانی قوت بھی ایسی ہی تھی اسی وجہ سے آنحضرت نے ان حضرات کو مستثنیٰ کر دیا تھا۔

[2] اخرج البزار۔ ابن عدی، بیہقی۔ ابونعیم عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال للعباس فیکم النبوۃ والمملکۃ۔ بزار، ابن عدی، بیہقی، ابونعیم نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے [illegible] فرمایا حضرت عباس سے کہ تم میں نبوت اور مملکت ہے۔ [illegible] ابن عباس [illegible]

[3] قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہم اغفر للعباس ولابن العباس

---

[1] روضۃ الصفا ج ۲ ص ۲۹۲ [2] خصائص الکبریٰ صفحہ ۱۱ ج ۲

[3] کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال

ولمن احبہم۔ حضرت ابن عباس حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اے اللہ عباس کی مغفرت کر اور عباس کی اولاد کی اور جو شخص انسے محبت رکھے عن اسحاق ابن ابراہیم بن عبد اللہ بن حارثۃ بن النعمان عن ابیہ عبد اللہ بن حارثہ قال لما قدم صفوان بن امیہ بن خلف المدینۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم علی من نزلت یا اباوہب قال علی العباس قال نزلت علی اشد قریش لقریش حباً۔ اسحق ابن ابراہیم بن عبد اللہ بن حارثہ بن نعمان اپنے والد عبد اللہ بن حارثہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب صفوان بن امیہ بن خلف مدینہ میں آئے پھر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپنے فرمایا اے ابو وہب تم کہاں ٹھہرے ہو انھوں نے عرض کیا حضرت عباس کے مکان پر آپنے فرمایا کہ تم ایسے شخص کے پاس ٹھہرے ہو جو قریش میں سے قریش کے حق میں نہایت شفقت و لحاظ رکھنے والا ہو۔

عن ابن عباس ان رجلا وقع فی قرابۃ للعباس کان فی الجاہلیۃ فلطمہ العباس فجاء قومہ فقالوا واللہ لنلطمنہ فقال النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم العباس منی وانا منہ۔ لاتسبوا اموتنا فتؤذوا احیانا۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ایک شخص نے اپنے کسی رشتہ داری کے باعث حضرت عباس سے سختی کی تھی تو حضرت عباس نے ایک طمانچہ اسکے مار دیا تھا اسنے اپنی قوم سے شکایت کی تو وہ مع اپنی قوم کے آیا اور اسنے کہا کہ ہم ضرور حضرت عباس سے اس طمانچہ کا بدلا لینگے اس وقت حضور سرورِ عالم نے ارشاد فرمایا کہ عباس مجھ سے ہیں اور میں اسے ہوں پھر ارشاد فرمایا تم جانتے ہو کہ ان کو گالی دینے سے ... [illegible] ... کو تکلیف پہنچے گی

... [illegible] ... اللہ علیہ والہ ... [illegible] ...

... [illegible] ...

الفضل فلانالہ شفاعتی حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت نے حضرت عباس سے کہ جو شخص آپ سے محبت رکھیگا اُسکو میری شفاعت پہنچیگی اور جو شخص آپ سے بغض رکھیگا اُسکو میری شفاعت نہیں پہنچیگی۔

قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ حضرت عثمان کی خلافت میں ایک شخص نے حضرت عباس کی حقارت کی تو حضرت عثمان نے اُسکے کوڑے لگائے تو کسی نے آپ سے اسکے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ایفخم رسول الله عمه وارخص فی استخفاف به یعنی رسول اللہ تو اپنے عم کی تعظیم کرتے ہوں اور میں انکی حقارت کرنیکی رخصت دوں بیشک اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف کیا جسکی میں نے سزا دیدی۔

عن محمد بن عبید الله بن ابی رافع عن ابیه عن جده قال قال رسول الله للعباس ولك یا عم من الله حتی ترضی یعنی محمد اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا آنحضرت نے حضرت عباس سے آپ کے لیے اے عم اللہ تعالیٰ کے دربار سے یہ اکرام ہے کہ آپ کی رضامندی کا خیال کیا جائیگا۔

اخرج البزاز عن العباس بن عبد المطلب قال رأیت فی المنام کان الارض تنزع الی السماء باشطان شداد فقصصت ذلك علی النبی صلی الله علیه وآله وسلم فقال ذاك وفاة ابن اخیك۔ حضرت عباس سے روایت ہے جسکو بزاز نے نقل کیا ہے کہ کہتے تھے کہ میں نے آنحضرت کی وفات کے قبل یہ خواب دیکھا کہ زمین مضبوط رسیوں میں جکڑی ہوئی آسمان کی طرف کھینچی جارہی ہے میں نے اس خواب کو آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا آپنے فرمایا یہ تمہارے بھتیجے کے انتقال کی خبر دیتی ہے۔ اللہ اکبر حضرت عباس چونکہ سراج اولیاء تھے آپکو پہلے سے آنحضرت کی وفات کا علم دیدیا گیا تھا۔

صاحب ناسخ التواریخ لکھتے ہیں۔ عباس ابن عبد المطلب عم رسول خدا است و سید

از سادات اصحاب علی علیہ السلام است چنانکہ در خلاصہ ورجال شیخ است و در تعلیقہ از بعضے

---

[1] کنز العمال صفحہ ۱۵ [2] ناسخ التواریخ جلد ۳- از کتاب دوم صفحہ ۶۹۵-

اخبار مذمت امیر سید و مارقع ابن شہر اور کتاب رسول خدا و کتاب خلفا وغیرہ ان بشرح
آورده ہم جسطرح حضور سرور عالم حضرت عباس کو اپنے والد کی جگہ سمجھتے تھے اسیطرح اپنی چچی
صاحبہ حضرت ام الفضل کو اپنی والدہ کی برابر سمجھتے تھے چنانچہ استیعاب میں ہے جسکو حضرت
زید بن علی بن حسین سلام علیہم نے روایت کیا ہے کہ ما وضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
الہ وسلم راسہ فی حجر امرأة لا تحل له بعد النبوة الا ام الفضل زوج العباس
یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک کسی عورت کی گود میں نہیں رکھا بعد نبوت
کے مگر حضرت ام الفضل زوجہ حضرت عباس حضرت ام الفضل آپکے سر میں کنگھا کرتی تھیں آنکھوں
میں سرمہ لگاتی تھیں - ایک بار سرمہ لگانے میں حضرت ام الفضل کی آنکھوں سے آنسو
نکل پڑے آنحضرت نے دریافت فرمایا کہ خیر ہے انہوں نے عرض کیا کہ خدا نے آپ کی
رحلت کی خبر دی ہے کاش ہمارے لیے آپ وصیت فرما دیتے - حضور نے فرمایا کہ میرے
بعد تم لوگ مغلوب و ضعیف ہو جاؤ گے - چنانچہ بعد آنحضرت کے خاندان نبوت پر گوناگوں
مصائب کا سامنا ہوا یہاں تک کہ خداوند کریم کے فضل سے آل عباس میں خلافت آگئی

ذکر اولاد سیدنا ابو الفضل حضرت عباس عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عباس کے دس صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں جنکے اسمائے
گرامی یہ ہیں - حضرت فضل حضرت عبد اللہ حضرت عبید اللہ حضرت قثم حضرت عبد الرحمن
حضرت معبد - یہ چھ صاحبزادے حضرت لبابہ الکبری کے بطن سے تھے انہیں پر حضور
سرور عالم نے ساتوں بار کہ حضرت عباس کے ہمراہ ڈالی تھی اور انگی اور حضرت عباس کی طرف
اشارہ فرما کر یہ الفاظ فرمائے تھے یعنی اللہم صل علیہ وهؤلاء اهل بیتی وعترتی

ﷺ [illegible]

فاسترھم من النار کسترھم ایاھم یعنی دعاء مغفرت کے بعد حضور نے یہ فرمایا تھا کہ یہ میرے عم ہیں اور مثل میرے والد کے ہیں اور یہ لوگ میرے اہلبیت اور میرے عزیز ہیں خدایا انکو نار دوزخ سے اسطرح چھپا جسطرح میں نے اپنی چادر سے انکو چھپایا ہے۔ باقی صاحبزادے اور بیبیوں سے تھے وہ یہ ہیں۔ حارث کثیر۔ عوف تمام صبیح۔ اور صاحبزادیاں یہ ہیں۔ ام حبیبہ یہ حضرت فضل کی حقیقی بہن تھیں۔ آمنہ صفیہ۔ یہ دیگر ازواج سے تہیں۔

ذکر حضرت ابو محمد فضل ابن عباس رضی اللہ عنہ

حضرت فضل کی کنیت ابو محمد تھے۔ حضرت عباس کے بڑے صاحبزادے یہی تھے انہیں کے نام سے کنیت ابو الفضل ہوئی۔ یہ نہایت حسین وجمیل تھے اور بہادر بھی ایسے تھے کہ بڑے بڑے معرکوں میں سب سے آگے ہوتے تھے۔ سخی بھی اعلیٰ درجہ کے تھے۔ انکے حسن کی عرب میں شہرت تھی۔ یہ مشہور تھا کہ من اراد الجمال والفقہ والسخاء فلیأت دار العباس۔ یعنی جو شخص چاہے کہ حسن۔ علم۔ سخاوت (کو ایک جگہ جمع دیکھے) وہ حضرت عباس کے دولت خانہ پر چلا جائے حسن حضرت فضل کا اور فقہ حضرت ابن عباس اور جود وسخاوت حضرت عبید اللہ کی حضرت لبابۃ الکبریٰ چونکہ قدیمۃ الاسلام تہیں حضرت عباس سے پہلے ایمان لاچکی تہیں انکی حقیقی اولاد تھی سب مسلمان تھی یہ بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے ایمان لائی ہیں۔ حضرت فضل کی پیدائیش زمانہ اسلام میں ہوئی ہے بچپن سے ہی انوار وبرکات نبوت سے منور ہوتے رہے ہیں۔ فتح مکہ کے دن ایک فوج اسلامی کے افسر تھے ابوسفیان کے پاس جب ہو کر گذرے ہیں تو انکی شجاعت ومردانگی کو دیکھکر وہ دنگ ہوگئے تھے جنگ حنین میں باوجود اسکے کہ چاروں طرف سے آنحضرت پر کفار ونکی

سلہ الاستیعاب صہ ۱۶

پورش تھی اور اُنکے دہوکہ بازی کی وجہ سے لشکر اسلام متفرق ہو گیا تھا مگر چند تن اہلبیت کے جن میں حضرت فضل بھی تھے کہ نہایت استقلال سے آنحضرت کی خدمت حفاظت کو انجام دے رہے تھے حجۃ الوداع کے روز حضرت فضل کو بھی یہ شرف حاصل ہوا تھا کہ آنحضرت کے ردیف تھے یعنی آپ کے ناقہ پر آپ کے ہمراہ سوار تھے یہ وہ وقت تھا کہ ہزاروں ہزار مقدس حضرات آنحضرت کے چاروں طرف تھے ادہر اہلبیت اطہار اُدہر صحابہ کبار اسوقت خدا کی رحمت و انوار و برکات کا مینہ برس رہا تھا اور آپ محبوبانہ شان سے اپنے پیارے بھائی حضرت فضل کو لیے ہوئے تشریف لیجا رہے تھے۔ سلطان خوباں میرود گردش ہجوم عاشقاں۔ چابک سواراں یک طرف مسکیں گدایاں یک طرف۔ چونکہ آنحضرت کا یہ حج آخری حج تھا اور فتح مکہ کے بعد آپ نے کوئی حج نہیں کیا تھا چاروں طرف سے لوگ جوق جوق نہایت جوش اسلامی اور محبت رسول اللہ کے باعث چلے آتے تھے ایسا بہا مجمع دنیا کو پھر نصیب نہیں ہوا۔ احادیث کی کتابوں بخاری شریف وغیرہ میں ہے کہ اسی وقت پر ایک خثعمیہ عورت نے آنحضرت سے مسئلہ پوچھا ہے کہ میرا باپ بوڑھا ہو گیا ہے یہانتک کہ سواری پر بیٹھنے کی قابلیت نہیں رکھتا کیا میں اُس کی طرف سے حج کروں۔ آپ نے فرمایا نعم یعنی ہاں بعض روایتوں میں ہے کہ وہ عورت حضرت فضل کے جمال و خوبی پر بار بار نظر ڈالتی تھی اور چونکہ وہ بھی حسین تھی حضرت فضل کی نگاہ بھی اُس پر پڑتی تھی تو آنحضرت اپنے دست مبارک سے حضرت فضل کے منہ کو اس کی طرف سے پھیر دیتے تھے شیخ حسن کی کشش ہے جس میں انسان مجبور ہو جاتا ہے مگر جب رسول اللہ جیسا مرشد سامنے ہو تو اُسکا کچھ برا اثر قلب پر نہیں پڑسکتا۔ علاوہ ان کے بقول شخصے ؎

تیز با ظل اہل صفا نکتہ از نظر بازی تصرفیست ہر گز در دل آئینہ صورت ہا

تازہ الفت تھا اور دنیا ہے کہ غیر محرم عورت پر نظر ڈالی جائے اسی بنا پر آنحضرت اپنے دست مبارک سے حضرت فضل کے منہ کو دوسری جانب پھیر دیا کرتے تھے چنانچہ حضور نے ارشاد فرمایا

دائت شابا وشابۃ فلم آمن علیہما الشیطن یعنی ہنے جوان مرد اور جوان عورت کو دیکھا
پس ہیں نہ امن میں ہوا ان دونوپر شیطان سے عن ابن عباس قال قدمنا رسول اللّٰہ
صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ المزدلفۃ اغیلمۃ بنی عبد المطلب علی حمرات فجعل یلطح
افخاذنا ویقول ابینی لاترموا الجمرۃ حتی تطلع الشمس رواہ ابوداود والنسائی وابن
ماجہ اسی حجۃ الوداع میں ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت لیلۃ المزدلفہ میں
بنو عبد المطلب جو نوعمر تھے انکے پاس تشریف لائے حمرات کے موقع پر پس ہماری رانیں
سہلاتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے اے میرے چھوٹے بیٹو سورج نکلنے
سے پہلے تم رمی جمار نہ کرنا حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ آنحضرت جب سقایہ پر تشریف
لائے جہاں حضرت عباس آب زمزم لوگوں کو پلاتے تھے تو آپ نے پانی طلب کیا۔
حضرت عباس نے اپنے صاحبزادے حضرت فضل سے فرمایا کہ تم اپنی والدہ کے
پاس جاؤ اور پانی پینے کا برتن لے آؤ تاکہ آنحضرت کو پانی پلایا جاوے آنحضرت نے
فرمایا کہ پانی پلاؤ حضرت عباس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ لوگ اس ڈول یا اس
برتن میں ہاتھ ڈالتے ہیں آپنے فرمایا کہ پانی پلائے پس حضرت عباس نے اسی برتن
سے پانی پلایا پس آپ زمزم کے پاس آئے کہ حضرت عباس کے آدمی پانی کھینچ
رہے تھے اور لوگوں کو پلارہے تھے آپنے فرمایا کہ کام کیے جاؤ یہ بہت اچھا کام ہے
پھر آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے اسکا خیال نہوتا کہ تم مغلوب ہوجاؤگے تو میں اپنے
ناقہ سے اترتا اور اپنے کاندھے پر رسی رکھتا یعنی خود پانی کھینچکر لوگوں کو پلاتا مگر ایسا کرنے
سے لوگ تم سے اس خدمت کو چھین لیتے اسوجہ سے میں نہیں کھینچتا ایسا نہو کہ تمہاری
حق تلفی ہو اللہ اکبر کسقدر آنحضرت کو آل عباس سے محبت تھی اور کتنا انکا خیال رکھتے تھے۔
آنحضرت کی وفات کے دن حضرت فضل غسل دینے میں شریک تھے چونکہ آنحضرت نے

---

[1] مشکوۃ صفحہ ۲۲۶ مطبوعہ نظامی

غسل وغیرہ کے متعلق فرمایا تھا کہ میرے اہلبیت اس کام کو انجام دیں۔ حضرت فضل نے مرض الموت میں آنحضرت کی جیسی چاہیئے خدمت کی مسجد میں جب آپ تشریف لائے تو حضرت فضل ہی کے کاندھے پر دست مبارک تھا ایک طرف حضرت ولایت مآب جناب علی ابن ابیطالب یا حضرت عباس ہوتے تھے اور دوسری طرف یہ۔ چنانچہ ابن سعد ابو یعلی بیہقی ابو نعیم نے حضرت فضل ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شدد راسی علی اخرج الی المسجد یعنی اے فضل تم میرے سر کو باندھ دو تا کہ میں مسجد جا سکوں۔ حضرت فضل کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت کا سر مبارک باندھ دیا تو آپ مسجد کو تشریف لیچلے کہ آپ دو آدمیوں پر سہارا دیئے ہوئے منبر پر پہنچے گئے۔ اسوقت ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں بخیل ہوں اور نامردی ہوں اور سوتا بہت ہوں آپ میرے لیے دعا فرمایئے کہ یہ عیب میرے جاتے رہیں آپ نے اسکے لیے دعا فرمائی حضرت فضل کہتے ہیں کہ جب وہ شخص ہمارے ساتھ غزوات میں شریک ہوا تو لشکر میں اس سے بڑھکر سخی اور اس سے بڑھکر مرد میدان اور اس سے بڑھکر کم سونے والا کوئی آدمی نہ تھا یہ آنحضرت کی دعا کی برکت تھی۔[1] حضرت فضل بن عباس بن عبد المطلب کی شادی خود آنحضرت نے کی مہر بھی اپنے ہی پاس سے دیا انکی بی بی کا نام صفیہ بنت محمیہ بن جزد الزبیدی تھا۔ حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں اپنے بھائی حضرت فضل سے کہ آنحضرت میرے پاس تشریف لائے اور آپکے سر مبارک پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور آپنے ارشاد فرمایا خذ بیدی یعنی میرا ہاتھ پکڑ۔ حضرت فضل کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت کا دست مبارک پکڑا پس آپ تشریف لیچلے اور منبر پر بیٹھ گئے پھر ارشاد ہوا کہ لوگوں کو آواز دو میں نے آواز دی کہ سب جمع ہو گئے۔ پھر آپنے نصیحتیں فرمائیں۔ حضرت فضل بعد وفات آنحضرت کے خلافت حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالی عنہ میں برابر جہاد میں جاتے تھے بڑے بڑے سردار کنار ودکے مارے قلعہ بہنسہ کہ بڑا زبردست

---

[1] کنز العمال صفحہ ۲۷۱ [2] الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۳ [3] فتوحات بہنسہ مطبوعہ نامی صفحہ ۳۲۰

قلعہ تھا ہزاروں صحابہ وہاں شہید ہوئے ہیں بنی ہاشم نے جو جو کام وہاں کیے ہیں حیرت ہوتی ہی چنانچہ ملک بطلوس جب خود اپنی فوج کے ہمراہ لڑنے کے لیے نکلا تو کفاروں کی جمعیت ایسی تھی کہ مسلمانوں کو فتح کی امید نہیں تھی کہ یکایک حضرت فضل ابن عباس بڑھے اور جو شخص ملک بطلوس پر سونیکی بڑے بھاری صلیب کا سایہ کر رہا تھا اُسکے ایک نیزہ مارا اور صلیب کو گرادیا اُسوقت تمام رومیوں نے انکو گھیر لیا اُنہوں نے اپنے بھائیوں کو آواز دی عبداللہ بن جعفر عبداللہ بن عباس۔ جعفر بن عقیل۔ فضل بن ابی لہب ان سب ہاشمیوں نے اُن کفار کو مار کر بھگا دیا حضرت فضل بن عباس نے فوراً رکاب خالی دیکر صلیب اٹھالی اور اپنے غلام مقبل کو دیدی اور پھر لشکر کفار میں گھس گئے پھر یہ حالت تھی کہ کبھی دائیں بازو پر کبھی بائیں بازو پر جا پڑتے تھے اور صفیں کی صفیں صاف کر دیتے تھے یہانتک کہ انکی زرہ خون سے بھر گئی تھی۔ آخر جب قلعہ بہنسیں داخل ہوئے ہیں تو نہایت جوش کی حالت میں ذیل کے اشعار پڑھتے جاتے تھے۔

الا اننا السادات من آل ہاشم　　لیوث کرام طیبون الضرایب

لنا تشہد الابطال فی کل معرک　　وتذکرنا اہل الوغی فی المواسم

اذا اشتدت الہیجاء واشتبک القنا　　تری فعلنا فعل السیوف الصوارم

یعنی جو لوگ نہ جانتے ہوں وہ خبردار ہو جائیں۔ ہم سادات بنی ہاشم سے ہیں مانند شیروں بزرگ کی جو اچھے ارادے والے ہوں۔ ہماری بہادری کی داد بڑے بڑے بہادر ہر لڑائی میں دیتے ہیں اور تمام ہنگاموں میں جنگی لوگ ہمیں یاد کیا کرتے ہیں۔ جب لڑائی سخت ہوتی ہے اور نیزے آپس میں ملتے ہیں اُسوقت ہمارے کام تم دیکھو ایسے ہوتے ہیں جیسے تلواریں کاٹ کرتی ہیں۔ حضرت فضل بن عباس بڑے جوانمرد و دلاور شہسوار تھے صاحب فتوح عجم لکھتے ہیں کہ ایک بار مشرکوں کے گروہ میں گھس گئے اور بڑے بڑے لیکن انکے مارے صحابہ کہا کرتے تھے فللہ درہما لفضل بن عقبہ و المسیب بن نجبة

الفزاری والفضل بن عباس وزیاد بن ابی سفیان بن حارث الہاشمی یعنی نام
بن عقبہ مسیب بن نجبۃ الفزاری فضل بن عباس زیاد بن ابو سفیان بن حارث ہاشمی کی
کی بہادریاں قابل تعریف ہیں۔ حضرت فضل سر پر عصابہ یعنی سرپیچ سرخ باندھا کرتے تھے
اور اسیطرح زیاد بن ابی سفیان جسطرح ان دونوں کے عم بزرگوار حضرت امیر حمزہ باندھا
کرتے تھے۔ حضرت فضل ابن عباس نے اشلقم بطریق سے مقابلہ کیا وہ بڑا شہسوار اور سخت
حملہ آور شخص تھا اسکے بدن پر بیش قیمت کپڑے تھے سر پر جواہرنگار سرپیچ تھا اس نے
ہر پہلو سے حضرت فضل پر وار کیے پر اسکے وار وکو خالی دیتے رہے آخر الیاس وار قریشیہ
اور ضربتہ ہاشمیہ ماری کہ دھڑ سے سر الگ جا پڑا اگر وہ گھوڑے کی پیٹھ پر نہ رہا اور گرا
تو معلوم ہوا کہ کیلوں سے جڑا ہوا تھا آخر جب کیلیں نکالیں اسوقت اسکا دھڑ زمین پر تھا
حضرت فضل نے فرمایا کہ اے زہیر اسکا اسباب ان ہم نے لیا اور حصہ بانٹ کے دو ہزار کیا
لا اعدمنا اللہ مکارمکم یا بنی ہاشم۔ خدا ہمکو تمہاری بخششوں سے محروم نہ کرے
اے بنی ہاشم۔ غرض خداوندکریم نے حضرت فضل ابن عباس میں بہت سی خوبیاں
جمع کردی تھیں۔ سخاوت۔ شجاعت حسن سیادت خاندانی۔ علم۔ آخر تھے بھی تو اس
خاندان کے جسکو اللہ تعالیٰ نے تمام گھرانوں سے برگزیدہ کیا تھا۔ حضرت فضل سے
بہت لوگوں نے روایتیں بیان کی ہیں۔ چند حضرات کے نام یہ ہیں۔ حضرت عبداللہ
بن عباس۔ حضرت قثم بن عباس۔ حضرت ربیعہ بن حارث ہاشمی۔ حضرت ابوہریرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور انکے بھتیجے عباس بن عبید اللہ اور عمیر مولی ام الفضل
سلیمان بن یسار۔ شعبی وغیرہم۔ حضرت فضل کی عمر اکیس سال کی تھی واقدی کی
روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی شہادت طاعون عمواس میں ہوئی اور بعض نے لکھا ہے کہ
یوم الیرموک شہید ہوئے ۱۵ھ میں امام بخاری کی تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ اجنادین
حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں شہید ہوئے ۱۳ھ میں اجنادین ...

کہ حضرت فضل کی اولاد نرینہ نہیں تھی صرف ایک بیٹی تھیں جنکا نام ام کلثوم تھا اُنکا نکاح حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔

ذکر حضرت حبر امۃ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وسلام اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت[1] حبر امۃ سیدنا عبداللہ بن عباس کی پیدائش شعب ابی طالب میں تین برس پہلے ہجرت سے ہوئے مجاہد سے روایت ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے اہلبیت کے شعب ابی طالب میں تھے اسوقت حضرت عباس نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا یا محمد ادری ام الفضل قد اشتملت علی حمل یعنی اے محمد میں کہتا ہوں کہ ام الفضل حاملہ ہیں آنحضرت نے فرمایا امید ہی کہ خدا تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کرے یعنی فرزند رشید پیدا ہو ایک روایت میں ہی کہ آپنے فرمایا اللہ تعالیٰ بواسطہ اُسکے ہمارے منہ روشن کرے۔ غرض جب یہ پیدا ہوئے تو حضرت عباس ایک کپڑے میں لپیٹے ہوئے آنحضرت کی خدمت میں لائے۔ آنحضرت نے اپنا آب دہن اُنکے تالوسے لگایا اور ایک کان میں اذان اور ایک میں اقامت کہی اور عبداللہ نام رکھا۔

ایک روایت میں ہی کہ حضرت لبابۃ الکبری آپ کی چچی صاحبہ حضرت ابن عباس کو لیکر حاضر ہوئی تھیں آپنے اپنا آب دہن اُنکے مُنہ میں لگانے کے بعد یہ ارشاد فرمایا تھا اذهبی بابی الخلفا یعنی خلفا کے باپ کو لیجاؤ۔ حضرت ام الفضل نے اس کی اطلاع حضرت عباس[2] کو کی حضرت عباس یہ سنکر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسکا تذکرہ کیا آپنے فرمایا میں جو سے چکا ہوں وہ بیشک ابوالخلفا ہی حتیٰ کہ ان منھم السفاح حتیٰ

---

[1] خصائص الکبری جلد ۱ صفحہ ۱۱۸ [2] کنزالعمال صفحہ ۳۶

یکون منھم المھدی حتی یکون منھم من یصلی بعیسیٰ بن مریم یہاں تک انہیں خلفا میں کے خلیفہ سفاح ہونگے اور انہیں میں سے خلیفہ مہدی اور انہیں میں سے وہ شخص ہوگا جو حضرت عیسیٰ بن مریم کیساتھ نماز پڑھیگا۔ حضرت سیدنا عبداللہ نے ابتدا ہی سے آنحضرت کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی قبل بلوغ آنحضرت سے بیعت کی چنانچہ صاحب ینابیع المودۃ از فصل الخطاب خواجہ محمد پارسا لکھتے ہیں لم یبایع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من لم یحتلم الا الحسن والحسین وعبداللہ بن جعفر و عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین یعنی قبل از بلوغ آنحضرت سے کسی نے بیعت نہیں کی مگر امام حسن امام حسین امام عبداللہ بن جعفر۔ امام عبداللہ بن عباس نے رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔ غالباً یہ ہجرت کے بعد کا قصہ ہے ورنہ قبل از ہجرت تو حضرت ولایت مآب علی ابن ابی طالب سلام اللہ علیہ حد بلوغ سے پہلے ہی بیعت سے مشرف ہو گئے تھے۔ ایک روایت میں ہے حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے تھے کہ ایک بار آنحضرت بیت الخلا کو تشریف لے گئے تھے میں نے آپکے وضو کے لیے پانی لاکر رکھدیا تھا جب آپ تشریف لائے تو فرمایا کہ یہ پانی کون لایا لوگوں نے عرض کیا ابن عباس آپ نے یہ دعا دی اللھم علمہ الحکمۃ و تاویل القرآن[1] یعنی اے اللہ ابن عباس کو حکمت سکھا اور تفسیر قرآن کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اللھم بارک فیہ وانشر منہ واجعلہ من عبادک الصالحین یعنی اے اللہ اسکے علم میں برکت عنایت فرما اور ان سے علم کو پھیلا اور انکو اپنے خالص نیک بندوں میں کر ایک حدیث میں ہے کہ یہ فرمایا اللھم فقھہ فی الدین علمہ التاویل زدہ علماً و فقھاً یعنی اے اللہ انکو دین میں سمجھ عنایت فرما اور قرآن کی تفسیر کا علم دے اور اے اللہ انکے علم کو زیادہ کر اور سمجھ کو اخرج[2] البیھقی ابو نعیم۔ عن العباس بن عبد المطلب انہ بعث ابنہ عبداللہ الی رسول اللہ فی حاجۃ فوجد رجلاً فرجع ولم یکلمہ من اجل

---

[1] استیعاب صفحہ ۳۸۲ — [2] کنز العمال صفحہ ۱۴۵

سکان الرجل معہ فلقی رسول اللہ العباس بعد ذلک فقال العباس ارسلت الیک ابنی فوجد عندک رجلا فلم یستطع ان یکلمک فرجع فقال و رآہ قال نعم قال ذالک جبرئیل ولن یموت حتی یذہب بصرہ و یوتی علماً۔ بیہقی ابو نعیم نے روایت کی ہے کہ حضرت عباس نے اپنے بیٹے عبد اللہ کو کسی ضرورت سے آنحضرت کی خدمت میں بھیجا جب یہ گئے تو وہاں ایک شخص کو بیٹھا ہوا پایا تو یہ لوٹ آئے اور آنحضرت سے اس شخص کے مرتبہ کی وجہ سے کہ حضور کی صحبت میں تھا کچھ بات چیت نہیں کی اور چلے آئے اسکے بعد حضرت عباس کی آنحضرت سے ملاقات ہوئی تو حضرت عباس نے عرض کیا کہ میں نے اپنے بیٹے کو آپ کی خدمت میں بھیجا تھا آپکے پاس کوئی بڑا شخص بیٹھا ہوا تھا کہ اُسکو اتنی جرات نہوئی کہ آپ کی خدمت میں کچھ عرض کرے حضور نے ارشاد فرمایا کہ ابن عباس نے اُس شخص کو دیکھا تھا اُنھوں نے عرض کیا جی ہاں آپنے فرمایا وہ حضرت جبرئیل تھے اب انکے انتقال سے پہلے بصارت جاتی رہیگی اور خدا انکو بہت علم عنایت فرمائیگا۔ اخرج[1] ابو نعیم عن ابن عباس قال مررت برسول اللہ وعلیّ ثیاب بیض وھو یناجی دحیۃ وھو جبرئیل وانا لا اعلم فلم اسلم فقال جبرئیل ما اشد وضح ثیابہ اما ان ذریتہ مسشوبہ بعدہ لو سلم لرددت علیہ فلما رجعت قال لی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما منعک ان تسلم قلت رأیتک تناجی دحیۃ الکلبی فکرہت ان اقطع علیکما قال ورأیتہ قلت نعم قال اما انہ سیذھب بصرک ویرد علیک فی موتک یعنی حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں سفید کپڑے پہنے ہوئے تھا اور آپ دحیہ کلبی سے سرگوشی کر رہے تھے اور اصل میں وہ حضرت جبرئیل تھے مجھے اسکا علم نہ تھا میں نے سلام نہ کیا۔ حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ اسکے کپڑوں کی سفیدی کسقدر روشن و کھلی ہوئی ہے لیکن اس کی اولاد اسکے بعد سیاہ لباس پہنے گی اگر یہ سلام کرتا تو میں جواب دیتا جب میں لوٹ کر آیا تو آنحضرت نے

[1] استیعاب صفحہ ۳۸۴

ارشاد فرمایا کہ تمہیں سلام کرنے سے کون چیز مانع ہوئی بیٹے عرض کیا کہ آپ دحیہ کلبی سے سرگوشی فرما رہے تھے بیٹے آپکے کلام کو منقطع کرنا پسند نہیں کیا حضور نے فرمایا کہ کیا تم نے اس شخص کو دیکھا تھا بیٹے عرض کیا کہ ہاں آپ نے فرمایا کہ قریب ہے تمہاری بینائی جاتی رہے اور موت کے وقت لوٹ آئے ایک روایت میں ہے جسکو ابن النجار نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس کو دیکھکر حضرت جبرئیل نے دریافت کیا کہ من هذا الغلام۔ یہ لڑکا کون ہے حضور نے فرمایا ابن عمی عبد الله میرے چچیرے بھائی عبد الله حضرت جبرئیل نے فرمایا انه لمحل الخیرات کہ یہ لڑکا تمام نیکیوں کی جگہ ہے حضور نے فرمایا اے روح الامین اس لڑکے کے لیے دعا کیجئے۔ حضرت جبرئیل نے یہ دعا کی اللهم بارک علیه واجعل منه خیرا کثیرا اے الله اس پر برکت نازل فرما اور اے الله اس سے بہت سی خیر اور برکت ہو عن المدائنی[1] قال قال علی ابن طالب فی عبد الله بن عباس انه لینظر الی الغیب من ستر رقیق لعقله وفطنته بالامور۔ مدائنی سے روایت ہے کہ حضرت ولایت مآب علی ابن ابیطالب نے حضرت عبد الله بن عباس کی تعریف میں ارشاد فرمایا کہ یہ البتہ دیکھتے ہیں غیب کی طرف باریک پردہ سے بوجہ نور عقل کے اور امور کے سمجھنے سے۔ حضرت عبد الله ابن عباس اپنے مقدس زمانہ میں تھے کہ جب سے ہوش سنبھالا حضور سرور عالم کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی اور بہت سا حصہ علم کا آپ سے حاصل کیا آپکے بعد حضرت ولایت مآب علی ابن ابیطالب سے مستفید ہوئے اور جناب امام المتقین حضرت ابو بکر الصدیق وحضرت عمر بن الخطاب وحضرت عثمان بن عفان او مہاجرین وانصار رضوان الله تعالی علیهم اجمعین کی صحبت پائی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا میں آپکے علم کی روشنی پھیل گئی مکحول کا قول ہے کہ حضرت ابن عباس سے عرض کیا گیا کہ انی اصبت هذا العلم آپ نے علم کے اس درجہ کو کس طرح پہنچے۔ حضرت ابن عباس نے

[1] کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال

فرمایا بلسان سؤل و قلب عقول یعنی دریافت کرنیوالی زبان اور سمجھدار دل سے
چنانچہ آپکے علم کی یہ حالت تھی کہ حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکابر
صحابہ کے ساتھ ان سے بھی مشورہ لیا کرتے تھے اور مسائل میں ان سے بھی دریافت کیا
جاتا تھا مجاہد کہتے ہیں کان ابن عباس یسمی البحر من کثرۃ علمہ یعنی ابن عباس کا نام بحر پڑ
گیا تھا بوجہ آپکے کثرت علم کے۔ طاؤس کہتے ہیں ادرکت من خمسین او خمس مائۃ
من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اذا ذکر ابن عباس شیئاً
فخالفوہ لم یزل یقررھم حتی ینتھوا الی قولہ یعنی میں نے پچاس یا پانسو
اصحاب رسول اللہ کو پایا کہ حضرت ابن عباس نے انکے سامنے جب کسی مسئلہ کا ذکر کیا
اور لوگوں نے مخالفت کی تو حضرت ابن عباس اس بسط کے ساتھ تقریر کرتے رہتے تھے
کہ آخر وہ حضرات حضرت ابن عباس کے ہی قول کو مان لیا کرتے تھے قال ابو الزناد
عن عبید اللہ بن عبد اللہ قال ما رأیت احداً کان اعلم بالسنۃ
ولا اجلد رایا ولا اثقب نظرا من ابن عباس ولقد کان عمر بن الخطاب یعدہ
للمعضلات مع اجتہاد عمر و نظرہ للمسلمین یعنی ابو الزناد عبید اللہ بن عبد اللہ
سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے تھے کہ میں نے کسی کو سنت رسول اللہ کا عالم اور نہایت
روشن رائے والا اور گہری نظر والا حضرت حبر امۃ عبد اللہ بن عباس سے بڑھکر نہیں دیکھا
حضرت امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب باوجود کثرت علم و اجتہاد کے انکو مشکل امور میں
اپنا مشیر بنایا کرتے تھے عن ابن مسعود انہ قال لنعم ترجمان القرآن ابن عباس
لو ادرک اسناننا ما عاشرہ منا رجل۔ حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ فرماتے
تھے کہ حضرت ابن عباس کلام پاک کے نکات اور اس کی فصاحت و بلاغت و منطق
کو بہت عمدہ جانتے ہیں کاش اگر یہ ہماری عمر کے ہوتے تو نہ ملتا انکو کوئی شخص ہم میں کہ

لہ عبقات الانوار صفحہ ۲۰۲ جلد ۳

یعنی انکے علم کے برابر کسی کا علم نہ تھا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وفات کے
وقت حضرت ابن عباس کی عمر تیرہ سال کی تھی اتنی سی عمر میں بہت سا حصہ علم کا انہوں نے
حاصل کر لیا تھا۔ امام قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس کی مجلس میں کبھی کوئی
لغو وفضول باتیں نہیں دیکھیں اور نہ میں نے کوئی فتویٰ ہی زیادہ مشابہ سنت سے انکے فتوے
سے پایا۔ ابن اثیر جزری اسد الغابہ میں لکھتے ہیں بروایت ضحاک کہ حضرت ابن عباس
فرماتے تھے نحن[1] اھل البیت شجرۃ النبوۃ ومختلف الملئکۃ واھل بیت الرسالۃ
واھل بیت الرحمۃ ومعدن العلم یعنی ہم اہلبیت خانہ نبوت کے ستون ہیں ہمارا
ہی گھر فرشتوں کی گذرگاہ تھا کہ یکے بعد دیگرے نزول کرتے رہتے تھے ہم رسول اللہ کے گھر والے
ہیں ہم رحمت ومعدن علم کے اہلبیت ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ خدا نے خاندان نبوت کے گھرانے کو
ظاہری وباطنی علم سے ایسا مالا مال فرمایا تھا کہ قیامت تک انکے علم کی روشنی عالم کو منور کرتی رہیگی
چنانچہ حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوئی مشکل پیش آتی اور کوئی مسئلہ
مہتم بالشان تو حضرت ابن عباس کو بلا کر فرمایا کرتے تھے کہ فلاں مسئلہ درپیش ہے فانت لھا
ولامثالھا پس تم اسکے لیے ہو اور اس جیسے مسائل کے لیے پھر حضرت ابن عباس کے
ہی قول پر کاربند ہوا کرتے تھے۔ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ جو اس روایت کے
راوی ہیں کہتے ہیں کہ اس قسم کے امور میں انکے سوا اور کسی کو حضرت امیر المومنین عمر
بن الخطاب یاد نہیں فرمایا کرتے تھے۔ عبید اللہ کہتے ہیں کہ حضرت حبر الامۃ عبد اللہ ابن عباس
چند خصائل کے باعث لوگوں پر فوق رکھتے تھے۔ (۱) محدث (۲) فقیہ (۳) مفسر
(۴) ادیب (۵) مورخ (۶) مہندس وریاضی داں (۷) علم فرائض کے عالم (۸)
شاعر اور شاعر بھی ایسے کہ اعلیٰ درجے کے فصیح وبلیغ عبید اللہ کہتے ہیں کہ میں نے کوئی ایسا
عالم نہیں دیکھا کہ حضور سرور عالم کی احادیث اور حضرت امیر المومنین سیدنا ابوبکر الصدیق

[1] عبقات الانوار صفحہ ۳۰۲ جلد ۴

رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر المؤمنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاوے کا حافظ ہو اور مجتہد ہو اور شعر و سخن اور عربیہ کا عالم ہو اور مفسر ہو ریاضی داں ہو فرائض کا عالم ہو مورخ ہو مگر حضرت حبر امۃ عبد اللہ بن عباس سلام اللہ علیہ یہ ان تمام علوم کے جامع تھے ایک روز علم فقہ کی تعلیم دیتے تھے دوسرے روز علم تفسیر کی تیسرے روز مغازی چوتھے روز شعر شاعری اور جاہلیت کے شعرا کے حالات اور انکے اشعار پانچویں روز عرب کی تاریخ اور گذشتہ واقعات چھٹے روز احادیث رسول اللہ ساتویں دن خلفا کے فتاوے اور انکے حالات۔ چہار اطراف سے طلبا آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے ہر وقت آپکے دولت خانہ پر ہجوم رہتا تھا عبید اللہ کہتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ کسی شخص نے کسی قسم کا مسئلہ دریافت کیا ہو اور حضرت ابن عباس کے پاس اس کی بابت حدیث و علم نہو یہ فیضان صحبت حضور سرور عالم اور حضرت ولایت مآب علی ابن ابی طالب علیہم السلام کا خاص اثر تھا صاحب تہذیب الاسماء لکھتے ہیں وکان یقال لابن عباس حبر الامۃ والبحر لکثرۃ علمہ۔ یعنی کہا جاتا تھا حضرت ابن عباس کو حبر امۃ اور بحر بوجہ کثرت علم کے۔ آگے لکھتے ہیں۔ تشد الیہ الرحال ویقصد من جمیع الاقطار یعنی مضبوط باندھی جاتی تھیں طرف اسکی یعنی (حضرت ابن عباس) کی سواریاں اور قصد کیا جاتا تھا چہار اطراف سے انکی طرف۔ سفیان بن عیینہ کا قول تھا تین آدمی اپنے اپنے زمانہ میں فرید الدہر تھے۔ حضرت ابن عباس اپنے زمانہ میں۔ شعبی اپنے زمانہ میں سفیان ثوری اپنے زمانہ میں۔ ازرقی نے کتاب مکہ میں بسند صحیح ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ ہم عطا کے ساتھ مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے حضرت ابن عباس اور انکے علم و فضل کا ذکر کر رہے تھے یہ وہ وقت تھا کہ حضرت علی ابن عبد اللہ ابن عباس اور انکے صاحبزادے محمد طواف بیت اللہ میں مشغول تھے

سلہ تہذیب الاسماء صفحہ ۲۵۱

ہم لوگ ان دونوں کو دیکھکر ان کی خوبصورتی پر تعجب کر رہے تھے ہمارے اس تعجب کو دیکھکر عطا نے فرمایا این حسنہما من حسن ابن عباس ما رائیت القمر لیلۃ اربع عشر الا ذکرت وجہ ابن عباس۔ یعنی حضرت ابن عباس کے حسن وخوبی کو ان کا حسن کہاں پہونچتا ہے میں جب کبھی چودہویں رات کے چاند کو دیکھتا تو حضرت ابن عباس کو یاد کیا کرتا تھا ان کا چہرہ مبارک بھی ایسا ہی روشن تھا۔ حضرت ابن عباس کے صاحبزادے امام علی اور انکے صاحبزادے امام محمد بن علی تھے اتفاق وقت سے تین بنو اعمام ایک زمانہ میں تھے اور تینوں کا اسم مبارک علی تھا اور ان تینوں صاحبوں کے تین صاحبزادے تھے ان تینوں کا اسم مبارک محمد تھا وکل[1] منہم سید جلیل عالم عابد یصلح للامامۃ وھم محمد بن علی بن الحسین ابو جعفر الباقر ومحمد بن علی بن جعفر الطیار ومحمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس۔ ھذہ فضیلۃ۔ لا یشارکھم فیہا احد ہر ایک ان میں کا سید بزرگ عالم عابد تھا کہ صلاحیت رکھتا تھا امامت کی اور وہ تینوں صاحب یہ ہیں (۱) جناب امام محمد بن علی بن حسین جنکا لقب باقر تھا اور کنیت ابو جعفر (۲) جناب امام محمد بن علی بن جعفر طیار (۳) جناب امام محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس سلام اللہ علیہم اجمعین۔ یہ فضیلت ایسی ہے کہ اس میں اور کوئی شریک ان کا نہیں ہے۔ جناب حضرت حبر امۃ عبد اللہ بن عباس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایکہزار چھ سو ساٹھ حدیثیں روایت کی ہیں جن میں بخاری ومسلم پچانوے حدیثوں میں متفق ہیں اور اٹھائیس حدیثوں میں امام بخاری منفرد ہیں اور انچاس حدیثوں میں امام مسلم منفرد ہیں۔ اعمش کا قول تھا کان[2] ابن عباس اذا رایتہ قلت اجمل الناس فاذا تکلم قلت افصح الناس فاذا حدث قلت اعلم الناس یعنی مجھے حضرت ابن عباس جب میں انکو دیکھتا تو یہ کہتا کہ تمام آدمیوں میں یہ خوبصورت زیادہ ہیں اور جب باتیں کرتے تو میں کہتا یہ تمام آدمیوں میں بہت زیادہ فصیح ہیں

---

[1] ینابیع المودۃ صفحہ ۳۳ [2] استیعاب صفحہ ۳۴۶

اور جب حدیثیں بیان کرتے تو میں کہتا کہ یہ تمام آدمیوں سے زیادہ عالم ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ جب حضرت ابن عباس تفسیر بیان کیا کرتے تھے تو آپکے چہرۂ مبارک پر نور نظر آتا تھا شمس الدین محمد بن احمد ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب الامام البحر عالم العصر ابو العباس الھاشمی ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو الخلفاء مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و لعبد اللہ ثلث عشرۃ سنۃ یعنی حضرت عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب۔ امام۔ بحر عالم عصر۔ ابو العباس ہاشمی آنحضرت کے چچا کے بیٹے۔ ابو الخلفا کی عمر تیرہ سال کی تھی کہ جب آنحضرت نے وفات فرمائی تھی۔ وہ بروایت ابی وائل لکھتے ہیں کہ جب امیر المومنین سیدنا علی ابن ابیطالب نے حضرت امام عبد اللہ بن عباس کو امیر حج بنا کر بھیجا ہے اور وہاں جاکر انہوں نے خطبہ پڑھا ہے تو وہ خطبہ ایسا پرتاثیر تھا کہ اگر ترک اور روم والے سن لیتے تو ضرور ایمان لے آتے اور پھر آپنے سورہ نور کی تفسیر بیان فرمائی ہے تو آپکے دہن مبارک سے نور ٹپکتا تھا۔ حضرت ابن عباس فرمایا کرتے تھے کہ مذاکرۃ العلم ساعۃ خیر من احیاء لیلۃ یعنی ایک گھڑی علم کا تذکرہ کرنا ساری رات کی عبادت سے بڑھکر ہے۔ طبرانی نے ابن ابی الزناد کے طریقے سے حسان بن ثابت سے روایت کیا ہے کہ جب ہمیں کوئی سخت ضرورت درپیش ہوتی اور ہم اپنے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت کو لیکر حضرت امیر المومنین سیدنا عثمان ذی النورین کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ہمارے ساتھ حضرت ابن عباس بھی ہوتے تو اور لوگونکو حضرت عثمان دلائل سے خاموش کر دیتے تھے مگر حضرت ابن عباس اس طریقے سے تقریر کرتے کہ انکی تمام دلائل کا معقول جواب دیتے یہانتک کہ حضرت عثمان ہماری ضرورت پوری کر دیتے اسکے بعد ہم ان صحابہ پر گذرتے اور ابن عباس کا ہاتھ ہمارے ہاتھ میں ہوتا تو میں کہتا کہ حضرات ابن عباس اس بارہ میں تم سے بڑھکر ہیں وہ لوگ اقرار کرتے۔ چنانچہ حضرت حسان بن ثابت نے حضرت ابن عباس کی تعریف میں چند شعر کہے ہیں وہ یہ ہیں۔ اذا قال لم یترک مقالا لقائل

بملتقطات لا تری بینہا فصلا۔ یعنی جب حضرت ابن عباس تقریر فرماتے تو کوئی پہلو گفتگو کا کسی کے واسطے نہ چھوڑتے اور تقریر ایسی سلسلہ وار ہوتی تھی کہ درمیان میں تم کچھ فرق نہیں دیکھ سکتے۔ کفی وشفی مافی الصدور فلم یدع۔ لذی اربۃ فی القول جدّاً ولا ھزلا۔ یعنی وہ تقریر کافی وشافی ہوتی اُن امور کے لیے جو سینوں میں ہوتے پس نہ چھوڑتے کسی حاجت والے کی گفتگو میں بھلی و بُری بات۔ سموت الی العلیا بغیر مشقۃ۔ فنلت ذراہا لا دنیا ولا وغلا۔ یعنی اے ابن عباس آپ مرتبہ علیا پر بغیر تکلیف کے عروج کر گئے اور اس کی بلندی پر پہونچگئے بغیر قرض کی مشقت کے اور بغیر ناخوانده مہمان کے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب باغیوں نے آپکے دولت خانہ کو گھیر لیا تھا اور حضرت ابن عباس دروازے پر بیٹھے ہوئے لوگوں کو اندر آنے سے روکتے تھے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت اصرار سے اُنکو امیر حج بنا کر مکہ معظمہ کو بھیجا تھا۔ اور انہیں کے زمانہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس ہمراہی سادات بنی ہاشم حضرت جہاد افریقہ امام حسین حضرت امام حسن حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم فتح افریقہ کے لیے گئے اور طرابلس وغیرہ فتح کر کے واپس آئے فتح طبرستان کے لیے حضرت ابن عباس مع ان سب ہاشمیوں کے ہمراہی سعید ابن العاص کے گئے اور وہاں سے سالماً غانماً واپس آئے۔ غرض حضرت ابن عباس کو اللہ تعالیٰ نے جسطرح تمام علوم کا عالم بنایا تھا شجاعت میں بھی ایسے ہی ممتاز رکھتے اور سخاوت تو اُنکے گھر کا خاصہ تھا۔ حضرت عمر اور حضرت ابن عمر اور اجلّہ صحابہ حضرت ابن عباس کی بیحد عزت کرتے تھے۔ ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ میرے دل میں انکی محبت ہے کیونکہ میں نے دیکھا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اپنا آب دہن انکے منہ میں لگایا اور یہ دعا دی اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل۔ حضرت سعد ابن وقاص فرمایا کرتے تھے کہ ابن عباس سے زیادہ فہیم۔ عاقل۔ کثیر العلم۔ حلیم میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ واقدی لکھتے ہیں کہ ابن عباس

حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی کے زمانہ میں اہل بدر کیساتھ مشورہ میں شریک ہوتے تھے حضرت زید ابن ثابت باوجود کثرت علم کے حضرت ابن عباس کی تعظیم کرتے تھے جس دن حضرت زید بن ثابت کا انتقال ہوا ہی تو حضرت ابوہریرہ نے فرمایا مات الیوم خیر ھذہ الامۃ ولعل اللہ ان یجعل ابن عباس خلفا یعنی آج امۃ مرحومہ کا بہتر شخص دنیا سے اٹھ گیا اور امید ہی کہ اللہ تعالیٰ انکی جگہ ابن عباس کو کرے۔ حضرت ابن عمر سے جب کوئی شخص کسی آیۃ کے معنی دریافت کرتا تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ ابن عباس کی خدمت میں جاؤ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے جو حضور سرور عالم پر نازل فرمایا ہے وہ اُسکے بہت زیادہ عالم ہیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں ھو اعلم الناس بالحج یعنی احکام حج حضرت ابن عباس بہت اعلیٰ درجے کے جانتے ہیں۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ جب میں حضرت ابن عباس کی تقریر سنتا تو بے اختیار یہ کہتا کہ اگر حیا مجھے اجازت دیدیں تو میں اُنکے سر کا بوسہ لیلوں بوجہ شیریں کلام کے۔ جب ابن عباس عبد اللہ بن سرح کے ہمراہ بغرض جہاد افریقہ گئے ہیں تو وہاں کے بادشاہ جرجیر سے گفتگو ہوئی ہے تو بیساختہ اسکی زبان سے نکلا ماینبغی الا ان تکون خیر العرب یعنی نہیں لائق ہی مگر یہ کہ تم خیر العرب ہو۔ بہترین عرب کے ہو۔ جب سے مسلمانوں میں جہاں انکے لقب حبر۔ بحر۔ مفسر۔ فقیہ وغیرہ تھے خیر العرب بھی مشہور تھا۔ حضرت ابن عباس دراز قد سرخ سپید رنگ مائل بہ زردی حسین جمیل تھے آپکے کاکلیں تھیں آپ کا قد اپنے والد بزرگوار حضرت عباس کے کاندھے تک تھا اور مہندی لگایا کرتے تھے اور حضرت عباس کا قد جناب عبد المطلب کے کاندھے تک اسیطرح آپ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے جیسے حضرت عباس اور آپکے دادا عبد المطلب آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں ان یاخذ اللہ من عینی نورھما۔ ففی لسانی وقلبی منھما نور۔ قلبی ذکی وعقلی غیر ذی دخل۔

حضرت ابن عباس کا حلیہ

لہ عبقات الانوار صفحہ ۷۷ ج

وفی فمی صارم کالسیف ماثور۔ اگر اللہ تعالیٰ نے میری دونوں آنکھوں کا نور لے لیا ہے پس میری زبان اور میرے قلب میں اُن دونوں کے بدلے کا نور دیدیا ہے میرا دل پاک ہے اور میری عقل صاف ہے بغیر کسی نقص کے اور میرے مُنہ میں شمشیر برندہ ہے مانند تلوار جوہردار کی۔ شعبی سے روایت ہے کہ ایکبار حضرت زید بن ثابت سوار ہونے لگے تو حضرت ابن عباس نے سواری کی رکاب تھام لی حضرت زید بن ثابت نے فرمایا اے ابن عم رسول اللہ آپ ایسا نہ کیجئے حضرت ابن عباس نے فرمایا ہمکو یہی ہدایت ہوئی ہے کہ علما کے ساتھ ایسا برتاؤ کریں حضرت زید نے حضرت ابن عباس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اُنہوں نے فرمایا کہ آپ یہ کیا کرتے ہیں۔ حضرت زید بن ثابت نے فرمایا هكذا امرنا ان نفعل باهل بيت نبينا یعنی ہمکو ایسا ہی حکم ملا ہے کہ ہم اپنے نبی کے اہلبیت کے ساتھ ایسا برتاؤ کریں۔ جب حضرت ولایتمآب علی ابن ابیطالب تخت خلافت پر رونق افروز ہوئے تو حضرت ابن عباس کو بصرہ کی حکومت پر متعین سخاوت
فرمایا تو رمضان المبارک میں تمام شہر کو کھانا آپکے یہاں سے ملا کرتا اور ساتھ ہی مسائل علمی کی تعلیم بھی ہوتی تھی اُسی زمانہ میں حبیب بن ثابت سے روایت ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری مقروض ہوگئے اور امیر معاویہ کے پاس گئے اور قرضہ کی شکایت کی امیر معاویہ نے کچھ توجہ نہ کی یہ وہاں سے قسم کھا کر چلے آئے کہ آیندہ میں کبھی تم سے کچھ نہیں مانگونگا بصرہ آئے۔ حضرت ابن عباس نے بہت تعظیم و تکریم سے ٹھیرایا اور اپنا مکان انکے لئے خالی کردیا اور فرمایا لاصنعن بك كما صنعت برسول الله یعنی آج میں وہ کام تمہارے ساتھ کرونگا جیسا تم نے رسول اللہ کے ساتھ کیا تھا اور فوراً حکم دیا کہ اپنے اہل و عیال کو دوسرے مکان میں پہنچادو اور فرمایا کہ یہ مکان اور جو کچھ اس میں ہے یہ سب آپکا ہے اور چالیس ہزار روپیہ اور بیس غلام اور دیئے۔ جب حضرت ولایتمآب

له کنز العمال جلد ۹

علی علیہ السلام نے جنگ جمل کے لیے لشکر جمع کیا ہے تو منذر بن جارود کہتے ہیں کہ میں ایک
طرف کھڑا ہو کر آپکے لشکر کو دیکھنے لگا اور لشکر اسلامی گذرنے لگا اول حضرت ابو ایوب
انصاری مع اپنے قبیلے کے نہایت جوش کے ساتھ آئے اور انکے بعد دیگرے حضرات
آنے شروع ہوئے کہ اتنے میں میں نے دیکھا کہ ایک شخص اعلیٰ درجے کے گھوڑے پر سوار
ہے میں نے ایسا سوار کبھی نہ دیکھا تھا سفید لباس پہنے ہوئے سیاہ عمامہ باندھے ہوئے
اور شملہ کے دو حصے دونوں طرف لٹکے ہوئے اصحاب رسول اللہ کو ساتھ لیے ہوئے
تشریف لائے میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں لوگوں نے کہا کہ یہ ابن عم رسول اللہ
امام عبداللہ بن عباس ہیں اتنے میں ایک اور گروہ پہلے گروہ کے مشابہ نہایت شجاعت
و مردانگی کے ساتھ نمودار ہوا اسکے سردار پہلے سردار کی صورت میں بہت مشابہ تھے
میں نے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگوار ہیں لوگوں نے کہا کہ یہ عبیداللہ بن عباس ہیں اتنے میں میں نے
ایک اور گروہ کو آتے دیکھا اسکے سپہ سالار ایک جوان خوبصورت ان پہلے دونوں سرداروں
کے مشابہ کہ شجاعت انکے چہرہ سے ٹپکتی تھی آئے میں نے کہا کہ یہ کون ہیں لوگوں نے جواب
دیا کہ یہ قثم بن عباس ہم شکل رسول اللہ ہیں جنگ صفین میں میسرہ پر حضرت عبیداللہ بن عباس
تھے۔ اس لڑائی سے پہلے جب حضرت امیرالمومنین سیدنا علی ابن ابی طالب نے شام پر
لشکرکشی کا ارادہ کیا ہے تو حضرت ابن عباس سے مشورہ لیا ابن عباس مناسب تو یہ
تھا کہ وقت شہادت حضرت عثمان۔ جناب مکہ معظمہ تشریف لیجاتے لیکن اب بہتر یہی ہے کہ امیر
معاویہ کو آپ معزول نہ فرمادیں جب تک کہ جناب کی خلافت مستقل نہ ہو جائے ورنہ بنی امیہ
لوگوں کو یہ دھوکا دینگے کہ ہم قاتلین عثمان سے قصاص طلب کرتے ہیں اس ذریعے
سے جناب کی حکومت درہم برہم کرینگے اور آپ عوام الناس کے خیالات کو دفع نہ فرما سکینگے
امیرالمومنین علی ابن ابی طالب۔ واللہ ہم معاویہ کو سوائے تلوار کے اور کچھ نہ دینگے

ناسخ التواریخ صفحہ ۱۴۱ جلد سیوم از کتاب دوم — ترجمہ ابن خلدون صفحہ ۱۶۹ ج ۲

ابن عباس - آپ بڑے شجاع اور دلاور ہیں مگر لڑائی میں بموجب حدیث الحرب خدعۃ یعنی
لڑائی مکاری ہو ایسی حالت میں محض شجاعت سے کام نہ چلیگا - جناب امیر - ہاں یہ سچ ہے -
ابن عباس - واللہ اگر جناب میری راے پر عمل نہ فرماوینگے تو میں ایسی تدبیر کرونگا کہ وہ انجام
پر ہی غور کرتے رہجائیں اور آپ کا باسانی کام ہوجائیگا - جناب امیر مجھ میں نہ تمہاری
سی خصلتیں ہیں اور نہ معاویہ کی - ابن عباس - اچھا آپ مع اہل و عیال اور مال و اسباب
لیکر ینبع تشریف لیجائیے اور کسیکو اپنے پاس نہ آنے دیجئے تب خود سرگردان اور پریشان
ہونگے لیکن آپکے سوا کسی کو لائق امارت نہ پائینگے اور اگر آپ ان لوگوں کے ساتھ
عزم فرمائینگے تو یاد رکھیے کہ لوگ آپ پر خون عثمان کا الزام لگائینگے - جناب امیر - نہیں نہیں
جو کہوں تم اسپر عمل کرو ابن عباس - بہت مناسب میرے حق میں یہی بہتر ہے -
جناب امیر - اچھا بیٹے تم کو شام کا والی مقرر کیا تم سامان سفر درست کرو ابن عباس اسکے
متعلق مجھے ایک بات عرض کرنی ہے وہ یہ ہے کہ معاویہ حضرت عثمان کے بھائی اور ان کی طرف
سے عامل ہیں اور آپ لنسبا میرے چچیرے بھائی وہ مجھکو پہونچنے کے ساتھ ہی بعوض خون
عثمان قتل کروا دیگا یا قید کردیگا بہتر یہ ہے کہ معاویہ سے اول بیعت لے لی جاے جناب امیر
نے اس سے بھی انکار فرمایا ابن عباس خاموش ہوگئے یہی راے جناب امام حسن کی
تھی - مگر جناب ولایت ماب نے چونکہ آپ مبداء ولایت تھے اتقا اور پرہیزگاری کی کان
تھے ان اپنے فرمانبردار عزیزوں کی راے پر توجہ نہ فرمائی اور جو کچھ آپکو کرنا چاہیے تھا کیا - اگر
آپ ایسا نہ کرتے تو حضور کی پیشنگوئیاں کسطرح درست ہوسکتی تھیں مگر بظاہر حضرت عبد اللہ
بن عباس اور حضرت امام حسن کی راے درست تھی چنانچہ جو ان لوگوں نے کہا تھا وہی
ہوا - جب حضرت ولایت ماب پر ہوکے سے ابن ملجم نے حملہ کیا ہے اور آپ زخمی ہوگئے ہیں
تو آپنے وصیت میں یہ بھی فرمایا تھا کہ مجھکو اس کا علم دیا گیا تھا کہ ابن ملجم مجھکو شہید کریگا اور ابن ملجم

ملہ خصائص کبریٰ صفحہ ۱۲۰

کی سلطنت ہوگی اسکے بعد بنی مروان کے آخر بنی امیہ سے میرے خاندان میں آئیگی اور میرے بنی عم بنی عباس اسکے مالک ہونگے اور مجھکو وہ زمین بھی دکھلائی گئی ہے جہاں میرے فرزند جگر گوشۂ رسول کو شہادت حاصل ہوگی چنانچہ جو پیشینگوئیاں حضرت ولایت مآب نے فرمائی تھیں سب سچی ہوئیں۔ ایک بار حضرت ابن عباس سے امیر معاویہ نے دریافت کیا ھل تکون لکم دولۃ یعنی کیا تمہاری خلافت ہوگی۔ ابن عباس نے کہا کہ ہاں امیر معاویہ نے کہا کہ کون لوگ تمہارے مددگار ہونگے ابن عباس نے کہا اہل خراسان۔ حضرت ولایت مآب کی پیشینگوئی مسلمانوں میں مشہور ہو گئی تھی۔ چنانچہ کنز العمال میں ہے کہ حضرت امیر المومنین سیدنا علی ابن ابیطالب نے حضور سرور عالم کے زمانہ میں خواب دیکھا کہ میں بیٹھا ہوا ہوں اور حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان بھی کہ آسمان سے ایک خوان کھانیکا اترا یہانتک کہ وہ حضرت ابوبکر کے سامنے رکھا گیا انہوں نے اس میں سے کھایا اور الگ ہو گئے پھر حضرت عمر آگے بڑھے انہوں نے کھایا اور الگ ہو گئے پھر حضرت عثمان بڑھے اور کھایا اور الگ ہو گئے پھر میں آگے بڑھا اور میں نے بھی اس میں سے کھایا میں کھا ہی رہا تھا کہ میری قوم نے مجھکو باہر کھینچا میں ان سے لڑتا رہا یہانتک کہ وہ لوگ مجھپر غالب آگئے اور کھانے لگے یہانتک کہ میرے چچا سیدنا عباس ابن المطلب کی اولاد آئی اور انہوں نے ان لوگوں کو ہٹایا اور وہ بیٹھ گئے اور کھانے لگے میں انکے ساتھ تھا حضرت امیر المومنین سیدنا علی ابن ابیطالب فرماتے ہیں کہ جب میں بیدار ہوا تو میں نے اس کی تعبیر یہ کی کہ میرے بنی عم حضرت عباس کو خلافت پہونچے گی فاحفظوا عنی ذلک لوگو اس میرے قول کو یاد رکھنا۔ چنانچہ ایک عرصہ کے بعد یہی ہوا کہ خلافت آل عباس کو ملگئی اور وہ بھی حضرت ابن عباس کی ذریت کو حاصل ہوئی۔ حضرت ابن عباس کا اتقا بھی اسقدر بڑھا ہوا تھا کہ خوف الٰہی سے روتے روتے چہرہ پر آنسوؤں کی لکیریں پڑگئیں تھیں۔ حضرت ولایت مآب کی زندگی ہی میں آپ

---

[1] کنز العمال صفحہ ۰۰

بصرہ کی حکومت سے دست برداری دیکر مکہ میں مقیم ہو گئے تھے صاحب[1] ناسخ التواریخ یہ بیان لکھتے
ہیں کہ جب حضرت امیر نے حضرت ابن عباس کو بصرہ سے امیر حج ہونیکا حکم بھیجا ہی اور آپ
وہاں سے مکہ تشریف لے آئے اور ابو الاسود دوئلی اور زیاد بن ابیہ کو بصرہ کی حفاظت پر چھوڑ آئے
تو ان دونوں میں نا چاقی ہو گئی اور ابو الاسود نے زیاد کی ہجو میں چند شعر کہے جب ابن عباس
بصرہ واپس آئے تو زیاد نے شکایت کی حضرت ابن عباس نے ابو الاسود کو برا بھلا کہا اور
اپنے مکان سے نکال دیا ابو الاسود نے اسی رنج میں جناب امیر کی خدمت میں ایک عریضہ بھیجا
کہ ابن عباس نے بیت المال میں سے بہت سا روپیہ اپنے صرف میں کر لیا ہی جناب امیر
کی یہ عادت مبارک تھی کہ بیت المال کے بارے میں خصوصاً اپنے عزیزوں سے سخت گرفت
کیا کرتے تھے چنانچہ ابن عباس کو آپنے فرمان بھیجا جس میں اسکے متعلق سخت گرفت کی تھی حضرت
ابن عباس نے اسکا جواب دیا پھر آپنے فرمان بھیجا اسکے بعد حضرت عبد اللہ بن عباس نے
جواب بھیجا اور حکومت بصرہ سے دست کشی کر لی اور لکھدیا کہ جسکو آپ پسند کریں حاکم بنا دیجئے
جناب امیر کو یہ بھی خوب معلوم تھا کہ ابو الاسود نے یہ جھوٹ تحریر کیا ہی مگر حفظ ما تقدم اور عزیزوں
کے ساتھ اوامر و نواہی الٰہی میں سختی چونکہ آپ کا حصہ تھا ابن عباس کو تنبیہ کی تھی۔ آخر پھر حضرت
ابن عباس کے ہی متعلق حکومت بصرہ کر دی یہانتک کہ آپکی شہادت ہو گئی یہ روایت
کہ حضرت ابن عباس بصرہ سے بہت سا روپیہ لیکر مکہ چلے آئے بالکل غلط ہی کیونکہ ابن عباس
نے بغیر اجازت جناب امیر کبھی کوئی کام نہیں کیا ہمیشہ حاضر خدمت رہے اور بہتیری تکلیفیں
اٹھائیں اور آپکے بعد امیر معاویہ وغیرہ سے ہمیشہ طعن تشنہ سنتے رہے۔ پھر یہ کیسے گمان
ہو سکتا ہی کہ جناب ابن عباس نے جناب امیر کی نا فرمانی کی۔ چنانچہ آخری مکتوب جناب
امیر کا انکے پاس پہنچا ہی تو یہ الفاظ انکی زبان سے نکلے تھے کہ بعد احادیث رسول اللہ کے
جسقدر فائدہ مجکو ان کلمات سے پہنچا ہی کسی سے نہیں پہنچا یہ غایت محبت و اعتقاد کی بات
ہی۔ حضرت ابن عباس[2] کو حضور نے تین خصوصیت سے نصیحتیں فرمائی ہیں چنانچہ فرماتے ہیں

[1] طبقات الابرار صفحہ ۵۰ [2] ناسخ التواریخ صفحہ ۵۰۰

کہیں تم کو چند نصیحتیں کرتا ہوں اپر کاربند ہونا(۱) جب سوال کرو تو اللہ سے کرو (۲) مدد مانگو تو اللہ سے مدد مانگو (۳) یہ خوب سمجھ لو اگر تمام آدمی تمہارے نفع پہنچانے کی کوشش کرینگے تو نہیں پہنچا سکتے مگر جسقدر اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیا ہی اسیطرح اگر ضرر پہنچانا چاہیں تو نہیں پہنچا سکتے مگر جسقدر تمہاری قسمت میں مقرر ہی یہ امور تھے کہ حضرت ابن عباس کے قلب میں ایقان کا مرتبہ حاصل تھا۔ مگر جب تک حضرت ولایت مآب زندہ رہے آپ نہایت خلوص سے آپکے شریک رہے۔ حضرت عبد اللہ بھی اور سب آپکے بھائی جنگ جمل جنگ صفین اور خوارج وغیرہ سے جو لڑائیاں ہوئیں حضرت ابن عباس حضرت امیر کے بڑے جاں نثاروں میں تھے اور آپ کو بھی ان سے بہت محبت تھی اور سب خاندان سے۔ جب امیر معاویہ کا زمانہ آیا تو امیر معاویہ بھی آپ کی بہت عزت کرتے تھے یہانتک کہ اپنے تخت کے برابر انکا تخت بھی بچھایا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت ابن عباس تشریف لے گئے تو امیر معاویہ نے قبل اسکے کہ حضرت ابن عباس سلام کریں کہا کہ تمکو معلوم ہی کہ امام حسن کا انتقال ہو گیا انہوں نے کہا کہ نہیں امیر معاویہ نے کہا کہ ہمارے پاس اُنکے انتقال کی خبر آگئی ہی حضرت ابن عباس نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا اے معاویہ امام حسن کی موت سے تمہاری عمر میں افزونی نہیں ہو سکتی اور نہ اُنکے اعمال تمہاری قبر میں تمہارے ساتھ جائینگے اور ہم تو اس مصیبت سے بڑی مصیبت اُنکے نانا کی رحلت کی جھیل چکے ہیں۔ امیر معاویہ نے کہا کہ بیٹھئے۔ ابن عباس نے فرمایا کہ آج بیٹھنے کا دن نہیں ہی اور امیر معاویہ کو سخت سست کہا اور چلے گئے چنانچہ حضرت قثم ابن عباس نے بھی امیر معاویہ کی نصیحت میں ایک قصیدہ کہا تھا جسکا آخر شعر یہ ہی واتق اللہ واحدث توبۃ ۔ ان ماکان کشئی لم یکن یعنی اے معاویہ تم نے امام حسن کے انتقال پر خوشی ظاہر کی افسوس ہی تم اللہ سے ڈرو اور توبہ کرو کیونکہ جو چیزیں دنیا میں ہیں ایک دن فنا ہو جائینگی۔

لہ تاریخ التواریخ صفحہ ۵۷۷   ۲ہ طبقات الاطہار ص ۱۱۶

امیر معاویہ کے زمانہ کے بعد جب یزید کا دور دورہ ہوا اور ادہر کوفہ والوں نے جناب امام حسین کی خدمت میں خطوط بھیجے اُدہر یزید کی تاکید بیعت پر ہوئی آپ مدینہ سے مکہ میں تشریف لے آئے مع اہل و عیال کے قصد آپ کا کوفہ کا تہا اس قصد کو سنکر حضرت ابن عباس حضرت امام کے پاس آئے اور سمجہانے لگے کہ مجھے بغیر نصیحت کیے ہوئے صبر نہیں آتا مجھے خوف اسکا ہی کہ اس میں تم ہلاک ہو جاؤ گے تمہارا خاندان تباہ و برباد ہو جائیگا اہل عراق بڑے بیوفا۔ عہد شکن مکار ہیں تم انکے قریب نہ جاؤ اسی شہر میں قیام کرو تم انکے سردار ہو اور اگر اہل عراق اپنے دعوے میں سچے ہیں تو ان کو لکہہ بہیجو کہ تم اپنے گورنر کو نکال دو بعد اسکے تم انکے شہر میں جاؤ اور اگر تمہارا جی مکہ سے بغیر نکلے ہوئے نہیں مانتا تو یمن کی طرف چلے جاؤ وہ بہت وسیع سرزمین ہی پہاڑی گہاٹیاں بکثرت ہیں قدرتی محفوظ قلعے ہیں وہاں سے تم اپنے دعاۃ کو اطراف و جوانب میں بہیجو اور لوگوں سے بیعت لو۔ آپ نے جواب دیا میں تو مصمم قصد کر چکا اب کسی طرح نہیں رک سکتا۔ حضرت ابن عباس نے کہا خیر اگر جاتے ہو تو اپنے لڑکوں عورتوں کو نہ لیجاؤ مجھے اندیشہ ہی کہ عثمان کی طرح تم شہید نہ کیے جاؤ اور تمہارے لڑکے اور عورتیں دیکہتی رہیں آپنے اسکا کچہہ جواب نہ دیا ابن عباس اُٹھکر روتے ہوئے چلے گئے۔ اور کہتے تہے واہ حبیباہ جناب امام جب کربلا میں گہر گئے ہیں تو اس وقت حضرت ابن عباس کے اس قول کو یاد فرماتے تھے۔ روایت[1] ہی کہ عبد اللہ بن صفوان بن امیہ ایک دن حضرت حبر اللہ کے دولت خانہ کی طرف گذرا تو کیا دیکہتا ہی کہ ایک طالب علموں کا مجمع ہی اور لوگ آپ سے علم حاصل کر رہے ہیں اور جب عبید اللہ بن عباس کے مکان کی طرف گیا تو دیکہا کہ وہاں ایک مجمع کہانا کہا رہا ہی یہ دیکہکر وہ عبد اللہ بن زبیر کے پاس گیا اور کہا تم بالکل مصداق اس شعر کے بنگئے۔ فان تصبک من الایام فارعۃ لم نبک منک علی دنیا و لا دین اگر تم کو گردش زمانہ سے کوئی مصیبت پہونچے تو ہم نہ دین پر تمہارے روئینگے

تو ضیحات ابن خلدون صفحہ ۱۲ جلد ۵ — [1] استیعاب صفحہ ۳۰۵

اور نہ دنیاوی حالت پر۔ ابن زبیر نے کہا اسے اعرج کیا کہتے ہو اُسنے کہا کہ یہ دونوں عباس
بن عبد المطلب کے بیٹے ایک تو لوگوں کو علم فقہ سکھا رہا ہے اور دوسرا لوگوں کو کھانا کھلا رہا ہے۔
اب تمہارے پاس کیا رہ گیا ابن زبیر نے فوراً عبد اللہ بن مطیع کو بلایا اور کہا ان دونوں
کے پاس جاؤ اور کہو کہ امیر المومنین کہتے ہیں کہ تم لوگ مکہ سے چلے جاؤ اور جو اہل عراق تمہارے
پاس ہوں ورنہ میں بری طرح پیش آؤنگا۔ حضرت ابن عباس نے جواب دیا کہ واللہ ہمارے
پاس دو قسم کے آدمی آتے ہیں ایک تو وہ جو علم طلب کرتے ہیں دوسرے وہ جو مال طلب
کرتے ہیں تم کو لینے آدمیوں کو منع کرتے ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ جب عبد اللہ بن زبیر اور
عبد الملک بن مروان میں نزاع ہوا ہے تو جناب محمد بن حنفیہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس مع
اہل و عیال کے مکہ میں آئے تو عبد اللہ بن زبیر نے ان دونوں حضرات سے بیعت کے
لیے کہا انہوں نے جواب دیا کہ تم اور خلافت انہوں نے بہت اصرار کیا اور یہ کہا کہ یا تو بیعت کرو
ورنہ میں تم دونوں کو جلا دونگا۔ پس ان دونوں صاحبوں نے ابو الطفیل کو کوفہ بھیجا اور کہلا
بھیجا کہ ہم عبد اللہ بن زبیر سے مطمئن نہیں ہیں وہاں سے چار ہزار آدمی آگئے اور ان لوگوں نے
باآواز تکبیریں کہیں کہ تمام اہل مکہ نے سن لیں عبد اللہ بن زبیر کعبہ کے اندر چلے گئے اور کہنے لگے
کہ میں بذریعہ بیت اللہ پناہ لیتا ہوں راوی کہتا ہے کہ ہم اُن دونوں حضرات کی خدمت میں پہنچے
تو ہم نے دیکھا کہ وہ دونوں حضرات مسجد کے قریب کے گھروں میں تھے اور چاروں طرف
آگ روشن تھی یہاں تک کہ اُسکے شعلے دیواروں تک پہونچے تھے اگر وہ آگ انکے گھروں میں
پہنچتی تو کوئی شخص نہ بچتا ہم نے اس آگ کو انکے دروازے پر سے ہٹایا پس ہم دروازے پر پہنچے
اور عرض کیا کہ ہمکو اجازت دیجئے کہ ان کا جھگڑا صاف کر دیں حضرت ابن عباس نے فرمایا
کہ نہیں یہ بلد حرام ہے یہاں خونریزی کی ممانعت ہے صرف ایک ساعت کے لیے حضور سرورِ عالم
کے لیے اجازت ہوئی تھی تمہارا کام یہ ہے کہ ہماری حفاظت کرو اور حکم دیا کہ اسباب باندھو

عمدۃ ... ار الانوار صفحہ ۹۷

اور ایک منادی ندا کرے کہ نہیں غنیمت حاصل کی کسی سریہ نے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
جو غنیمت حاصل کی اس سریہ نے یعنی ہمکو غنیمت میں لیا غرض مکہ سے چلکر مقام منی میں پہنچے
پھر وہاں سے طائف میں جاکر قیام کیا۔ وہاں جاکر حضرت حبر الامۃ بیمار ہوگئے اور ہم لوگ آپ کی
خدمت میں تھے مرض الموت میں آپنے فرمایا کہ میں اُن لوگوں میں مرونگا جو تمام روئے زمین
کے آدمیوں سے بہتر ہونگے اور خدا کے محبوب ہونگے اور اُسکے دربار میں معزز اور مقرب ہونگے
اگر میں تم لوگوں میں انتقال کرجاؤں تو بیشک تم وہی لوگ ہوگے جس کی مجھے خبر دی گئی ہے پس ایک
ہفتہ کے بعد آپنے انہیں لوگوں میں رحلت فرمائی۔ حضرت امام محمد بن حنیفہ نے جنازہ کی نماز
پڑھائی۔ نماز کے بعد دیکھا گیا کہ ایک سفید جانور آپکے کفن میں گھس گیا اور آپکے ساتھ دفن ہوگیا
لوگوں نے تلاش کیا مگر نہ ملا جب آپ دفن کردیے گئے تو آپکی قبر سے آواز آئی یا ایتھا
النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیہ۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ وہ بشارت تھی کہ آنحضرت
نے فرمایا تھا کہ موت کے وقت تمہاری آنکھیں روشن ہوجائینگی۔ حضرت محمد بن حنفیہ نے فرمایا۔
مات واللہ الیوم حبر ھذہ الامۃ یعنی خدا کی قسم آج دنیا سے اس امت کا بہت بڑا علامہ اٹھ گیا
انا للہ وانا الیہ راجعون ؎ بقول شاعر

اے صبا رو بمزار پسر عم نبی — خاک آں روضہ باز عنبر تر لشا سی
کردہ ام خوب تماشہ چمن طائف را — نرسد ہیچ گل او بہ گل عباسی

حضرت سیدنا امام عبداللہ بن عباس کا نکاح زرعہ بنت مشرح کندیہ کے ساتھ ہوا جنسے جناب امام علی
او عباس۔ محمد۔ فضل۔ عبدالرحمن۔ عبیداللہ۔ لبابہ۔ پیدا ہوئے اور اسماء ام ولد سے تھیں
عبیداللہ فضل۔ محمد ان سے اولاد نہیں ہے لیکن جناب امام علی بن عبداللہ بن عباس جنکا لقب سجاد
تھا بہت بڑے خوبصورت اور عابد زاہد تھے ایک رات دن میں ہزار رکعتیں پڑھتے تھے انکی کنیت ابو محمد
تھی یہ اس دن پیدا ہوئے تھے جسدن حضرت امام المتقین علی بن ابی طالب نے شہادت حاصل کی

---

[1] المعارف صفحہ ۳۹

صاحب ناسخ التواریخ لکھتے ہیں کہ جب یہ پیدا ہوئے تو حضرت ابن عباس انکو لیکر جناب امیرؑ کی خدمت میں لیگئے آپ نے گود میں لیا اور منہ میں اپنا آب دہن لگایا اور فرمایا خذ الیک ابا الاملاک یعنی سلاطین کے باپ کو لو۔ چنانچہ حضرت ابن عباس انکو مکان پر لیگئے اور انکا نام علی رکہا اور کنیت ابو الحسن ایک روایت میں ہے کہ خود جناب امیرؑ نے یہ نام اور کنیت رکھی تھی اسی سال کی عمر پائی اور جناب عبد اللہ بن عباس کی عمر ۷۲ سال کی ہوئی جناب امام علی کے صاحبزادے امام محمد ہوئے انکی والدہ امۃ العالیہ بنت عبید اللہ بن عباس تھیں اور انکی ام الولد عائشہ بنت عبد المدان حارثی تھیں عبد المدان کی شرافت عرب میں ایسی ہی مشہور تھی جیسے بنی ہاشم کی۔ باقی اولاد جناب امام علی کی ام ولد سے تھی وہ یہ ہیں۔ داؤد بن علی۔ عیسیٰ بن علی ام ولد سے تھے انکی والدہ کا نام سعدی تھا۔ اور اسمعیل۔ عبد الصمد۔ ام ولد سے تھے۔ یعقوب بن علی ام ولد سے تھے۔ عبد اللہ۔ عبید اللہ بن علی کی والدہ حضرت عبد اللہ بن جعفر کی بیٹی تھیں اور انکی والدہ لیلیٰ بنت مسعود بن خالد نہشلی تھیں۔ امینہ ام عیسیٰ۔ لبابہ یہ امہات اولاد سے تھیں۔ جناب[1] علی کا لقب ہبۃ اللہ ہی تھا کیونکہ جناب امیرؑ نے جب حضرت ابن عباس کو مبارکباد ابو الاملاک ہونیکی دی تھی تو یہ فرمایا تھا بورک لک فی الموہوب جیسے ہبۃ اللہ انکا لقب ہوگیا کنیت ابو محمد تھی اور ذو الثفنات بھی انکو کہتے تھے جناب امام علی بن الحسین و جناب علی ابن عبد اللہ بن عباس یہ دونوں اس لقب سے پکارے جاتے تھے چونکہ بوجہ کثرت سجود نشان پڑگئے تھے اسی وجہ سے سجاد کے لقب سے بھی دونوں ملقب تھے۔ جناب علی بن عبد اللہ کی ہمشیرہ لبابہ تمام قریش میں بہت زیادہ حسین تھیں انکا نکاح ولید بن عتبہ بن ابی سفیان سے ہوا تھا۔ ولید بھی اپنے زمانہ میں حسن میں یکتا تھے جناب[2] لبابہ کہتی تھیں کہ میں جب کسی کو دیکھتی تو بوجہ اپنے حسن کے یہ کہا کرتی تھی خدا رحم کرے مگر جب ولید اپنے شوہر کو دیکھتی ہوں تو اپنے چہرہ کو دیکھکر وہ الفاظ کہتی ہوں جو اوروں کیلیے کہتی تھی اللہ تعالیٰ نے جب اولاد عبد المطلب کو نوازا تو باطنی حسن کے ساتھ ظاہری حسن بھی انکو اور انکی اولاد کو مرحمت فرمایا چنانچہ عبد المطلب کا حسن بھی مشہور تھا ایک شاعر کے قصیدے کا شعر ہی کیا خوب کہا ہے۔ بنو شیبۃ الحمد الذی کان وجہہ۔ یضیٔ ظلام اللیل کالقمر البدر (یعنی عبد المطلب شیبۃ الحمد

---

[1] کشاف صفحہ ۲۶۷ ج ۳۔

[2] صناجۃ الطرب عربی صفحہ ۵۶

وہ تھے جن کا چہرہ اندھیری رات میں مانند قمر و بدر کے روشن تھا اُنکی اولاد کے کیا کہنے۔ جناب امام علی ابن عبداللہ بن عباس کے صاحبزادے جناب امام محمد یہ بھی نہبت خوبصورت تھے اور بڑے مرتبہ کے شخص تھے اور صورت میں باپ بیٹے بیحد مشابہ تھے جناب علی سیاہ خضاب کرتے اور جناب محمد سُرخ لوگ دہوکے میں خیال کر لیا کرتے تھے کہ محمد۔ علی ہیں اور علی۔ محمد ہیں اسوجہ سے ڈاڑہیاں مختلف رنگ سے رنگ لیا کرتے تھے۔

حضرت حبرالامۃ عبداللہ عباس کی ذکاوت غوث ایسی مشہور تھی کہ جس کسی کی تعریف کرتے تو یہ کہا کرتے تھے ھذا اذکی من عبداللہ بن عباس یعنی یہ شخص عبداللہ بن عباس سے بھی زیادہ ذکی ہے جسطرح کسی کی فراست کی تعریف میں یہ کہتے تھے ھذا افرس من ایاس یعنی فلاں شخص ایاس سے بھی زیادہ فراست رکھتا ہے۔ ایاس ابو واثلہ بن معاویہ بن قرہ بڑے فصیح و بلیغ علامۂ وقت تھے حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی امیرالمومنین کے قاضی تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے منابر پر خلفاء کے لیے دعا کرنے کی بنیاد ڈالی چنانچہ حضرت ولایت مآب امیرالمومنین علی ابن ابیطالب کے لیے جب یہ بصرہ پر عامل تھے دعا کی اسکے بعد تو ممالک اسلامی میں یہ طریقہ جاری ہوگیا۔ صاحب ناسخ التواریخ لکھتے ہیں عبداللہ بن عباس از اصحاب رسول خدا و علی مرتضیٰ و محب علی و شاگرد آنحضرت ست جلالت قدر و اخلاص او در حضرت امیرالمومنین علیہ السلام مشہور نزد از السنت کہ پوشیدہ نماند و ہیچ حدیث ضعیف الست کہ دلالت بر طعن او میکند ابن عباس اجل از ین نسبت ست و من بندہ شرح حال او را درین کتاب مبارک کتاب جمل و صفین۔ مارقین و کتاب شہادت رقم کردیم۔

---

۱ صناجۃ الطرب صفحہ ۲۲۴

۲ ” ” ۸۵

۳ ناسخ التواریخ صفحہ جلد

ذکر جناب عبیداللہ بن عباس سلام اللہ علیہم

انتخاب از تاریخ عینی شارح بخاری

جناب عبیداللہ ایک سال جناب امام عبداللہ بن عباس سے چھوٹے تھے آنحضرت کی وفات کے وقت ان کی عمر ۱۲ سال کی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کا استماع کیا اور روایتیں بھی نقل کیں ہیں۔ حضرت عبیداللہ بڑے سخی اور مہمان نواز تھے عرب میں انکی سخاوت مشہور تھی جیسے جناب امام حسن بن علی مرتضیٰ[۱] اور عبداللہ بن جعفر طیار کی۔ حضرت عباس کو بھی ان سے محبت تھی۔ حضرت عبیداللہ لوگوں کو کھانا کھلاتے اور جناب عبداللہ لوگوں کو علم سکھاتے تھے۔ ہر وقت انکے مکان پر مخلوق کا اژدہام رہا کرتا تھا۔ جناب عبیداللہ تجارت کرتے تھے اس جود و سخا کے باعث اللہ تعالیٰ نے انکے مال میں اسقدر برکت عنایت فرمائی تھی کہ بیان میں نہیں آسکتی۔ جب جناب امیر کی خلافت ہوئی تو عبیداللہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تھا یہ عرصہ تک وہاں حکومت کرتے رہے آخر بسر بن ارطاہ کو جب امیر معاویہ نے یمن وغیرہ کو بغرض بیعت بھیجا تو یہاں عبیداللہ بن عباس سے مقابلہ ہوا مگر انکی جمعیت کم تھی ان کو ناکامیابی رہی یہ کوفے چلے آئے حضرت ولایت مآب علی ابن ابیطالب نے ان کو ملامت کی اور لشکر تیار کر کے انکے ہمراہ کیا آخر بسر بن ارطاۃ اپنا کام کر کے چلتا ہوا اسنے اول مدینہ کے لوگوں سے امیر معاویہ کے لیے بیعت لی اور ابوہریرہؓ کو اپنا نائب کر کے مکہ کی طرف روانہ ہوا چونکہ اس کی توجہ شیعیان علی ابن ابی طالب کی طرف خصوصیت کے ساتھ تھی اکثر کو قتل کر دیا کرتا تھا چنانچہ جناب عبیداللہ بن عباس کے دو[۲] صاحبزادے سلیمان۔ داؤد کہ انکی والدہ ام حکیم کنیت جوریہ نام تھا دختر خالد بن قارظ کنانیہ تھیں ایک شخص بنی کنانہ کے پاس جناب عبیداللہ نے چھوڑ دیا تھا بسر بن ارطاۃ نے اُس شخص کے قتل کے بعد

[۲] ناسخ التواریخ صفحہ ۵۵۵ جلد ۳

ان کو بھی قتل کر دیا یہ دونوں صاحبزادے بہت صغیر سن تھے جب ان بچوں کی شہادت کی خبر
حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کو پہونچی آپ کو بہت صدمہ ہوا اور بسر بن ارطاۃ کو بددعا
دی آپکی بددعا کا یہ اثر ہوا کہ بسر بن ارطاۃ دیوانہ ہو گیا۔ بعد شہادت حضرت ولایت مآب کے
جناب عبید اللہ بن عباس حضرت امام حسن علیہ السلام کے معاون و مددگار رہے۔
جب تک کہ آپنے امر خلافت سے دست برداری نہ دیدی اسکے بعد امیر معاویہ کی طرف رجوع
کیا۔ جناب عبید اللہ بن عباس کی سخاوت کی حکایتیں بہت ہیں منجملہ اُنکے چند حکایتیں
لکھی جاتی ہیں۔ حضرت[1] عبید اللہ بن عباس کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کیا اے
ابن عم رسول اللہ آپ پر میرا ایک احسان ہے اب چونکہ میں غریب ہو گیا ہوں میں چاہتا ہوں
کہ آپ اُسکا بدلہ کریں حضرت عبید اللہ نے فرمایا کہ تم نے کب ہمارے ساتھ احسان کیا تھا
اُسنے عرض کیا کہ ایک مرتبہ آپ چاہ زمزم کے قریب دھوپ میں کھڑے ہوئے تھے اور آپکا
غلام پانی لینے کے لیئے گیا تھا دھوپ کی گرمی سے آپ کو تکلیف ہو رہی تھی میںنے اپنی عبا کا
آپ پر سایہ کیا تھا اور جبتک کہ آپنے پانی نہ پی لیا میں برابر آپ پر سایہ کیے رہا حضرت عبید اللہ
نے فرمایا بیشک مجھے یاد آگیا غلام کی طرف اشارہ کیا کہ کچھ ہے اُسنے عرض کیا دس ہزار درہم ہیں
آپنے فرمایا انکو دیدو اور فرمایا کہ میرا یہ خیال ہے کہ شاید یہ درہم تمہاری ضرورتوں کے لیے کافی
نہوں اس شخص نے عرض کیا کہ اگر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے سوائے آپکے اور کوئی اولاد
نہوتی تو آپ اُنکی جانشینی کے لیے کافی ہوتے مگر جبکہ سید المرسلین خیر الاولین والآخرین
خاتم النبیین محمد مصطفٰے صلوٰۃ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ الطاہرین اُنکی نسل سے ہوئے اور آپ کو اور آپکے
والد بزرگوار حضرت عباس کو اُن سے رشتہ قرابت ہوا تو آپ کے مرتبہ میں اور بھی زیادتی
ہو گئی۔ یہ سنکر حضرت عبید اللہ نے فرمایا کہ اس کلام کی وجہ سے دس ہزار درہم اور انکو دیدو وہ
شخص آپ کی اس سخاوت سے دعائیں دیتا ہوا چلا گیا۔ دوسری حکایت۔ حضرت عبید اللہ
بن عباس جب امیر معاویہ کے پاس گئے ہیں تو اُنہوں نے بہت بیش قیمت کپڑے اور

[1] تاریخ عینی شرح بخاری

مشک اور سونے چاندی کے برتن ہدیتاً اپنے دربان کے ہاتھ انکی خدمت میں بھیجے جب وہ دربان انکے حضور میں آیا اور سب چیزیں سامنے رکھیں تو ان چیزوں کو وہ غور سے دیکھنے لگا آپنے فرمایا کہ تمھیں کچھ ان میں سے پسند ہے اُسنے عرض کیا کہ ہاں جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام مرغوب تھے ۔ حضرت عبید اللہ نے فرمایا یہ سب ہمنے تم کو دیا اُسنے عرض کیا کہ ایسا نہو کہ امیر معاویہ کو معلوم ہو جاوے اور وہ مجھپر خفا ہوں آپنے اپنے خزانچی کو بلایا اور حکم دیا کہ ان سب اشیاء کو صندوق میں بند کر دو اور ہماری مہر لگا کر اس شخص کے مکان پر پہنچا دو تاکہ کوئی شخص کچھہ خیال نکرے اُس شخص نے عرض کیا کہ یہ تدبیر آپ کے اُس کرم سے بھی اچھی ہے میری آرزو ہے کہ میں جب تک نہ مروں کہ آپ کو بجاے امیر معاویہ کے نہ دیکھہ لوں حضرت عبید اللہ نے فرمایا کہ خاموش چونکہ ہم نے اُنکے ہاتھہ پر عہد کر لیا ہے ہم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم اُسکے خلاف کریں ۔ ایک بار ایک شخص انصاری حضرت عبید اللہ کی خدمت میں آئے اور کہا اے ابن عم رسول اللہ میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوا ہے اور مینے تبرکاً اُسکا نام عبید اللہ رکھا ہے آج اُس کی ماں کا انتقال ہو گیا حضرت عبید اللہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اُسکو مبارک کرے اور اُس کی ماں کے صدمہ کا تم کو صبر عنایت فرماوے ۔ بعد ازاں آپنے اپنے وکیل کو بلایا اور حکم دیا کہ اسیوقت اُس لڑکے کے لیے دایہ کا انتظام کردو اور ایک لونڈی خریدو اور اُن کو دوسو اشرفی دو تاکہ اُس بچے کے اخراجات میں صرف کریں اسکے بعد آپنے فرمایا کہ چونکہ آجکل ہمارے پاس روپیہ کم ہے اسوجہ سے یہ قلیل رقم آپ کو دیگئی ہے اور بہت معذرت کی اُنہوں نے عرض کیا کہ اگر حاتم طائی سے ایک روز پہلے بھی آپ کا وجود ہوتا تو عرب میں سواے آپ کی سخاوت کے اور کسی کا تذکرہ ہوتا آپ کی سخاوت کا سایہ اُس کی سخاوت کے درخت سے بالا تر ہے

(۴) حضرت عبید اللہ بن عباس نے ایک بار بحالت سفر ایک اعرابی کے مکان پر قیام کیا اُسوقت اُس اعرابی کے پاس سواے ایک بکری کے اور کوئی جانور نہ تھا اُس نے

بلا دریغ فوراً اسکو ذبح کر کے انکے کھانے کا انتظام کر دیا حضرت عبید اللہ نے خادم سے دریافت
کیا کہ تمہارے پاس کچھ ہے اُسنے عرض کیا پانچسو اشرفی آپنے حکم دیا کہ اس اعرابی کو دیدو خادم
نے عرض کیا کہ اس اعرابی نے ایک بکری آپکے لیے ذبح کی ہے اور اسکی قیمت پانچ درہم سے
زیادہ نہیں آپ کو کچھ خیال نہیں ہوتا اور بلا دریغ روپیہ دینے کا حکم دیدیا کرتے ہیں حضرت عبید اللہ
نے فرمایا کہ اس اعرابی کی کل کائنات یہ بکری تھی اسنے وہی بکری ہماری نذر کر دی پس اگر میں اسکو
اسقدر روپیہ دوں تو کیا بیجا ہے کیونکہ میں اپنی وسعت کے قابل اس کی خدمت کرونگا اور حکم دیا
کہ فوراً دیدو چنانچہ وہ روپیہ دیدیا گیا پھر ایک مدت کے بعد حضرت عبید اللہ کا گذر اُس اعرابی
کے گھر کی طرف ہوا اب اُسکا بڑا کارخانہ ہو گیا تھا بہت اونٹ و بکریاں اور حشم و خدم تھے
اعرابی ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ غریب خانہ پر تشریف فرما ہوجیے آپنے
منع فرمایا اور اُس کے مکان پر فروکش ہوئے اور چلدیے اُس نے بہتیرا عرض کیا کہ سبب
آپ کا ہی ہے پھر کیوں میری عرض منظور نہیں کیجاتی حضرت عبید اللہ نے فرمایا کہ ہم ایک
ضروری کام کے لیے جا رہے ہیں جب تھوڑی دور چلے گئے تو یہ خیال آیا کہ ہمارے وہاں نہ
ٹھہرنے سے اُسکو یہ گمان ہو کہ ہم نے اُسکو کچھ انعام و اکرام دینے میں پہلوتہی کی لہذا پانچسو
اشرفیاں اُسکے پاس بھیجدیں اعرابی نے جب اس رقم کثیر کو دیکھا وہ انکے پیچھے روانہ
ہو گیا یہانتک کہ انکی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو چند اشعار جو میں نے عرض
کیے ہیں پڑھوں۔ حضرت عبید اللہ نے اجازت دیدی اُسنے اشعار ذیل نہایت جوش
اور خوشی کی حالت میں پڑھے وہ یہ ہیں ؎ توسمتہ لما رایت مہابتہ۔ علیہ فقلت المرء
من آل ہاشم۔ ادا لمرء من آل[1] المرار فانہم۔ ملوک و ابناء الملوک الاکارم۔

---

[1] حضرت عباس کے جد اعلیٰ کلاب بن مرہ کی ماں کندہ کے خاندان سے تھی چونکہ بنو آکل المرار کندہ کے
ملوک تھے بایں لحاظ یہ لوگ حضرت عباس اور ربیعہ بن حارث وغیرہ اپنے مادری سلسلے کے خیال سے اپنے کو
آکل المرار کیطرف منسوب کرتے تھے اس شاعر نے اسی کی طرف لفظ مرار سے اشارہ کیا ہے (ترجمہ ابن خلدون صہ ۲۴۳)

فقمت الی عنز بقیۃ اعسنز۔ فجد لہا فضل امرئٍ غیر فادم۔ نصو ضنی منہا غنائی
وحاد لی۔ بہا لمجید بہ عفوا لغن الدمر۔ یعنی بوجہ خوبصورتی کے جیسے اُنکے چہرہ
پر رعب کو دیکھا تو میں نے کہا یہ شخص بنی ہاشم سے ہے یا آل مرار سے کوئی شخص ہے کیونکہ وہ سلاطین ہیں
اور سلاطین عظام کی اولاد سے ہیں پس میں کھڑا ہوا طرف ایک بزرگ کے جو بقیہ بزرگوں کا ہے۔
پس اُس نے بوجہ اپنی خوبی کے ایسا کام کیا جیسے کوئی شخص بلا کھٹکے آزادی سے کام کرتا ہے
اور جسکو ندامت کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ پس بدلے میں اُسکے مجھکو مالدار بنا دیا اور اس طرح میری
طرف دست کرم دراز کیا کہ بغیر سوال کے مجھکو مالامال کر دیا اسطرح سے شاید ہی کسی نے کیا ہو۔

حضرت عبید اللہ کا لقب عرب میں تیار الفرات تھا۔ تیار دریا کی موج کو کہتے ہیں
یعنی جسطرح فرات موجیں مارتا ہے اسیطرح یہ کرم وسخاوت کی کثرت کرتے ہیں۔ حضرت عبید اللہ
جب مکہ مکرمہ میں تھے تو ہر روز ایک اونٹ ذبح کر کے مخلوق کو کھانا کھلایا کرتے تھے اور مدینہ
منورہ میں تو عام حکم تھا کہ ہمارے یہاں دونوں وقت کھانا کھائیں۔ رمضان المبارک میں حضرت
عبید اللہ ہی پہلے وہ شخص ہیں کہ اپنے مکان پر لوگوں کو بلا کر افطار کراتے تھے اور حضرت عبید اللہ
ہی وہ شخص ہیں کہ راستوں پر کھانا رکھوا دیا کرتے تھے تاکہ کوئی بھوکا نہ جائے۔ ایک شاعر نے
انکی تعریف میں چند شعر کہے ہیں جنکا مطلب یہ ہے کہ آپ نے لوگوں کو ہر قسم کے کھانے کھلائے
اور غربا ومساکین ویتیموں کے لیے آپ کا وجود ملجا ومادا ہے آخر میں لکھتا ہے۔ وابوک ابو الفضل
الذی کان رحمتہ + وعیناً ونوراً للخلائق اجمعا۔ یعنی آپ کے والد بزرگوار حضرت
ابو الفضل تھے جنکا وجود مخلوق کے لیے باعث رحمت تھا اور وہ چشمہ فیض تھے اور تمام مخلوق کیلئے
نور ہدایت۔

حضرت عبید اللہ کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا بعض کہتے ہیں کہ یمن میں وفات پائی انکی
عمر کے بارے میں مورخین مختلف ہیں بعض کہتے ہیں کہ اسی سال کی عمر ہوئی اور بعض کہتے
ہیں کہ ستاون سال کی عمر تھی بعض کہتے ہیں کہ عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں بعض کہتے ہیں کہ

یزید بن معاویہ کے زمانہ میں انتقال کیا واللہ اعلم بالصواب۔ صاحب استیعاب کا قول ہے کہ

مدینہ میں یزید بن معاویہ کے زمانہ میں رحلت فرمائی۔ حضرت عبید اللہ کو ۹۳ یا ۳۴ھ میں حضرت امیر استیعاب ۶۱۶

نے امیر حج بنا کر بھیجا تھا۔ حضرت عبید اللہ کی اولاد۔ بڑے صاحبزادہ کا نام محمد تھا انہیں کے

نام پر انکی کنیت ابو محمد تھی انکی والدہ کا نام قرعہ بنت قطن بن حارث عامریہ تھا۔

ایک نکاح حضرت عبید اللہ کا عائشہ بنت عبد اللہ عبد المدان بن قطن بن زیاد بن حارث

ابن مدحج سے ہوا یہ خاندان عرب میں نجابت و شرافت میں مشہور و معروف تھا ان سے تین

اولادیں ہوئیں۔ عباس۔ عالیہ دختر۔ میمونہ۔ عالیہ کا نکاح امام علی بن عبد اللہ بن عباس سے

ہوا جن سے محمد پیدا ہوئے انہیں محمد و عالیہ کی اولاد میں خلافت ہوئی۔ ایک نکاح عمرہ بنت

غریب بن عبد کلالی حمیریہ سے ہوا ان سے لبابہ پیدا ہوئیں۔ لبابہ بنت عبید اللہ کا نکاح حضرت

ابو الفضل عباس بن علی علیہ السلام کے ساتھ ہوا انکے دو صاحبزادے۔ فضل عبید اللہ ہوئے

حضرت عباس بن علی کے تین بھائی اخیافی تھے جو کربلا میں ان سے پہلے شہید ہوئے

انکے وارث حضرت عباس ہوئے حضرت عباس بن علی کی شہادت کے بعد اس سب

مال کے وارث فضل و عبید اللہ ہوئے۔ فضل کا انتقال عبید اللہ سے پہلے ہوا اسوجہ

سے عبید اللہ ہی سب کے وارث ہوئے اور یہ جو کہتے ہیں کہ عمر بن علی بن ابی طالب نے

عبید اللہ سے ورثہ میں جھگڑا کیا تھا یہ ٹھیک نہیں کیونکہ عمر برادر نا دری عباس اصغر کے ہیں

اور عباس اکبر کے تو برادر پدری ہیں۔ ایک نکاح ام حکیمہ بنت قانط بن خالد سے ہوا جنکے بستان التواریخ

دو صاحبزادے سلیمان۔ داؤد یا عبد الرحمن۔ قثم صغیرسن ہی بسر بن ارطاہ کے ہاتھوں سے

ظلماً شہید ہوئے۔ المعارف میں ہے کہ یہ دونوں صاحبزادے عائشہ حارثیہ کے تھے۔ باقی

ام ولد سے اولادیں ہوئیں وہ یہ ہیں۔ عبد اللہ۔ جعفر۔ کلثوم۔ عمرہ۔ ام العباس۔ عبد اللہ

بن عبید اللہ بن عباس کے دو صاحبزادے تھے۔ حسن حسین انکی والدہ اسماء بنت

عبد اللہ بن عباس تھیں۔ عبد اللہ بن عبید اللہ نے اپنے عم عبد اللہ بن عباس سے روایتیں

کی ہیں اور ان سے انکے صاحبزادے حسین نے اور دیگر حضرات نے احادیث نقل کی ہیں
عباس بن عبداللہ بن عبید اللہ بن عباس کے بیٹے کا نام بھی عباس تھا یہ لاولد گئے باقی
عباس بن عبداللہ کی اولاد یہ ہیں سلیمان - داؤد - قثم اکبر - قثم اصغر - یہ قثم اصغر ابو جعفر
خلیفہ منصور کی طرف سے حاکم یمامہ تھے - ام جعفر - میمونہ - عبدہ عالیہ یہ امہات اولاد سے
تھیں عباس بن عبداللہ بڑے عالم اور ثقہ تھے بغداد شریف میں انکی نسل موجود ہے -
قثم بن عباس بن عبداللہ بن عبید اللہ بڑے سخی تھے داؤد بن سلیمان کا قصیدہ انکی
تعریف میں مشہور ہے - قثم

قثم بن عباس موصوف کے ایک صاحبزادے محمد تھے جو مکہ کے حاکم تھے ابو جعفر
خلیفہ منصور کی طرف سے حسین بن عبداللہ بن عبید اللہ کی کنیت ابو اسما تھی - یہ بڑے سخی
اور عالم فقیہ تھے اپنے دادا سے روایتیں نقل کی ہیں ۱۴۱ھ ہجری میں رحلت فرمائی - حسین و حسن
ایک والدہ سے تھے حسین کا نکاح لبابہ بنت فضل بن عباس بن عتبہ بن ابی لہب سے
ہوا انکا لئے اسمار پیدا ہوئیں یہ مدینہ میں رہتی تھیں یہ اسمار وہ ہیں - جب عیسیٰ بن موسیٰ
عباسی کا محمد بن عبداللہ علوی سے مقابلہ ہوا ہے اور عیسیٰ بن موسیٰ مدینہ میں داخل ہوئے ہیں
تو اسمار نے سیاہ علم ابو جعفر منصور کا مسجد نبوی کے منارہ پر کھڑا کر دیا تھا اس علم
کے قائم ہونے سے محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی ابن ابی طالب اور انکے لشکر میں ابتری
ہو گئی تھی - میمونہ بنت عبید اللہ کا نکاح عبید اللہ بن علی ابن ابی طالب سے ہوا تھا یہ عبید اللہ
مصعب بن زبیر کی ہمراہی میں جنگ مختار میں شہید ہوئے - بعد عبید اللہ مذکور کے میمونہ کا
نکاح ابوسعید عبداللہ بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام مخزومی سے ہوا بعد ابوسعید کے
نافع ابن جبیر بن مطعم سے ہوا - حضرت عبید اللہ بن عباس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
اپنی سنی ہوئی احادیثیں بیان کیں ہیں انسے سلیمان بن یسار - ابن سیرین - عطا ابن ابی رباح
عبداللہ بن عبید اللہ انکے بیٹے نے روایتیں نقل کی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین -

ذکر حضرت قثم بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی الہاشمی

حضرت عباس[1] کے یہ صاحبزادے یعنی قثم بن عباس حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صورت میں بہت مشابہ تھے پانچ آدمی آنحضرت کی شکل مبارک کے بہت مشابہ تھے۔ جناب امام حسنؑ۔ جناب قثم بن عباس۔ حضرت جعفر بن ابی طالب طیار۔ سائب بن عبد یزید ابوسفیان بن حارث عم النبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ سب حضرت بنو عبدالمطلب ہیں عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم تین لڑکے۔ یعنی عبیداللہ بن عباس۔ قثم بن عباس آپس میں کھیل رہے تھے کہ اتنے میں حضور سرور عالم گھوڑے پر سوار ہماری طرف کو گذرے ہیں جو دیکھا تو سواری روک لی اور مجھے اپنے آگے بٹھایا اور لوگوں سے فرمایا کہ قثم کو اٹھاؤ پھر آپ نے انکو پکڑ کر اپنے پیچھے بٹھایا اور عبیداللہ کو نہ اٹھایا حالانکہ حضرت عباس کو نسبے زیادہ محبت تھی اور آپ نے انکی محبت کا کچھ خیال نہیں فرمایا پھر آپ نے میرے اور قثم کے لیے دعا کی۔ جب حضرت ولایت مآب امام علی ابن ابی طالب کا زمانہ خلافت کا آیا تو قثم بن عباس کو مکہ مکرمہ کا حاکم مقرر فرمایا تھا تا شہادت حضرت امیر علیہ السلام یہ مکہ مکرمہ کے حاکم رہے جب امیر معاویہ کا زمانہ آیا تو حضرت قثم سعید بن عثمان بن عفان کے ہمراہ سمرقند کو بغرض جہاد گئے تو وہیں[2] انکی شہادت ہوئی۔ آنحضرت کی وفات کے وقت انکی عمر آٹھ سال سے کچھ زیادہ تھی۔

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام فرماتے ہیں کان قثم احدث الناس عہداً برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یعنی حضرت قثم آنحضرت کے زمانہ میں نوعمروں میں تھے حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں[3] ھو آخر الناس عہداً برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وذالک انہ کان اخر من خرج من قبرہ ممن نزل فیہ وقال آخر الناس عہداً بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم قثم بن عباس یعنی حضرت قثم بن عباس آخر آدمی ہونگے

[1] استیعاب صفحہ ۵۵۱
[2] معارف قتیبہ صفحہ ۶۹ مطبوعہ مصر
[3] استیعاب صفحہ ۵۵۱

آنحضرت کے زمانہ سے ملے اسلئے کہ حضرت قثم آنحضرت کی قبر مبارک سے سب سے آخیر میں نکلے
تھے اُن لوگوں سے جنہوں نے آنحضرت کو قبر میں رکھا تھا۔ اور فرمایا آخر آدمیوں کے زمانہ آنحضرت
سے قثم بن عباس ہیں۔ حضرت قثم ہی حضرت عباس کے اُن صاحبزادوں میں سے ہیں جنہیں
آپ نے ردائے مبارک ڈالی تھی۔

ترجمہ ابن خلدون جلد سوم صفحہ ۲۹۴ جب حضرت ولایت مآب نے جنگ جمل کا قصد فرمایا تو قثم بن عباس کو مدینہ شریف کا
حاکم بنایا تھا بوقت شہادت حضرت ولایت مآب امیر المومنین علی ابن ابی طالب حضرت قثم مکہ و طائف
ناسخ التواریخ صفحہ کے حاکم تھے۔ صاحب ناسخ التواریخ لکھتے ہیں کہ قثم بن عباس از اصحاب رسول اللہ و نیز از اصحاب
علی علیہ السلام است و قبر او در سمر قند است و از مکاتیب امیر المومنین جلالت قدر و عدالت او
ظاہر میشود۔ مسلم شریف میں ہے عبد اللہ بن ابی ملیکہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن جعفر
نے عبد اللہ بن زبیر سے کہا کہ تمہیں یاد ہے جب میں اور تم اور ابن عباس (ابن عباس سے مراد
یا تو قثم ہیں یا ابن عباس ہی ہیں غالباً قثم ہی ہیں کیونکہ اور روایات کے دیکھنے سے یہی معلوم
ہوتا ہے) کھیل رہے تھے تو رسول اللہ نے ہم دونوں کو اٹھا کر سوار کر لیا تھا اور تمہیں چھوڑ دیا
تھا۔ اس سے حضرت عبد اللہ اور حضرت قثم کا مرتبہ حضرت عبد اللہ بن زبیر سے زیادہ معلوم
ہوتا ہے۔

ذکر حضرت معبد بن عباس بن عبد المطلب

حضرت معبد حضور سرور عالم کے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے مگر آنحضرت سے روایتیں
نقل نہیں کیں۔ حضرت امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں عبد اللہ بن ابی
سرح کے ساتھ افریقہ کے جہاد کو گئے اور وہیں شہید ہوئے معبد بن عباس کے صاحبزادے
عبد اللہ تھے اور عبد اللہ کے صاحبزادے عباس تھے یہ عباس مدینہ پر حاکم تھے بعد کو خلیفہ ابو العباس
استیعاب صفحہ ۳۸۴ سفاح نے معزول کر دیا۔ عباس بن عبد اللہ بن معبد لاولد گئے۔ حضرت معبد کے ساتھ انکے

بھائی حضرت عبدالرحمٰن بھی جہاد کے لیے گئے اور وہیں شہید ہوئے۔ حضرت معبد بن عباس بڑے بہادر و شجاع تھے۔

ذکر حضرت عبدالرحمٰن بن عباس

حضرت[1] عبدالرحمٰن بن عباس حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں پیدا ہوئے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں افریقہ کے جہاد کے لیے گئے اور وہیں شہید ہوئے۔ ابن کلبی کہتے ہیں کہ شام میں شہید ہوئے یہ چھوٹے صاحبزادے حضرت ابوالفضل عباس کے حضرت امّ الفضل لبابہ کبریٰ کے بطن سے ہوئے انہیں پر آنحضرت نے اپنی ردائے مبارک ڈال کر دعا فرمائی تھی۔ [1] استیعاب صفحہ ۲۰۶

امام نووی تہذیب الاسماء میں لکھتے ہیں کہ ایک ماں کے بیٹے جن کی قبریں ہزاروں کوس کے فاصلہ پر ہوں نہیں معلوم ہیں سوائے حضرت ام الفضل کے صاحبزادوں کے کیونکہ حضرت فضل بن عباس کی قبر شام میں مقام یرموک میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس کی قبر طائف میں۔ حضرت عبیداللہ کی مدینہ طیبہ میں۔ حضرت قثم کی سمرقند میں۔ حضرت معبد۔ حضرت عبدالرحمٰن کی افریقہ میں۔ ایک شاعر ہلالی اپنے اشعار میں ان حضرات پر فخر کرتا ہے وہ اشعار ناظرین کی دلچسپی کے لیے لکھتے ہیں ؎

فحتی ولدنا الفضل والحبر بعدہ	عنیت ابا العباس ذا الدین والذی
وعد عبید اللہ ثم ابن امہ	لی قثما عنی وذا البلاغ معبدا
غیوث لدی العافین خرس عن الخنا	اسود اذا ما موقد الحرب اوقدا
اذا فتخرت یوما قریش فانما	تفوقہم مجدا مجدا وسوددا

یعنی بیٹے جنا فضل کو اور اسکے بعد حبر امت کو یعنی ابوالعباس جو دیندار اور صدر انجمن اسلام ہیں۔ اسکے بعد شمار کرو عبیداللہ کو اور اسکے بھائی قثم اور معبد کو جو کریم و سخی ہیں۔ یہ لوگ بخشش کرنے والے ہیں

[1] تذکرۃ المجالس صفحہ ۲۵۲

مانند مینہ کے ہیں اور بیہودہ گوئی سے بالکل گونگے ہیں اور سردار ہیں جسوقت لڑائی کی آگ کوئی روشن کرے۔ جب قریش کسی دن فخر کرنے لگیں تو ہم یہ کہدینگے کہ ہم تم سے بڑھکر ہیں علم میں بزرگی میں سیادت میں۔ باقی اولاد حضرت ابوالفضل عباس عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امہات اولاد سے ہی جن میں حارث بن عباس۔ کثیر بن عباس۔ عوف بن عباس۔ تمام بن عباس۔ جب تمام[1] پیدا ہوئے تو حضرت عباس نے فرمایا کہ میرے فرزند تمام پر پورے دس ہوگئے اے اللہ انکو بزرگ اور نیک کرنا اور ان کا ذکر روشن کرنا۔ غرض ان سب کے لیے دعا دی صاحبزادیاں یہ ہیں۔ ام حبیبہ یہ حضرت ام الفضل کے بطن سے ہوئیں۔ باقی۔ آمنہ۔ صفیہ دوسرے ازواج سے۔ حارث بن عباس کی اولاد سے سری بن عبد اللہ حاکم یمامہ تھے ان میں سے چند صاحبزادوں کے نکاح حضرت سیدنا علی ابن ابی طالب کی صاحبزادیوں سے ہوئے ہیں چنانچہ معارف ابن قتیبہ میں وکانت سائر بنات علی عند ولد العقیل وولد العباس یعنی حضرت سیدنا علی ابن ابیطالب کی سب صاحبزادیاں حضرت عقیل اور حضرت عباس کے صاحبزادوں کو منسوب ہوئی تھیں صاحب ناسخ التواریخ لکھتے ہیں کہ حضرت زینب کبریٰ جن کا لقب ام الحسن تھا جو حضرت سیدہ کی صاحبزادی نہیں جنکا نکاح اول حضرت عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب ہاشمی سے ہوا تھا اور اُنکے دو فرزند عون و علی۔ پیدا ہوئے عبد اللہ بن جعفر کے انتقال کے بعد انکا نکاح حضرت کثیر بن عباس ہاشمی سے ہوا۔ اور حضرت میمونہ بنت سیدنا علی ابن ابی طالب کا نکاح اول عبد اللہ اکبر بن عقیل بن ابی طالب سے ہوا انکے بعد حضرت تمام بن عباس ہاشمی سے ہوا۔ اور حضرت نفیسہ جن کی کنیت ام کلثوم تھی اور انکی والدہ ام سعید تھیں۔ یہ نویں صاحبزادی ہیں جناب امیر کی۔ ان کا نکاح بعد حضرت زینب کبریٰ کے کثیر بن عباس ہاشمی سے ہوا۔ حضرت عباس کے سب صاحبزادے عالم تھے علی ہذا پوتے پڑپوتے۔ چنانچہ ان سب حضرات نے حضرت ابن عباس سے روایتیں نقل کی ہیں۔ یہ سب حضرات حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے آخر وقت تک معاون مددگار رہے

[2] معارف مطبوعہ مصر صفحہ ۱۰۰

[3] ناسخ التواریخ اثنا عشری صفحہ ۷۰۰

[1] نزہۃ المجالس جلد ۲۔ از کتاب جامع صفحہ ۲۵۴

یہانتک کہ حضرت ام الفضل لبابہ کبریٰ نے بھی مکہ سے ایک خط اطلاعی یہاں کے حالات کا جس
میں لوگوں کی بغاوت کا ذکر تھا لکھکر بھیجا تھا۔ حضرت ولایت مآب نے بھی ان لوگوں کو جو کچھ منتخب
دیں جیسا پہلے تحریر ہوا چنانچہ تمام بن عباس کو مدینہ کا حاکم بنا کر آپ جنگ جمل کی طرف متوجہ ہوئے۔
ایکبار حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب نے تمام آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف
میں ایک خطبہ بلیغ پڑھا تھا وہ یہ ہے۔ ہم دعائم الاسلام۔ وولائج الاعتصام بہم عاد
الحق فی نصابہ۔ وانزاح الباطل عن مقامہ۔ وانقطع لسانہ عن منبتہ۔ عقلوا الدین
عقل وعایۃ لا عقل سماع وروایۃ۔ ہم موضع سر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم وحماۃ امرہ وعیبۃ علمہ وموئل حکمہ وکہوف کتبہ۔
وجبال دینہ۔ ہم کرایم الایمان وکنوز الرحمن ان قالوا صدقوا وان صمتوا
لم یسبقوا ہم لنوز الایمان ومعادن الاحسان۔ الحکموا عدلوا وان حاربوا
خصموا بہم اساس الدین وعماد الیقین الیہم یفئ الغالی وبہم یلحق التالی ہم
مصابیح الظلم وینابیع الحکم ہم معادن العلم ومواطن الحلم۔ ہم عیش العلم
وموت الجہل یخبرکم حلمہم عن علمہم وصمتہم عن منطقہم لا یخالفون الحق ولا
یختلفون فیہ فہو بینہم صامت ناطق وشاہد صادق +
یعنی خاندان نبوت کے حضرات دین کے ستون اور پشت پناہ ہیں اور مگر اچکل مانیولے
ہیں۔ انہیں کے ساتھ حق لوٹتا ہے اپنے قیام کے لیے اور باطل علیحدہ ہوتا ہے اپنی جگہ سے اور
اُس کی زبان منقطع ہوجاتی ہے اپنی جگہ سے۔ ان لوگوں نے دین کو ایسا سمجھا جس طرح کوئی شخص
نگہداشت کے ساتھ سمجھتا ہے نہ صرف سننے اور روایت کرنے کے لیے۔ یہ لوگ حضرت رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیدوں کی جگہ اور اُنکے حکم کے حافظ و نگہبان ہیں اور آپکے
علم کے معدن ہیں۔ اور آپ کی کتابوں کی پناہ ہیں اور آپ کے دین کی باگ ڈور ہیں۔
یہ لوگ ... ہیں جنکے ... ان کی بزرگیاں قائل ہیں اور خداوند کریم کے علمی خزانے ہیں۔

اگر یہ گفتگو کرینگے تو سچ بولینگے اور اگر خاموش ہونگے تو نہ سبقت کرینگے۔ یہ لوگ ایمان کے خزانے اور احسان کے معدن ہیں۔ اگر صلح کرینگے تو انصاف کیساتھ کرینگے اور جھگڑینگے تو سختی کرینگے یہ لوگ دین کی بنیاد ہیں اور یقین کے ستون ہیں انہیں کی طرف مصیبت زدہ رجوع کرتا ہے اور انہیں کیساتھ گمراہ ملکر راہ پاتا ہے۔ یہ لوگ اندھیروں کے چراغ اور اجالا کرنے والے ہیں۔ اور حکمتوں کے چشمے اور علم کے معدن اور بردباری کی گہریں یہی لوگ علم کی زندگانی ہیں اور جہالت کی موت انکے حلم و بردباری سے تم کو انکے علم کی خبر ہو جائیگی اور ان کی کم گوئی سے انکی فصاحت کا پتہ چل جائیگا یہ لوگ حق کی مخالفت نہیں کرتے اور حق بات میں اختلاف نہیں کرتے۔ حق انکو چپ کرنیوالا اور گفتگو کرانے والا ہے اور سچا گواہ ہے۔

واقعی جناب امیرؑ نے آل رسول کی جو جو باتیں بیان کیں وہ سچی اور بے مبالغہ ہیں خاندان نبوت کے حضرات نے اسلام کی ہر پہلو سے حفاظت کی اور کڑے وقت میں انہیں کے ذریعے سے مسلمانوں کی مشکلیں آسان ہوا کرتی تھیں چنانچہ اصحاب کبار ہمیشہ خاندان نبوت کے حضرات سے مشورہ لیکر انہیں کے مشورہ پر عمل کیا کرتے جب حضرت عمر کے زمانہ میں فرائض کا مسئلہ پیش ہوا کہ ایک عورت نے وفات پائی اور ایک خاوند اور ایک ماں اور ایک بھائی چھوڑا اس مسئلہ کو مسئلہ مباہلیہ کہتے تھے حضرت عمر نے اصحاب کو جمع کیا اور اس مسئلہ میں مشورہ چاہا اسوقت حضرت عباس نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ مال ان میں بقدر انکے فرض کے تقسیم کیا جائے چنانچہ سب اصحاب نے اسپر اتفاق کیا اور حضرت عباس کی رائے پر عمل کیا۔ کئی نیابت سے مسائل میں حضرت ولایت مآب امیر المومنین علی ابن ابی طالب سے حضرت عمر اور صحابہ کبار مشورہ لیتے تھے چنانچہ حضرت عمر فرمایا کرتے تھے لولا علی لهلك عمر۔ یعنی اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ اسیطرح جناب حضرت ابن عباس باوجود صغر سن ہونیکے حضرت عمر اور تمام اصحاب ان سے مشورہ لیا کرتے تھے اور جب کوئی مشکل پیش آتی تو ان کو بلا کر فرمایا کرتے تھے انت لها فلا مثالها یعنی تم ایسے ہی

اور اس جیسے مسائل کے لیے۔ ایک بار امیر معاویہ کے پاس ہرقل بادشاہ روم نے بہت سی باتیں لکھیں جن کے جواب دینے کا امیر معاویہ نے قصد کیا مگر لوگوں نے ان سے کہا کہ اگر کسی بات میں تم سے خطا ہو گئی تو تم اس کی نظروں سے گر جاؤ گے لہذا خاندان نبوت سے مدد لو تم عبداللہ بن عباس کو اطلاع دو وہی اسکا جواب دینگے چنانچہ امیر معاویہ نے وہ خط انکے پاس بھیجدیا انہوں نے اس کی تمام باتوں کا نہایت فصاحت کے ساتھ جواب دیا کہ بادشاہ روم حیران رہگیا۔ ایک بار عبدالملک بن مروان کے پاس شاہ روم نے ایک خط بھیجا جس میں سختی کے ساتھ لکھا تھا کہ میں ایک لاکھ فوج لیکر آتا ہوں اور تم کو برباد کردونگا۔ عبدالملک نے چاہا کہ اسکا جواب شافی اور مختصر لکھوں مگر نہ لکھ سکے اسوجہ سے حجاج بن یوسف کو لکھا کہ امام محمد بن حنفیہ کو لکھو کہ تم قتل کردیے جاؤ گے اور وہی الفاظ لکھے جو کہ شاہ روم نے لکھے تھے اور یہ بھی لکھا کہ جو وہ جواب دیں وہ میرے پاس بھیجدینا۔ چنانچہ حجاج بن یوسف نے ایسا ہی کیا اسپر حضرت امام محمد بن حنفیہ نے یہ جواب لکھا۔ اللہ تعالی کی تین سو ساٹھ بار نظر رحمت اپنے بندوں پر ہوتی ہے میں امید کرتا ہوں کہ اُن میں سے ایک نظر میری طرف ہوگی جو تم کو میرے اوپر غالب نہیں ہونے دیگی۔ اس جواب کو حجاج نے عبدالملک کے پاس بھیجا اور عبدالملک نے شاہ روم کے پاس۔ شاہ روم نے دیکھتے ہی کہا ماخرج ھذا الکلام الا من بیت النبوۃ۔ یعنی یہ کلام نہیں نکلا مگر خاندان نبوت سے۔ غرض تمام صحابہ کرام کے دلوں میں خاندان نبوت کے علم و فضل کی پوری پوری وقعت تھی۔ ایک تو اسوجہ سے کہ اللہ تعالی نے انکو یہ شرف عنایت فرمایا تھا کہ قلب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا انکے قلوب میں سے تھا دوسرے حضرت سرور عالم نے انکے حقوق کی بابت ہمیشہ نصیحتیں فرمائی تھیں چنانچہ صاحب نور الابصار لکھتے ہیں کہ جب ابولہب کی بیٹی نے ہجرت کی تو لوگوں نے ان سے کہا کہ تمہیں اس ہجرت سے کیا فائدہ ہوگا تم اس شخص کی بیٹی ہو جو دوزخ کا ایندھن ہے یہ سنکر ابولہب کی

نزہۃ المجالس
[illegible]
جلد ۲

بیٹی نے اس قصہ کو آنحضرت کی خدمت میں عرض کر دیا یہ سنکر آنحضرت کو جلال آگیا اور آپ منبر پر تشریف لے گئے اور آپ نے فرمایا مابال اقوام یوءذوننی فی نسبی وذوی رحمی الا ومن اذی نسبی وذوی رحمی فقد آذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ اخرجہ ابن ابی عاصم والطبرانی والبیہقی بالفاظ متقاربۃ ۔ یعنی کیا حال ہے اس قوم کا جو مجھکو میرے نسب اور میرے ذوی الارحام کے بارے میں تکلیف دیتے ہیں آگاہ ہو جاؤ جسنے میرے نسب والوں اور میرے رشتہ داروں کو تکلیف دی اسنے مجھے تکلیف دی اسی کے متعلق شیخ اکبر فرماتے ہیں فلا تعدل باھل البیت خلقا ۔ فاھل البیت ھم اھل السیادہ ۔ فبغضھم من الانسان خسر ۔ حقیقی وحبھم عبادۃ ۔ یعنی اہلبیت کی برابر تم کسی مخلوق کو مت کرو کیونکہ اہلبیت سیادۃ والے ہیں ۔ ان سے عداوت رکھنا انسان کے لیے واقعی خسارہ ہے اور ان کی محبت عبادت میں داخل ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ حقوق شرفا کے متعلق صاحب نور الابصار لکھتے ہیں ۔ واذا تخاصم الشرفا مع بعضھم لا ننتصر لاحد منھم دون الاخر بل اطلب الصلح بینھم لا غیر ۔ یعنی جب شرفا آپس میں لڑیں تو ایک کے مقابلہ میں دوسرے کی مدد نکریں بلکہ حتی الوسع صلح کی کوشش کریں اور بس کیونکہ ایک حدیث میں ہے جسکو حاکم نے نقل کیا ہے کہ فرمایا آنحضرت نے وعدنی ربی فی اھلبیتی من اقر منھم بالتوحید ولی بالبلاغ ان لا یعذبھم یعنی مجھے میرے پروردگار نے وعدہ کیا ہے کہ میرے اہلبیت میں سے جس شخص نے خدا کی وحدانیت کا اقرار کیا اور میری رسالت کا خدا اسکو عذاب نہیں دیگا واللہ یحشرنا فی زمرتھم ویرحمنا باقتدائھم ۔

کتاب سیرۃ العباس کی پہلی جلد ختم ہوئی ۔ دوسری جلد انشاء اللہ تعالی لکھی جائیگی ۔ میں اللہ تعالی سے دعا کرتا ہوں کہ بواسطہ حضور سرور عالم اور آپ کے اہلبیت خصوصاً حضرت ابو الفضل عباس بن عبد المطلب و حضرت حبر الامۃ عبد اللہ بن عباس

القرشی الہاشمی اس کتاب کو مقبول فرماے آمین

آخر میں میں ناظرین سے التماس کرتا ہوں کہ اگر بوجہ کمی معلومات کے کوئی لغزش ہوگئی ہو تو معاف فرمائیں اور اسکی اصلاح کردیں۔ والعذر عند کرام الناس مقبول۔ جن کتابوں سے یہ حالات لکھے ہیں اُن کو علیحدہ ایک صفحہ پر لکھدیا گیا ہے۔

خاکسار
فرید احمد عباسی
امروہی

تمت بالخیر

ترجمہ قصیدہ حضرت عباسؓ

مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِي الظِّلَالِ۔ وَفِي مُسْتَوْدَعٍ حَيْثُ يُخْصَفُ الْوَرَقُ۔ آپ پاکیزہ خصال تھے ظہور دنیا سے پہلے عالم ظلال میں اور اس عالم میں کہ ارواح شیث وآدم میں ودیعۃ تھیں جبکہ آدم جنت میں تھے اور بعد اکل شجرہ اپنے بدن کو جنت کے درختوں کے پتوں سے لپیٹتے تھے۔

ثُمَّ هَبَطْتَ الْبِلَادَ لَا بَشَرٌ أَنْتَ وَلَا مُضْغَةٌ وَلَا عَلَقٌ پھر نزول فرمایا آپنے اس دار دنیا میں اور اسوقت آپ نہ بشکل بشر تھے اور نہ بصورت مضغہ گوشت اور نہ خون منجمد (مطلب یہ ہے کہ حضور کو اسوقت تک عالم ظہور میں نہ جامہ بشریت پہنایا گیا تھا اور نہ مقدمات جسمیۃ کے گوناگوں سے آپکو کچھ تعلق تھا) بَلْ نُطْفَةٌ تَرْكَبُ السَّفِينَ وَقَدْ أَلْجَمَ نَسْرًا وَأَهْلَهُ الْغَرَقُ بلکہ آپ زمانہ طوفان نوح میں جسوقت کہ پانی نے نسر اور اسکے پوجنے والوں کو غرق کردیا تھا آپ صلب نوح میں نطفہ تھے کہ سفینہ نوح میں سوار ہوتے تھے۔ تُنْقَلُ مِنْ صُلْبٍ إِلَى رَحِمٍ إِذَا مَضَى عَالَمٌ بَدَا طَبَقٌ۔ آپ پشت آبا سے ارحام امہات کی طرف جب ایک عالم گذر جاتا تھا دوسرا زمانہ ظاہر ہوتا تھا منتقل ہوتے رہتے تھے۔ وَرَدْتَ نَارَ الْخَلِيلِ مُسْتَتِرًا فِي صُلْبِهِ أَنْتَ كَيْفَ يَحْتَرِقُ۔ آپ آتش خلیل میں انکی پشت میں ہو کر تشریف فرما تھے پھر کیونکر ممکن تھا کہ وہ جلجاتے

حتّٰی احتوی ببیتک المھیمن فی خندف علیا تحتہا النطق۔ یہ نقل و حرکت
یہانتک ہوئی کہ حضور کا گھرانہ قبیلہ خندف کو جو مقدس تہا اعلیٰ برتری کے ساتھ
مشتمل ہوگیا اور اُسی قبیلہ کے زیر قدم رباں وانی تھی۔ وانت لما ظہرت أشرقت
الارض ٭ وضاءت بنورک الافق۔ اور جب آپنے بذات اقدس شریف
ظہور فرمایا تو ساری زمین جگمگا اٹھی اور آفاق ارض آپکے نور مبارک سے روشن
ہوگئے۔ فنحن فی ذالک الضیاء وفی النور وسبیل الرشاد نخترق پس اب
ہم اُسی روشنی و نور ہدایۃ میں ہوکر فلاح و رشد کے راستے قطع کرتے ہیں
اور طے کر رہے ہیں۔

صحت نامہ سیرۃ العباس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۱۸	بیثبہ	بیشبہ	۶۸	۴	حضرت	حضرت ست
۵	۳	اللہ	الا	۸۲	۱۴	لایبطرون	لایبصرون
۱۱	۱۹	ناز	نماز	۸۴	۳	بثوک	تبوک
۱۳	۱۱	رپزی	ریزی	۸۵	۱	جنگ تثین	×
۱۳	۱۹	اب	رب	۸۸	۹	عیم	عظیم
۲۰	۱۷	اصلم	اصلی	۹۱	۱۴	النیزان	النیوان
۲۵	۵	پکڑے	پکڑ لے	۹۱	۱۵	اتاکون	تاکون
۲۸	۹	سادہ	سادۃ	۹۷	۱	حضر	حضرت
۳۰	۲۱	معاد الدین	عماد الدین	۹۷	۱۵	طخو	طعنوا
۳۳	۱۶	ص ۲۸	ص ۳۸	۹۹	۲۱	کرلے	کرنے
۳۹	۱۲	ذ ایم	وایم اللہ	۱۰۵	۱۱	فور	فورا گ
۴۰	۱۲	عازم	حاز	۱۰۵	۱۵	وینا	ویتا
۴۰	۱۹	اونان	عدنان	۱۰۷	۱	ہم فتح	ہم مکہ فتح
۴۸	۱۹	الاصام	الاصابہ	۱۱۰	۱۶	شر	شیر
۵۳	۱۹	فصامرۃ	فصامر و ا	۱۱۲	۹	معلوم	معلوم ہوا
۶۶	۱۲	لقتبلہ	لیقتلہ	۱۱۸	۲	والاکثر	ولا اکثر
۷۳	۱۳	۲ سبقے	۲ سفی	۱۳۰	۱۳	متاقب	مناقب
۷۶	۲۱	جی	جھی	۱۳۲	۱۵	غالباً حضرت علی	حضرت علی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۳	۱۱	عن ابن عباس	عن ابن عباس صلعم	۱۶۰	۳	منزل	فنزل
۱۳۵	۵	اہل ملتی	اہل بیتی	۱۶۰	۳	ندعا	فدعا
۱۳۸	۱۷	بنی عبدالمطلب	بنی عبدالمطلب میں	۱۶۰	۳	لد	لیغتسل
۱۳۸	۱۷	اہلبیت	اہلبیت سے	۱۶۰	۴	بلساء	بلساء
۱۴۰	۴	نعلیر	نعیر	۱۶۰	۵	جانب الساء	جانب النساء
۱۴۲	۷	اجنات	اجابت	۱۶۰	۹	حانب	جانب
۱۴۲	۱۳	سورہ فاطمہ	سورہ فاتحہ	۱۶۱	۱۵	والصرف	والضرف
۱۴۳	۶	پانی برسا	پانی نہ برسا	۱۶۱	۱۷	حصص	حصر
۱۴۳	۱۳	استقفا	استغفار	۱۶۱	۱۷	اصوالی	اصوالکم
۱۴۸	۱۷	حضرت عباس کا	حضرت عباس نے	۱۶۵	۵	ابوحنین	ابوقبیس
۱۵۰	۱	لا اکرہ	لا اکراہ	۱۶۵	۱۳	خور	ضرور
۱۵۳	۸	امام لعبد	اما بعد	۱۷۰	۱۹	باطل	باطن
۱۵۴	۱۵	صنعتنا	صنعہ	۱۷۴	۱۰	اب سب	سب
۱۵۶	۱۸	سیدہ	سید	۱۷۴	۲۰	سلسلہ ۱۲	سلسلہ ۱۲ یا ۱۱
۱۵۷	۱۹	آل حارث ہیں	آل حارث ہیں	۱۷۹	۴	پڑھ	پڑگیا
۱۵۷	۱۷	الیّ	الیّٓ	۱۸۴	۱	بملتقطلت	بملتقطات
۱۵۹	۸	مکرت	مکرث	۲۰۷	۱۰	سائل	سائر

دواء دق

اس زمانہ میں بکثرت جوان جوان مرد اور عورتیں مرض دق میں مبتلا دیکھے جاتے تھے اور اُن میں سے بہت کم اس مہلک مرض سے جانبر ہوتے تھے لیکن بِالکُل دائے دوائے ہم نے نہایت جانفشانی سے دواء دق طیار کی جو اپنی تاثیر کے اعتبار سے اپنی تصدیق خود ہی۔ خدا کی مہربانی سے بہت سے مایوس العلاج مریض اس کے استعمال سے اچھے ہوگئے اور ملک کے ہر چہار اطراف سے اس کی کامیابی کی تصدیقیں بغیر کسی خواہش کے آنے لگیں۔

لہٰذا

ناظرین کی خدمت میں التماس ہی کہ جہاں کہیں دق کا مریض دیکھیں فوراً ہم کو اطلاع دیں۔ اگر غریب ہے تو اُسکو مفت دواء دق دیجائیگی، اور اگر قیمت دینے کے قابل ہی تو قیمت لیجائیگی۔ قیمت دواء دق ۲۴ خوراک ۱۶عہ، علاوہ محصولڈاک ترکیب استعمال کا پرچہ دوا کے ہمراہ بھیجا جاتا ہی۔

دواء دق کے منافع کی تصدیقیں اور دیگر امراض کی مجرب ادویہ کی فہرست ہمارے یہاں موجود ہی۔ جو صاحب چاہیں طلب کریں۔ ہمارے یہاں مردانہ قوتوں کے متعلق عمدہ عمدہ دوائیں، جو فوری اثر کرنے والی ہیں، طیار رہتی ہیں۔

اور ہندوستان کے تقریباً ہر ہر ضلع میں جاتی ہیں۔ دوا، دق کی تصدیق جو صاحب چاہیں حضرات ذیل سے، جو خود بھی فن طبابت کے ماہر ہیں، کر سکتے ہیں۔

جناب ڈاکٹر الفت حسین صاحب بگھی ڈاکخانہ لوریا ضلع چمپارن

جناب حکیم محمد نقی صاحب کراکت ضلع جونپور

جناب حکیم محمد مظہر کریم صاحب انصاری۔ بھنڈی بازار بمبئی

جناب حکیم سید عبدالحلیم صاحب اکبرآبادی

جناب حکیم شاہ نعمت اللہ صاحب فاروقی۔ دائرہ شیخ محب اللہ فاروقی الہ آباد

جناب حکیم سید مصطفےٰ احسن صاحب۔ صدر بازار راولپنڈی

جناب حکیم سید محمد حسین صاحب چالی محلہ بمبئی

جناب حکیم احمد سعید صاحب مٹیا برج کلکتہ

جناب حکیم محمد علی خاں صاحب جالندھر

علاوہ ان کے اور بہت سے حضرات کی تصدیقیں ہمارے پاس موجود ہیں۔ جو طوالت کے خیال سے درج نہیں کی جاسکتیں۔

المشتہر

حکیم سید فرید احمد عباسی، امروہی، طبیب ریاست بھیکم پور ضلع علی گڈھ